فارقلیط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انّ اللہ وملٰئکتہٗ یصلّون علی النبیّ،
یا ایھا الّذین اٰمنو صلّوا علیہ و
سلّموا تسلیما

فارقلیط

عبدالعزیز خالد

ایوان پبلشرز

۴۔ فیض محمد فتح علی روڈ۔
پاکستان چوک۔ کراچی

فون ۲۳۶۲۷۷

ابنِ خلیل و بنتِ اکبر

شاہ محمّد و فاطمہ

والد و والدہ

کے نام

؏ نامِ ختمِ رسل، انجیل میں ہے فارقلیط

وانا اطلب من الأب فیعطیکم فارقلیط

یوحنا ۱۴ : ۱۵ - ۱۶

موجودہ محرف یونانی نام ـــــ پیریکلیطاس

اصل ـــــ پیریکلیوطاس (کما فی الانجیل برنابا۔ برنباس)

ـــــ ستودہ، احمد

وإذ قال عیسی ابن مریم، یبنی اسرآئیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد ـــ فلما جاءھم بالبینت قالوا ھذا سحر مبین،

القرآن ۶۱ : ۷

مصنف ـــــــــــ عبد العزیز خالد

کتاب ـــــــــــ فارقلیط

پہلی بار ـــــــــــ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۴ھ
ستمبر ۱۹۶۴ء

دوسری بار ـــــــــــ ربیع الثانی ۱۳۸۵ھ
اگست ۱۹۶۵ء

باہتمام ـــــــــــ محمد انور سیٹھی

پبلشرز ـــــــــــ ایوان پبلشرز

کتابت ـــــــــــ ابنِ رفیق

طابع ـــــــــــ پروسس پاکستان کراچی

قیمت

۱۰/-
دس روپے

هیکلے

بَلَغَ العُلےٰ بکمالہٖ
کشف الدّجےٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ
صلّوا علیہ و آلہٖ

پہلی
کتاب

میں فرشِ زمیں ہوں تُو سقفِ سما ہے
میں سانسوں کا جھاں تُو موجِ ہوا ہے

قلمبند ہو کِلک و خامہ سے کیسے؟
بیاں تیرے حُسنِ گلوُ سوز کا ہے

شہنشاہِ لولاکؐ و مولائے سِدرہ
تُو میرے تخیّل سے بھی ماورا ہے

تیری ذات فخرِ بنی نوعِ انساں
تُو صلِّ علےٰ، خیرِ خلقِ خدا ہے

۱

سُنی اُمِّ معبد سے تعریف تیری
بہت تجھ سے ملنے کو جی چاہتا ہے

دمِ گفتگو مُنہ سے کرنوں کی بارش
دہن مہرِ تاباں کو شرما رہا ہے

وسیمٌ قسیمٌ بِعَینیہِ دَعَجٌ
اسے دیکھنا انشراح و شفا ہے

۲

جو رُبّیع سے تیرا پُوچھا تو بولیں؛
سمجھ لو کہ مشرق سے دن چڑھ رہا ہے

تیرا چہرہ۔ مصحف کا زرکار ورقہ
تُو قرآنِ ناطق نہیں ہے تو کیا ہے؟

ہے چشمِ حیا دستگہ۔ نجمِ ثاقب
رُخِ دلربا صبح کا کوکبہ ہے

کنارِ شفق میں لڑی موتیوں کی
گلِ نو دمیدہ لبوں پر فدا ہے

ہے یہ سلکِ الماس و سمطِ لآلی
نہیں۔ تیرے دانتوں کی موجِ ضیا ہے ۱۲

بُوئے مُشکِ اذفر بسی ہے بدن میں
ترا پیرہن قطعہ گلزار کا ہے

شہابی بدن زیبِ تن سُرخ جوڑا
کنول آبِ شفّاف پر تیرتا ہے

تراشیدہ بُت کی طرح، رشکِ مینا
درخشندہ گردن ہے یا آئنہ ہے

یہ برجستہ محراب و پیوستہ ابرو
تباشیرِ فجر و بساطِ دُجے ہے ۱۶

زہے اعتدالِ بیاض و ملاحت!
تجھے دلبری کا خزینہ ملا ہے

چلے تُو تو خوشبو چلے آگے آگے
بدستِ صبا مجمرِ غالیہ ہے

کھڑے ہیں سرِ راہ خوبانِ عالم
تری خاکِ پا ہے کہ مشکِ ختا ہے

۳
چمکتی ہے بجلی سی ابرِ سیہ میں
ترا چہرہ زلفوں میں لَو دے رہا ہے ۲۰

کریمُ السَّجیّہ ، جمیلُ الطَّوِیّہ
تُو خیرُ البریّہ ، شہِ انبیا ہے

ہے گنجینہ علمِ لدنّی کا سینہ
سرِ پُشت ، نقشِ نبوّت کھدا ہے

طلیقُ اللّسانِ ، فصیحُ البیانِ
سخن سنج حیرت سے مُنہ تک رہا ہے

فصوصُ الحِکَم تیری پُر مغز باتیں
نہاں ان میں رمزِ دوام و بقا ہے ۲۴

نہ یہ قولِ شاعر نہ یہ قولِ کاہن
یہ میزان و معیارِ حُسن و بہا ہے

دلارام و رنگیں، گُلُ افشان و شیریں
کلامِ گہر بار بے ساختہ ہے

وہی توُ کہے جو خدا منہ میں ڈالے
ترا نطق روحِ روانِ خدا ہے

مزامیرِ داؤد کا سحر ٹوٹا
تری گفتگو خوشبوئے ریختہ ہے ۲۸

خطیب۔ الکن و دم بخود تیرے آگے
طلایہ ترا قسّ بنُ ساعدہ ہے

ادیب آ کے طرزِ بیاں تجھ سے سیکھیں
سروشِ سخن، شہر یارِ نوا ہے

ہے رُوئے مدوّر — منیر و منوّر
نجومِ درخشاں میں کس کی ضیا ہے؟

یہی ہے چراغِ شبِ تار و تیرہ
بجھانے پتنگوں سے کس نے کہا ہے؟ ۳۲

سہی سروِ آزاد و ابریقِ فضّہ
تری ہر ادا دلکش و دلربا ہے

طلوعِ سحر کی طرح تیرا رُوْیا
تُو بدرُالدُّجیٰ ہے تو شمسُ الضُّحیٰ ہے

نہ وسواسِ خنّاس و خوابِ پریشاں
جو حقّ الیقیں ہے وہی دیکھنا ہے

سیہ تاب زلفیں، لٹیں گھنگھریالی
شکن بر شکن ہے گرہ در گرہ ہے ۳۶

یہ حبلِ متیں ہے کہ موئے مجعّد ا
کہ مرغولۂ ریشمِ تافتہ ہے؟

خماریں، سیہ، سرمگیں، چشمِ رعنا
طبیعت مچلتی ہے، دل جھومتا ہے

ٹپکتا ہے مژگاں سے خطِّ شعاعی
نگاہوں میں خورشید کا شعشعہ ہے

ان آنکھوں سے شرمندہ جزعِ یمانی
کوئی کُنہ ان کی کہاں پا سکا ہے؟ ۴۰

ستاروں سی روشن، سمندر سی گہری
یہاں سانس غوّاص کا پھولتا ہے

سپیدی ہے چہرے کی مائل بہ سُرخی
بدن لعل و مرمر میں گویا ڈھلا ہے

رُقیقہ نے چاہا تھا یہ نور لے لے
قُتیلہ کا دل بھی قتیلِ خطا ہے

قیامت ہے قامت کا شاداب مصرع
چنبیلی کے بُوٹے پہ لالہ کِھلا ہے ۴۴

پکارا تجھے فاطمہ بنتِ مُرّ نے
کتاب اُس نے دیکھی ہے وہ کاہنہ ہے

تری آرزو نے کیا ناشکیبا!
جمیل و حسیں ہے مگر پارسا ہے

کرے دل کا شکوہ ندیموں سے لیلائے
بتاؤ مجھے اس کو کیا ہو گیا ہے؟

نہ زینت سے رغبت نہ خواب و خورش سے
نجانے کس الجھیڑے میں مبتلا ہے؟ ۴۸

یہ قلبِ سلیم اس کا پڑھتا ہے کلمہ
جس البیلے افعی نے اس کو ڈسا ہے

میں اس سے ملوں دُودھ سے جیسے پانی
زباں کب مگر مُستجابُ الدُّعا ہے؟

ستمگار ہے مُطَّلِب کا نبیرہ
یہ قابیل خوں ریزیوں پر تُلا ہے

بُتانِ سیہ چشم و شمشاد قد میں
یہی گفتگو ہے یہی تذکرہ ہے ۵۲

ہے خانہ بر اندازِ تدبیر و تمکیں
محبت عجب خبط ہے مانیا ہے!

کشاکش خداوندی و بندگی کی
یہ سرمستی و ہوش کا معرکہ ہے

نگارانِ رعنا ہیں مفتون و شیدا
جو مُنعِم تھا وہ حُسن سائل بنا ہے

پدیدار ہیں چہرے بلقیس کے سے
یہ بتخانہ ہے یارو کہ شہرِ سبا ہے؟ ۵۶

یہ یاقوت و مرجان سی نازنینیں
عقیق اور عقیان جن پر فدا ہے

تھا معمار جس کا براہیم آذر
وہ وحدت کا گھر آج آذر کدہ ہے

سنو اے حسینانِ عنبر ذوائب!
شماتت سے انس و تسلّی جدا ہے

رقابت ہے ناآشنائے قرابت
کہیں اشتراکِ محبت ہوا ہے؟ ۶۰

دلِ خوں شدہ کا قصاص و دیت کا
کبھی خوں بہائے تمنّا سُنا ہے؟

اُمیدیں بضاعت ہیں بے دانشوں کی
جو طُولِ اَمل ہے وہ طُولِ بکا ہے

ملے گا نہ تم کو یہ لُولُوئے مکنوں
تمہاری رسائی سے یہ ماورا ہے

ہمیشہ[۶] نہ پُورا ہو منشائے خاطر
قضا و قدر سے بشر ہارتا ہے ۶۴

عناصر ہیں گویا ملوکُ الطّوائف ۱
سدا حربِ فجّار جن میں بپا ہے

ہے درکِ حقیقت سے ادراک عاجز
بجز خامشی، چارۂ کار کیا ہے؟

نہ سونپیں دُرِ شاہگاں ہر صدف کو
حقیق اس کی زُہرہ نگہ آمنہ ہے

نظر آ رہے ہیں محلاتِ بُصریٰ
یہ تارا ہے کیسا، یہ کیسی ضیا ہے؟ ۶۸

ہوا دارِ فانی سے سرتاج رخصت
تو یوں حورِ مہجورہ نالہ سرا ہے:

"چھپا وادیٔ تنگ میں ابنِ ہاشم
مسافر سرا سے سفر کر گیا ہے

پکارا قضا نے تو بولا کہ حاضر!
یہ دل کب سے بیتابِ شوقِ لقا ہے

اُٹھا لے گئے وہ سرِ شام اس کو
جلیسوں کے کاندھوں پہ چڑھ کر گیا ہے ۷۲

سمایا وہ آغوشِ تنگِ لحد میں
جو پروردۂ وسعتِ بادیہ ہے

رہا اس کا دستِ بلند، ابرِ باراں
ترحّم کے پیکر کو دل رو رہا ہے

کہیں جا کے لوٹے ہیں زائرِ اجل کے؟
مگر دل ہے ناداں ہے ضد کر رہا ہے

کروں جا کے سعی و طوافِ مدینہ
مگر پاسِ ناموس زنجیرِ پا ہے

مرا لال ہے کوکبِ صبح مجھ کو
مرے چاند کے سامنے بدر کیا ہے؟

نہیں ہے خمیر اس کا دُنیائے دُوں سے
کوئی کہہ رہا تھا یہ رُوحِ خدا ہے!"

تجلّی سے چہرہ ترا ارغوانی
تُو خورشیدِ روز و مہِ چار دہ ہے

تری زُلف ہے بدر کے گرد ہالا
چکور آتشِ رشک میں جل رہا ہے

وقارِ سکوت اور حُسنِ تکلّم
تجھے دینے والے نے کیا کیا دیا ہے!

ضحوک و مقفّیٰ، قثم اور قاسم
تُو کامل ترین عبدِ ذی الکبریا ہے

دیا نافۂ مُشک، نافِ زمیں کو
تری گردِ رہ، عنبر و توتیا ہے

گزرگہ کے ذرّات ۔ گو گردِ احمر
کفِ پا میں خاصیتِ کیمیا ہے ۸۴

بس ہوتا تو وہ پاؤں دھو دھو کے پیتا
وہ مشروبِ رحمت ہے آبِ بقا ہے

نہیں نرم تر تیرے ہاتھوں سے ریشم
اَنس کہہ رہا ہے جو لمس آشنا ہے

تُو کہتا تھا یاذاالاُذُنین ! جس کو
جو دس سال تک حاضری میں رہا ہے

کبھی مشک و عود اس طرح کا نہ سونگھا
پسینہ ہے تیرا کہ عطرِ حنا ہے؟ ۸۸

طبیعت میں وہ قدرتی شرم جیسے
کہ پردہ نشیں کوئی ناکتخدا ہے

سرِ شاخِ گلُ غنچۂ ناشگفتہ
جو بادِ چمن سے بھی شرما رہا ہے

—

جو خندہ کرے دانت اولوں سے چمکیں
یہ صیقل ہے کیسا، یہ کیسی جلا ہے؟

قمیصِ موشّح ہیں بالا قدی کا
وہ عالم ہے ہمدم کہ دِل جانتا ہے! ۹۲

عمامہ تو ہے تاج اہلِ عرب کا
نظر خیرہ کُن صولت و دبدبہ ہے

ضلیعُ الفم، اشکلُ العینِ، اَبیَضْ
نہ تابِ نظارہ نہ تابِ تمنا ہے

ہے ضربُ المثل۔ خافِضُ الطَّرْف، اَکحَلُ
یہ اللہ کا سُرمہ بھی کحلِ دُجیٰ ہے

ترا چہرہ جیسے کہ رخشندہ نیّر
جہاں محوِ راحت ہے تو جاگتا ہے ۹۶

حلیم و کریم و رشید و مسدّد
تو سیّاحِ دشتِ وراءُ الوریٰ ہے

شہِ عرش فرسا و مفتاحِ رحمت
تو انجم مطاف و فلک مرتبہ ہے

امیرِ اُمَم ، تاجدارِ دو عالَم
تجھے بطلِ اعظم ، جہاں کہہ رہا ہے

سراجِ منیر و نذیر و مبشّر
تو پیغمبرِ رحمت و ملحمہ ہے ۱۰۰

ہمہ آیۂ نور و خُلقِ مجسّم!
تو محبوبِ یزدان و نورِ ہُدا ہے

کریمُ العُصارہ ، شریفُ الاُرُومہ
تو فخرِ انام و حبیبِ خدا ہے

تو مسکین و زاہد تو مصدوق و شاہد
شفاعت کے منصب پہ فائز ہُوا ہے

رؤف و رحیم و مُطاع و مُذکّی
مہاجر ہے خود کو مسافر کہا ہے ۱۰۴

خجستہ تبسم، شاد و خوددار و خرم
تو منزل شناس و سُبُل آشنا ہے

تری عقل بالغ، تری رائے صائب
فراوانِ دلِ گرم و ذہنِ رسا ہے

صنادید عالم ہیں تیرے ثنا خواں
ترا اُسوہ منشورِ مُلکِ خدا ہے

کثیرُ المکارم، کریمُ المساعی!
نمائندۂ حضرتِ کبریا ہے ۱۰۸

سحر کی طرح صادقُ الوعد ہے تو
جو ذمّہ لیا اس کو پورا کیا ہے

وکیل و کفیلِ مہمّاتِ عالم
تو گیہاں خدیو اور گیتی کشا ہے

تعاقب کرے رہروِ حق کا منزل
جہاں مقتدی اور تو مقتدا ہے

ہو۔ کچھ بھی مگر لا زیمُ مکانی
کوئی ایسا سالار دیکھا سُنا ہے؟ ۱۱۲

بآرام لیٹا ہے وحشت نہ دہشت
اجل سامنے ہے مگر ہنس رہا ہے

کبھی اس نے دیکھا نہ تھا ایسا منظر
اُٹھا تو تُو عُورت[۱۲] کھڑا کانپتا ہے!
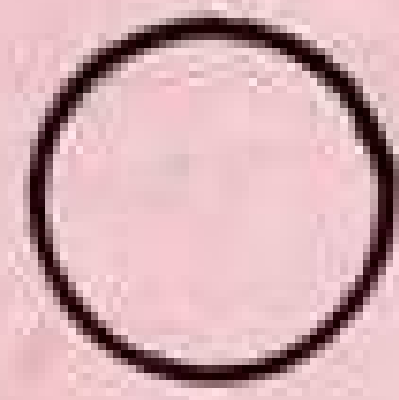
نہ کیوں شَیبۃُ الحمد کا وصف لکھّوں
کہ جس سے تجھے اُنسِ خاطر رہا ہے

وہ کعبے کا سادن وہ زمزم کا ساقی
جسے ساربانی نے سیّد کیا ہے ۱۱۶

وہ سلمیٰ و ہاشم کا عامر، کہ جس کو
سِقابہ، رِفادہ کا منصب ملا ہے

رفیعُ العمادِ، عظیمُ الرّمادِ،
طویلُ النّجادِ، سراپا سخا ہے

یمن کا جو شیدی ہُوا حملہ آور
تو جوشیدہ مغز و برافروختہ ہے

کہا ابرہہ سے مرے اونٹ لوٹا
کہ دل کو غم و غصہ اڈستا رہا ہے ۱۲۰

۱۳
یہ گھر ہے خدا کا مجھے اس کا غم کیا
ترے زعمِ باطل میں وہ سو رہا ہے؟

رہیں گے نہ یکسوم و مسروق باقی
ترے خانوادے کا بس خاتمہ ہے

نکلتے ہیں قبضے سے غمدان و صنعار
تجھے سنگِ اسود کا سودا ہوا ہے

۱۴
کلیسا کو کعبہ بنانے کی دھن میں
تو اپنے سرو برگ کو بھولتا ہے ۱۲۴

گرانڈیل فیلانِ زنگی کا لشکر
دھواں دھار بادل ہے کالی گھٹا ہے

ابابیل نے آ کے پھینکے جو کنکر
لگے جس طرح چارہ کھایا ہوا ہے

ہیں میدانِ ہیجا میں کشتوں کے پشتے
ہوا میں عفونت ہے دم گھٹ رہا ہے

جو خرپاچہ قدرت سے جنگ آزما ہو
وہ دلگرد بہنانہ و شپرہ ہے

۱۲۸

اگر کوئی دیکھے بہ چشمِ بصیرت
یہ دُنیائے دوّار عبرت کی جا ہے

ادب گاہِ اُمّ القریٰ کو گرانے
ادھر صاحب الفیل اشرم چڑھا ہے

کمک لے کے نوشیروانِ عجم سے
ادھر سیف بن ذی یزن آ رہا ہے!

○

۱۶
تھا مابینِ سرگینِ و خوں آبِ شیریں
جسے زمزم اُمُّ العرب نے کہا ہے ۱۳۲

کہیں طیّبہ ، مضنونہ ، برّہ ، اسی کو
کہ یہ بئر ینبوعِ آبِ بقا ہے

سنی خواب میں اس نے آوازِ ہاتف؛ ۱
کہ بختِ بلند اس کی رہ تک رہا ہے

چھپایا تھا اولادِ جرہم نے جس کو
اسے بطنِ گِل سے برآمد کیا ہے!

تُو شیخ الاباطح کی آنکھوں کا تارا
تُو بنتِ اسد کے لئے کہربا ہے ۱۳۶

نسیمِ بہارِ ابو طالبی نے
تجھے گدگدایا ہے جھُولا دیا ہے

تُو بنتِ وہب کی سہانی تمنّا
تُو شہزادۂ برکہ و ثوبیہ ہے

بنی زُہرہ کا تجھ سے چمکا ستارہ
سرِ ہاشمی شکر سے جھک رہا ہے

وہ کوہِ سعیر اور وہ طورِ سینا
کوئی تجھ کو مشعل بکف ڈھونڈتا ہے ۱۴۰

خداوند یتمان و فاراں میں آ کر
مقیمِ مضافاتِ شعب و صفا ہے

ترے منتظر تھے یہ دشت و دمن، تو
براہیمِ بیدار دل کی دُعا ہے

کلیم و حبقوق و حجّی کا مژدہ
تو موضوعِ فکرِ ہر اہلِ لوا ہے

سلیمان پڑھتا ہے تسبیح تیری
ندیموں نے پوچھا تو نغمہ سرا ہے:

"ہے سُرخ و سفید، اَڈونا! محبوب میرا
ہزاروں کے مجمع میں رونق فزا ہے

زرِ ناب و خالص ہے گویا سر اس کا
چمکدار ہیرے سی جس میں ضیا ہے

کھجوروں کی شاخوں سی زُلفِ چلیپا
غراب و دخاں، سنبل و سنبلہ ہے

نہائے ہوئے، دُودھ میں دو کبُوتر
ان آنکھوں کے دریا میں دل ڈُوبتا ہے ۱۴۸

نگینے جڑے ہیں کہ ہیں دانت اس کے
انہیں دُودھ مَل مَل کے دھویا گیا ہے

ہیں بلسان کی کیاریاں اس کے عارض
مہک اُٹھ رہی ہے نشہ چھا رہا ہے

ہیں سوسن سے لب، مُر ٹپکتا ہے جن سے
عجب ان کا لہجہ، عجب لقلقہ ہے!

وہ ترشے ہوئے صندلیں ہاتھ اس کے
طلائی کڑے میں زبرجد جڑا ہے ۱۵۲

کڑھے عاج پر پھُول نیلم کے گویا
وہ سینہ نہیں شاہکارِ خدا ہے

ستوں سنگِ مرمر کے ہیں اس کی ٹانگیں
جو کندن کے پایوں پہ سیدھا کھڑا ہے

فسوں کار صورت ہے لبنان کی سی
اسے دیوداروں نے سجدہ کیا ہے

ہے مُنہ اس کا شہد و شکر سے بھی شیریں
بدن اس کا کیف آور و دلکشا ہے ۱۵۶

سراپا ستودہ ، سراپا محمّد!
کسے اس کی توصیف کا حوصلہ ہے؟

سنا تم نے صیہون کی گلعذارو!
وہ پیارا ہے میرا ، مرا دلربا ہے!

کہوں کس سے دُکھ دیر ہے چین ڈیری
قمارِ محبّت میں دل ہر گیا ہے

میں شبدوں کی پیاسی میں چرنوں کی داسی
تری جستجو مجھ کو صبح و مسا ہے ۱۶۰

نشیلے کنول ، نین کجرالے تیرے
چھپا کر نظر دل تجھے دیکھتا ہے

میں جوگن برہن میں کملی کمینی
تُو سرتاج میرا، مرا دیوتا ہے

کوئی میرے سانول سا بن کر دکھائے
فقط رُوپ دیکھا پہ کیا اینڈتا ہے!

وہ میرا مہاراج، پربھو، گسائیں!
سلونا ہے سجدار ہے سانولا ہے ١٦٤

تُو دیپک میں کاجل تُو درپن میں بیلسہ
میں کالک تُو پربھات کی لالما ہے

میں لوہا تُو پارس میں کنکر تُو ہیرا
میں مٹی کی گڑیا تُو ابر و ہوا ہے

رہوں رات دن میں ترے سنگ، سیّاں!
مری روشنی ہے تُو میرا دیا ہے

تُو ساجن سوامی میں باندی بیاکل
میں مُورکھ نمانی تُو گُن ہے کلا ہے ١٦٨

گرو دیو چیلی کا سنجوگ کیسا؟
میں دھرتی تو امبر میں کیا ہوں تو کیا ہے!

ہے تو جس دن سے من کے نگر میں
رے من کا اس دن سے پٹ کھل گیا ہے

بھبھوت انگ پر ہے گلے مرگ چھالا
یہ خلعت محبت کی سرکار کا ہے

کٹیں تارے گن گن کے برہن کی راتیں
پلنگ اس کا ناگن سا لہرا رہا ہے

بھڑکتی ہے دل میں برہ کی جوالا
ترے بن یہ جیون سلگتی چتا ہے

ٹپکتی ہیں بوندیں ڈھلکتے ہیں آنسو
سہاگن کے ساتھ آسماں رو رہا ہے

ہیں لسدن پریتم کے درشن کو ترسوں
مری ہر سحر شام گاہِ عزا ہے

۱۷۲

ملے تُو تو گاؤں میں آنند منگل
تسلّی دہندہ تجھے ہی کہا ہے ۱۷۶

سنو تو سناؤں میں جیون کہانی
کلپنے کا قصہ کرشن کی کتھا ہے

کرے ارج رو رو کے ابلا دوانی
جوانی جواں مرگ کا مرثیہ ہے

پپیہے نے پی کی سنائی جو بانی
تو سینے میں دیپک سا روشن ہوا ہے

اَمر بیل سینچی ہے پریم آنسوؤں سے
میں مالن تری تو مرا باغیچہ ہے ۱۸۰

ملے تو سکھی ہیجئے نیننی رس
یہ نوشاب ہے سوم رس ہے سدھا ہے

ترے پاس آؤں میں کس طرح بالم؟
غرورِ محبت مجھے روکتا ہے

کبھی کھیلیں آپس میں ہم گوپ لیلا
یہی کلپنا ہے یہی کامنا ہے

جو گوکل میں گوبند سے پھاگ کھیلے
وہ رنز لاج ناری نہیں اپسرا ہے ۱۸۴

تو چندا میں رجنی تو ساجن میں سجنی
میں چیری ہوں تیری تو میرا پیا ہے

وہ انیارے رتنارے متوارے نیناں
جنہوں نے مرے دل پہ جادو کیا ہے

انوٹھے انیندے چھبیلے رسیلے
پپوٹوں میں مدھ شالہ ہے میکدہ ہے

کچھ آنکھیں ہیں مستانی کچھ ڈورے سوہے
جوانی کا رس جس دوبالا ہوا ہے ۱۸۸

مرا ڈھول دیکھا کہیں تم نے سیّو؟
وہ چت چور نٹ کھٹ جگت سم آشنا ہے

وہ بانکا سجیلا ہے ریشم کا لچھا
لجیلی ہنسی سے وہ من موہنا ہے

وہ لالن مرا گل بدن مرگ لوچن
کہاں اس سا جگ بیچ کوئی دوسرا ہے؟

ہوئی شمع روشن تو پروانے جاگے
یہ دل کی لگن قوتِ ملہمہ ہے ۱۹۲

یہ تن جوت ہے یا کہ جل دیپ مالا؟
جسے دیکھ کر چاند کجلا گیا ہے

بچھاؤں تری سیج چن چن کے کلیاں
تو صاحب ہے میرا تو میرا للا ہے

کنور جی! پکے آم گدرائے تھوڑے
کہیں ارغواں ہے کہیں موتیا ہے

کیا تو نے قبضے میں تریا کا جوبن
منوہر ہے اچپل ہے تو چالیا ہے ۱۹۶

دوار آ کے تیرے وہ پی پی پکارے
تُو جلوہ دکھا کر کہاں چھپ گیا ہے؟

پپیا کی اٹاری چڑھوں گی میں چھم چھم
الو راگ نے مجھ کو بیکل کیا ہے

سمندر میں دریا سما جائیں جیسے
محبت عجب قوتِ جاذبہ ہے

تری سیج پر کنگنا بھول آئی
مدن دیو مٹیار کو چھل گیا ہے ۲۰۰

بہاروں پہ قبضہ کیا ہے خزاں نے
پری خانہ شہرِ خموشاں بنا ہے ۱

گرفتارِ دامِ محبت ہے ہرنی
تُو اب جنگلوں میں کسے ڈھونڈتا ہے؟

بنے ہار پھولوں کے کانٹے نوکیلے
ترے بن چھپر کھٹ مجھے کاٹتا ہے

بِن راتوں کو کوئل کی مانند کُوکُوں
کبھی لب پہ ڈھولا کبھی ماہیا ہے ۲۰۴

جو بیخود ہے ناچے گا بے تال بے سُر
محبّت کا آئین بے ضابطہ ہے

نہیں لوک لاج اور مرجاد کُل کی
ہر اک کام کامی کا اعلانیہ ہے

ستاتی ہے مدماتی بیدرن جوانی
کوئی کام رُوپ اس کو کلپا گیا ہے

بلیہار چھل بل پہ چھب چھا کے نیناں
بدن کامنی کا پسیجا ہوا ہے ۲۰۸

سجن! من بِن چنتا ہے ہردے میں پیڑا
ترے بِن یہ الھڑ بجیا المنا ہے

تڑپتی ہوُں دن رین، پڑتی نہیں کل
ترشنا نے تن من کو کل دل دیا ہے

میں پیاسی ہوں مجھ کو پلا مدھ پیالہ
لعابِ دہن میں سُرا کا نشہ ہے

بجھاتا ہے سیپی کی پیاس ابرِ نیساں
تو کس کارن اس مَن کو ترسا رہا ہے؟ ۲۱۲

نہ پُورا ہو تیرا پیام او پپیاحی!
ملن کا سندیسہ ہمیشہ اَن کہا ہے

میں ساجن کی بندی ہُوں چنگی کہ مندی
اسی کی مجھے چاہ ہے لالسا ہے

جگانا نہ اس کو وہ جب تک نہ جاگے
مسلسل کئی دن کا جاگا ہوُا ہے

جھڑیں پھول ان سے گریں ہیرے موتی
یہ چھنبے سے دانتوں کی پسکمارتا ہے ۲۱۶

میں اِک برگِ آوارہ اڑ جانے والا
تو سنسار ساگر، پرم آتما ہے

ہے حق پرمہ - شانتی اوم تت ست
عجب دلکشا بانسری کی صدا ہے

مراری نے مدھوبن میں مرلی بجائی
تو گوپی کے ہردے نے ہوکا بھرا ہے

رجوگن × تموگن کا حاصل = ستوگن[۲۲]
پہ زنارِ تثلیث زنجیرِ پا ہے ۲۲۰

خریدی ہے دل بیچ کر جان میں نے
یہ سودا مگر پھر بھی سستا پڑا ہے

جگن ناتھ! تجھ بن بھلا کون میرا؟
ابھاگن کو ہر کوئی دھتکارتا ہے

تو نربل کا بل اور نردھن کی مایا
تری جے ہے جگبندھو! تیری دیا ہے

تو دریا میں ماہی تو منزل میں راہی
میں ادنیٰ کنیز اور تو بادشا ہے! ۲۲۴

تُو ماہی ہے اے کملی والے! کہ ماحی؟
دلِ خالد آموختہ بھولتا ہے

تُو حاشر بھی عاقب بھی شاہِ زمن بھی
ترے گرد سارا جہاں گھومتا ہے

تُو اصل اور کون و مکاں فرع تیری
تُو کُندن ہے دُنیا مِس ناسرہ ہے

ہے عقدِ ثریّا دُرِ تاج تیرا
ترا دل بیاضِ کلامِ خدا ہے ۲۲۸

۲۳
بڑائی وہ دیں جس کی دُشمن گواہی
یہ ھٰذا الامینُ رضیناہُ کیا ہے؟

ہے حلف الفضول — انسدادِ مظالم
ڈرو دادگر سے کہ ڈر اتّقا ہے

اُٹھایا ہے طاقت سے بارِ نبوّت
نگاہوں نے دیکھا اُحُد کانپتا ہے

ہے لرزہ بر اندام ایوانِ کسریٰ
جہانِ در و دیّرہ میں تہلکہ ہے ۲۳۲

سُنے ابنِ ناطور ہرقل کے لب سے
مُلکِ الختان آشکارا ہُوا ہے

ستاروں کی گردش سے دَورِ قمر سے
منجّم نگارندۂ زایچہ ہے

مزیّن ہے زیور سے نعمان منذر
کہ مُلکِ عرب مائلِ ارتقا ہے

۲۴
زرارہ کے خوابوں کی تعبیر سُن کر
ہر اِک شخص صلِّ علےٰ کہہ رہا ہے ۲۳۶

کیا تُو نے باطل سب افسونِ بابل
ترا بخت بیدار و برخاستہ ہے

زمیں کے خزانے تجھے اس نے سونپے
خدا کے عطیّے کو تُو بانٹتا ہے

ارادے میں سختی، طبیعت میں نرمی
تو بابِ فلاح و حجابِ خدا ہے

خریدارِ لہو الحدیث و غزل سے
تو جنسِ بیان و شفا بیچتا ہے ۲۴۰

غرور و تبختر کا، کبر و بطر کا
تری مجلسوں میں کہاں داخلہ ہے؟

تو فقر و قناعت کا روشن منارہ
محمدؐ ہے احمدؐ ہے تو مصطفےٰ ہے

تو دلجوئی و غمگساری کا پیکر
تو خیر البشر، اشرف الانبیا ہے

تری زندگی انکسار و تواضع
تو ایثار و شفقت ہے مہر و وفا ہے ۲۴۴

تو کرتا ہے پردیسیوں کی کفالت
پکڑتا ہے دامن جو بے آسرا ہے

طبیعت میں دلسوزی و دلنوازی
تو دلگیر کے دردِ دل کی دوا ہے

ہیں جود و عفاف و کرم تیرے خادم
توازن کے سانچے میں ڈھانچہ ڈھلا ہے

کبھی لیلۃُ الجِنّ، کبھی لیلِ اسریٰ
تو بالائے افلاک و تحتَ الثَّریٰ ہے ۲۴۸

تماشائی خلوتِ راز و نجوے
تو دانائے اسرارِ بارِ خدا ہے

حریم وصال و شبستانِ وحدت
ترے روئے پُر نور سے پُر ضیا ہے

ہے ملنا وہی جس میں ہو بے حجابی
جہاں لب پہ خوش آمدی! مرحبا! ہے

فَاَوحیٰ اِلیٰ عبدہٖ شان تیری
دنا فتدلّیٰ ترا مرتبہ ہے ۲۵۲

دکھائیں تجھے حق نے آیاتِ کبریٰ
تو کیف و کمِ کُن فکاں دیکھتا ہے

تو تنزیل و فرقان و برہان لا کر
دلوں کو شعور و یقیں بخشتا ہے

مزمّل ، مدثّر ہیں القاب تیرے
تو یٰسین و طٰحٰا میں طلعت نما ہے

ثنا تیری کرتے ہیں کرّو بیاں بھی
تو سُلطانِ ذی شانِ ہر دو سرا ہے ۲۵۶

نجوم و مہ و مہر اصحاب تیرے
تو مشکاتِ مصباحِ نورِ خدا ہے

کریں اہلِ خرمن کی سب خوشہ چینی
تو پیرِ مغاں ، صاحبِ سلسلہ ہے

ترے خوان کے ہم ہیں ناخواندہ مہماں
کریں ۲۵ کیا کہ دل کھینچ کر لا رہا ہے

ہے تورِیت میں نام تیرا اُحَیدؐ
جہنم کا رستہ تو روکے کھڑا ہے ۲۶۰

سرِ کوہِ آدم سے تا کوہِ بیضا
زمانہ ترا نقشِ پا دیکھتا ہے

تجھے حکم بَلِّغْ بِمَآ اُنْزِلَ کا
معلّم بنا کر تو بھیجا گیا ہے

تھا دُوا ، تجا بُوا - پیامِ اخوّت
ترے دل میں بحرِ کرم بہ رہا ہے

کرے نخل بندی و پیوند کاری
تو ٹوٹے ہوئے رشتے کو جوڑتا ہے ۲۶۴

فغاں اَینَ اُمّی ؟ کی تڑپے لبوں پر
یہ کون اُمِّ ایمن سے لپٹا ہوا ہے؟

اندھیری ہے شامِ غریبانِ اَبواء
تہِ خاک ماہِ مبیں چھپ گیا ہے!

شریکِ تجارت ، ترا قیس سائب
تجھے آشکار و نہاں دیکھتا ہے

رہے تجھ پہ ابرِ رواں سایہ افگن
یہ چتر ، افسرِ تارکِ انبیا ہے! ۲۶۸

۳۶

نفیسہ پیامی بنی بنتِ عم کی ۱
تعارف کا باعث لبِ میسرہ ہے

تو کانوں کے رستے سے سینہ میں اُترا
ترا ذکرِ جاں پرور و دل کشا ہے

دلِ اُمتِ ہند - آرزو کا نشیمن
تری یادِ [illegible] ہے دستِ صبا ہے

ہے ظلمت کدے میں چراغاں کا عالم
ضیا پاش خورشید طالع ہوا ہے ۲۷۲

شناسائے جوہر ہے جوہر ہے خود بھی
لبیبہ ہے وہ طیبّبہ، طاہرہ ہے

خوشا سطوت و حسنِ خلق و امانت!
ہر اہلِ نظر والہ و شیفتہ ہے

"تو کرتا ہے تکریم و توقیر[27] مہماں
تو بے برگ و نادار کا آسرا ہے

رہِ حق میں رہتا ہے پیہم تو ساعی
حقوقِ قرابت کو پہچانتا ہے ۲۷۶

زباں کا تو سچّا ہے وعدے کا پکّا
صدا ذمّہ مِلّونی کی کیوں دے رہا ہے؟

منزّہ ہے تو داغِ آلودگی سے
تو تصویرِ اخلاص و صدق و صفا ہے

ہے کیوں تُو پریشان و غمناک و حیراں؟
نگہبان و مالک سے کیوں ڈر رہا ہے؟

کرے گا نہ تجھ کو وہ برباد و رسوا
کہ قدرِ گہر، جوہری جانتا ہے ۲۸۰

ہے رحم و محبت میں بڑھ کر وہ ماں سے
بس اِک آزمائش میں وہ ڈالتا ہے

خوشا بنتِ عمران و بنتِ خویلد!
وہ خیرُ النسا تھی یہ خیرُ النسا ہے

خدا نے تجھے بخشی اس کی محبت
شریفہ ہے وہ عاقلہ، فاضلہ ہے!

○
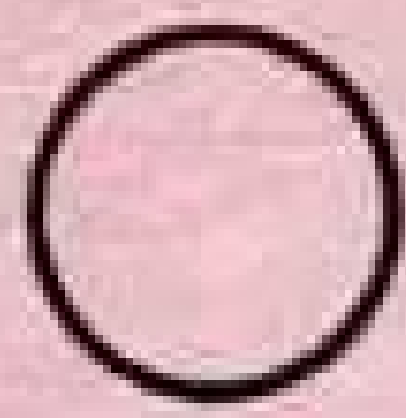
بچایا ہے لوگوں کے نرغے سے تجھ کو
کہ فاصدع بِمَا تؤمر آشوب زا ہے ۲۸۴

کٹی زندگی ساری رنج و محن میں
زر و مال دام و فخِ دشتِ لَا ہے

فَاِنَّ الْھُمومَ بِقدرِ الہِمَم کا
مقولہ تری زندگی سے ملا ہے

جب آیا تو نزدیکِ قرنُ الثعالب
مِلاکُ الجِبال آ کے گویا ہوا ہے:

کہیں تو پہاڑوں سے ان کو کچل دوں
کہ طائف کا یہ

ستاتے ہیں نبیوں کو سفلے کمینے
کہ فطرت میں آزار کا مادّہ ہے

ہو فرماں ہلاکِ جفا پیشگاں کا
کہ اب فتنہ و شر بہت بڑھ چلا ہے

یہ سُن کر وہ سردارِ کونین بولا:
تُو کیونکر خدا کا موکّل بنا ہے؟

یہ دُنیا ہے دُنیائے تدبیر و کوشش
یہاں خیر و شر میں تصادم بپا ہے

۲۹۲

۲۸
ہے اتمام کارِ خدا، سعی میرا
حیاتِ بشر جدّ و کدّ و عنا ہے

میں ہوں اپنی اُمت سے مایوس کیونکر؟
انہیں کیا خبر کیا مرا مرتبہ ہے!

روئے آفتابی سوئے قبلہ کر کے
تُو اپنے فرستندہ سے کہہ رہا ہے:

"هوانی علی الناسِ اَشکو اِلیکَ
مناجاتِ برگ و برِ بے نوا ہے ۲۹۶

علیکَ توکّلتُ تُبتُ اِلیکَ،
ترا آستاں بارگاہِ رجا ہے

تو چاہے تو دشوار کو سہل کر دے
تو کشّافِ مغلق ہے، مشکل کشا ہے

تو اس کشتِ ویراں کو سرسبز کر دے
یہ گلشن ترا ہی لگایا ہوا ہے!"

مسیحا رہے محوِ اِحیائے موتٰے
تری زندگی سربسر معجزہ ہے ۳۰۰

اولوالعزم، عالی ہمم، جانِ عالم
تو ختمُ الرسل، خاتمُ الانبیا ہے!

حزافہ، بنی سعد کی حورِ صحرا
تجلائے خور سے سہیل و سہا ہے

۲۹

جو ھٰذا اخُ رِبی کی دیتی تھی لوری
ترا بالپن جس کا ہمدم رہا ہے!

لگاؤں میں آنکھوں میں نندیا کا سُرمہ
زمیں سو گئی آسماں اُونگھتا ہے! ۳۰۴

وہ وفدِ ہوازن میں تشریف لائی
تو اس کے لیئے تیرا دامن بچھا ہے

ترا کام تالیف و وصل و تواصل
رفو ساز ہے شیشہ گر ہے تو کیا ہے؟

تم آزاد ہو جاؤ اے اہلِ مکّہ! ۱
یہ یوم آج کا یومِ برّ و وفا ہے

خدا داد ہے رحمت و رفد و رافت
کہ جس کا ظہور اَنتم الطُّلقَا ہے ۳۰۸

۳۰

فضالہ کے سینے پہ دستِ مبارک
جو قاتل تھا پل بھر میں عاشق بنا ہے

دے ابنِ عمیّہ کو اپنا عمامہ
ترے در گذر کی کوئی انتہا ہے

اسیروں میں دیکھی جونہی بنتِ حاتم
وہیں ابرِ رحمت کو جوش آ گیا ہے

سزا وارِ حرمت ہے بیٹی سخی کی
بعزّت یمن اس کو بھجوا دیا ہے ۳۱۲

وَ کُنّا نخوضُ مَعَ الخائضِینَ
شعُورِ بد و نیک تیری عطا ہے

کہاں ہو سکے تیری مدحت سرائی
ثریّا کو دستِ بشر نے چھُوا ہے؟

دُوسری

کتاب
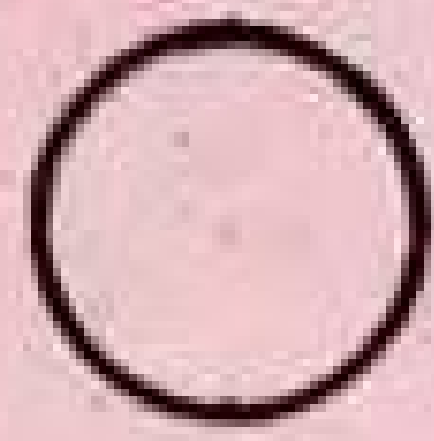
حسد ناک ہوں رشک آتا ہے اس پر
جو صاحب نظر شاد کام لقا ہے

ہے دل کی صدا: مَا اُرِیدُ سِوَاکَ
مزہ ہر دو عالم کا بہ چکھ چکا ہے ۳۱۶

لِقطعِ الفیافی و طیِّ السباسب
مجھے اشہبِ شوقِ جاناں ملا ہے

بھٹکتی ہے کھوئی ہوئی بھیڑ جیسے
اُفق در اُفق دل تجھے ڈھونڈتا ہے

تُو بیت الغزل ہے خدائے غزل کا
تُو مضمونِ کونین کا مدعا ہے

میں حاضر تھا دیوانِ خاصِ ازل میں
مجھے یاد پیمانِ قَالُوا بلیٰ ہے ۳۲۰

محبت کی وحیِ خفی کو محقق
کتابوں کے اوراق میں ڈھونڈتا ہے

سناتا ہوں ہجر و حرارت کا قصّہ
یہ قصّہ نہیں عشق کا ماجرا ہے

۳۱

نہیں ترکتازی یہ حُسنِ بتاں کی
تجھے کیا ہُوا ؟ ہر کوئی پُوچھتا ہے

مرے دل میں روح القدس نے یہ پُھونکا
کہ تُو منبعِ مجد و عزّ و علا ہے ۳۲۴

سُن اے سالکِ جادۂ راہِ اُلفت!
محبِّ محمّد خلیلِ خدا ہے

ہے کیا عبدُہٗ — افضل المرسلینی
وہی ابتدا ہے وہی انتہا ہے

جمیل و جلیل و مجید و مفخّر
بشر صاحبِ قوّتِ قدسیہ ہے

الوہیم ہے وہ بقولِ نیاگاں
زبور اس کے اوصاف کا تذکرہ ہے

کہا اس کو موسیٰ نے ایلِ اِمونہ
امام و خلیفہ ہے مردِ خدا ہے

وہی ایلِ گبّور ہے اشعیا کا
وہی ہادی و شارع و پیشوا ہے

وہ موذّن و آساف و یوعیص و شیلو
وہ سلطانِ دوراں، جہاں بادشا ہے

صفوح و کریم و حمید و محمّد
وہ سر منزلِ جادۂ اصطفا ہے

حمّاد و محمود و حاموُد و حمدہ
وہ اِلہام و اخلاق کا تکملہ ہے

۳۲۸

۳۳۲

وہ محبوبِ اعظم ہے صلّوا علیہ!
وہ جانِ محبت ہے کانِ وفا ہے

فصیحوں کو ہے اعترافِ ابکمی کا
مغنّی کو مزمور بھولا ہوا ہے

نظر آئے راعی جو ناسوتیوں کو
وہ داعی سفیرِ کبیرِ خدا ہے ۳۳۶

وہ روحوں کا قبلہ ہے کعبہ دلوں کا
لقب اس کا رحمت ہے وہ مجتبےٰ ہے

مرا نفس مجبولِ و مشغولِ غفلت ۱

۳۲

تری آنکھ سوتی ہے دل جاگتا ہے

تصوّر حقیقت سے ہے دلکشا تر
تمنّا ظفر سے کہیں با مزہ ہے

۳۳

بھگوتا ہوں پلکوں کو میں آنسوؤں سے
جگر سوزِ پنہاں سے آتش کدہ ہے ۳۴۰

درازئ شب میری پلکوں سے پوچھو
کہ ان کے نصیبوں ہی میں رتجگا ہے

کبھی اس مرض سے شفا ہو نہ یا رب!
مریضِ محبّت کی یہ التجا ہے

میں اس کا مرا دل ہے مشتاق تیرا
اس اقلیم میں خانہ جنگی بپا ہے

نہیں شبہ من لم یذق لم یدرِ میں
جو محرم ہے تیرا وہی جانتا ہے

شہیدانِ اُلفت کی باتیں سناؤ
کہ غم قوّتِ رُوح و دلِ غمزدہ ہے

جب اوراقِ تاریخِ پارینہ پلٹے
تو فردوسِ گم گشتہ پیدا ہوا ہے

شتاباں ہیں مِنْ کُلِّ فجٍّ عمیقٍ!
دلِ مردم آہن تو آہن ربا ہے

۳۴۴

بھڑکتے ہیں دل میں محبت کے شعلے
عقوبت غذائے دلِ باوفا ہے ۳۴۸

فرشتے اُترتے ہیں اہلِ وفا پر
خدا تو ارادے ہی کو دیکھتا ہے

فبشریٰ لمن فاز فوز المرام
جو مقصد کو پہنچے وہ شیرِ خدا ہے

کبھی ایکجا ہوں نہ عشق و تسلّی
دلِ افگار کو قرب و بُعد ایک سا ہے

فقط جانے گھائل ہی گھائل کی حالت
بظاہر تو ہر کوئی درد آشنا ہے ۳۵۲

خلوصِ محبت ہے صدقِ عقیدت
جو آگے بڑھا مر کے پیچھے ہٹا ہے

نہ خوفِ اجل ہے نہ تشویشِ دُنیا
فقط فکرِ مرضاتِ ربّ العلا ہے

وفاق و وداد و موالات و محبت
یہ بُنیانِ مرصوص و وحدت کدہ ہے

رقابت سے اُلفت کا رشتہ ہو محکم
کہ آسودگیِ دشمن ارتقا ہے ۳۵۶

نہ تعویذ و تریاق ان پر مؤثر
نہ عذل و ملامت کا کچھ فائدہ ہے

رہیں فقر و فاقہ میں مالوف و آلف
انہیں علمِ مخفی سے بہرہ ملا ہے

عقیدت کہے ان کو انسانِ اکبر
حیات و ممات ان کی بہرِ خدا ہے

لرز اُٹھتے ہیں دل ان کے ذکرِ خدا سے
مدام ان کا رحمٰن پر آسرا ہے ۳۶۰

مجسّم ملنساری و بردباری
انہیں حکمِ لطف و مدارا ملا ہے

وہ بچتے ہیں مظلوم کی بد دُعا سے
کہ مقبولِ درگاہِ جلّ و علا ہے

جو سیدھا چلا ہے چلے اس کے پیچھے
جو ٹیڑھا ہُوا اس کو سیدھا کیا ہے

پکاریں رضینا بالاسلام دینا
عجب دلکشا حمدِ نامِ خدا ہے! ۳۶۴

بشارت ہے فتحاً قریباً کی لیکن
وہی خود پہنے جو پولاد خا ہے

پیامِ عزیمت ہے ھجراً جمیلا
صبوری ہی تو ذوالفقارِ فتیٰ ہے

ہلاکت کا موجب ہے بے احتیاطی
خُذُوا حِذرکم حکمت و احتما ہے

ہیں اعلائے حق کے لئے ان کی جنگیں
سمجھتے ہیں دُنیا کو اک رزمگہ ہے ۳۶۸

ارادے ہیں خوض اور نظروں میں عبرت
زباں پر ہمیشہ ثنائے خدا ہے

کہیں کھونے پانے پہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ!
کہ دل لذتِ ترک سے آشنا ہے

قلیل ان کی باتیں فراخ انکے سینے
انہیں ملکِ حکمت مفوّض ہوا ہے

نوا لب پہ قُومُوا اِلٰی رَبِّکُمْ کی
سکوں بخشِ دل، ذکر و فکرِ خدا ہے

چلیں آب و آتش پہ بیخوف ہو کر
یہ اک راہِ روشن وہ اِک باغچہ ہے

قُمِ اللَّیل کی لذتوں کے شناسا
وہی شب کو بستر جو دن کو عبا ہے

چڑھیں اسپ تازی پہ بے زین و زینت
مگر ان کی ہیبت سے دل کانپتا ہے

چٹائی کو کہتے ہیں فرش ستبرق
سدیر و خورنق انہیں جھونپڑا ہے ۳۷۶

ہے مٹی انہیں زعفران و زبرجد
سریرِ سلیماں انہیں بوریا ہے

ملا غیب سے ان کو گنج الٰہی
انہیں گنجِ خاکی کی پرواہ کیا ہے!

دِل اُڑنے لگیں ان کے قرآن سن کر
یہ محسوس ہو زلزلہ آ گیا ہے

خماصُ البطونِ ، خفافُ الظّھورِ
رضا زادِ رہ ، صبر برگ و نوا ہے ۳۸۰

مؤدّب ، مہذّب ہیں مانندِ نخلہ
ہر اِک کام ان کا سرور انتما ہے

کریں اتباع اس تجلّی کا سالک
ترے ساتھ جس کو اتا ا گیا ہے

اساس اس کی ثابت فلک پر ہیں شاخیں
یہ صد برگ پودا نہالِ خدا ہے

کرے شکر مومن علیٰ کلِّ حالٍ
جو تحفہ ہے مولا کا بھیجا ہوا ہے ۳۸۴

وہ بھُنتا ہے شعلوں پہ خبّابِ دلیر
ہر اِک سانس میں آہِ صلِّ علیٰ ہے

اذیّت میں ملتی ہے عاشق کو لذّت
یہ ققنس ہے مر مر کے زندہ ہوا ہے

محبّت کی قیمت ہے اندوہ و کلفت
جو خوش باش ہے عاشقِ بے وفا ہے

"کیا جس نے مجھ کو شرف یابِ ایماں
امامِ رُسل ہے امینِ خدا ہے! ۳۸۸

زہے جذبہ و جوششِ سر فروشی
کہ خود کٹ کے سر دار سے جھولتا ہے!

ہوا حارث ابنِ ابی ہالہ قرباں
شہیدِ نخستیں وہ اسلام کا ہے

۳۸

خرامندہ مقتل کو سرمست فردہ
ترے عاشقوں کو الوہی نشہ ہے

کچھ ایسی نہیں قیمتِ قُل ھُوَ اللہ
بس اک جان سے ہاتھ دھونا پڑا ہے ۳۹۲

وہ زُنیرہ ، امِّ عبیس و لُبَیبَہ
جو گلخن میں کُودا بالآخر جلا ہے!
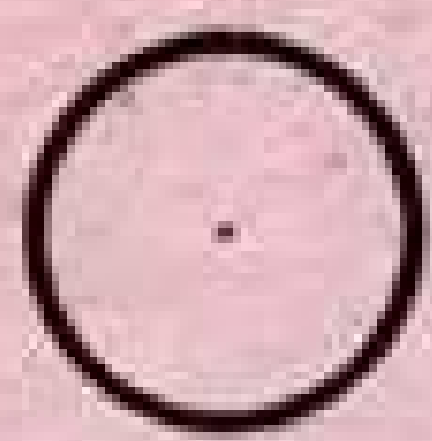
بھڑکتی ہے سینے میں نارِ جہنم
سلافہ کے دل کا سکوں چھن گیا ہے

زمینِ احد میں رہے کھیت سارے
نہ فرزند لوٹے نہ شوہر پھرا ہے

ہوا نذرِ آتش امیدوں کا خرمن
شبستانِ طلحہ میں ماتم بپا ہے

"پیوں گی میں مے کاسۂ سر میں ساقی!
سبوئے طلائی سے دل بھر گیا ہے

۳۹
رہے ابنِ ثابت کا سر تن پہ ثابت
تو اے اہلِ بکّا! مقامِ بکا ہے

۳۹۶

جو سر لائے اس کو میں سو اُونٹ دونگی
مرے دل کو عاصم نے چھلنی کیا ہے

ہے رُوباہِ مکّار سفیان ہذلی
طمع نے دنائت کو چمکا دیا ہے ۴۰۰

مدینے میں بھیجے بنی عضل و قارہ
منافق کی رگ رگ میں مکر و ریا ہے

ہوا خواہ بن کر ہوئے عرض پیرا:
کہ پیغام تبلیغ سے پھیلتا ہے

ہو عاصم کے ساتھ ایک وفدِ صحابہ
کہ تنظیم تقویّت و دبدبہ ہے

ہیں اہلِ وطن تشنۂ درسِ قرآں
ترستے ہیں دل، آنکھ میں التجا ہے ۴۰۴

مبلغ چلے داعیٔ خیر بن کر
قضا ساربان ہے اجل رہنما ہے

جونہی وسطِ عُسفان و مکّہ میں پہنچے
تو خُبثِ نہانی مبرہن ہوا ہے

کیا حملہ قزّاق لحیانیوں نے
لڑائی میں کہتے ہیں دھوکا روا ہے

کہاں قلبِ کافر میں رحم و مروّت
ہیولےٰ ہے جاں دادۂ مادّہ ہے ۴۰۸

وہ طاقت سے دبتا ہے یا سیم و زر سے
اُبھرتا ہے سورج تو سر ٹیکتا ہے

ہے لالچ ہی کھوٹے کھرے کی کسوٹی
کہ لقمہ علاجِ سگِ عادیہ ہے

"حصولِ شہادت کو سمجھو غنیمت
اجل کا بلاوا کہیں ٹل سکا ہے؟

مشیّت کے ساماں ہیں گویا کہ چوگاں
یہ دُنیا ہے میداں اور انساں کُرہ ہے ۴۱۲

وہ فدفد ہے چڑھ جاؤ اس پر رفیقو!
یہی مرگِ عزت کا اب راستہ ہے

کرو جان جان آفریں کے حوالے
وہی مبتدا ہے وہی منتہا ہے"

کہا کافروں نے: "اُتر آؤ نیچے
یہ سب مورچہ بندی بے فائدہ ہے

ہماری زباں پر کرو تم بھروسا
تمہیں جلد بازی میں دھوکا ہوا ہے"!

"مسلمان مامونِ مشرک نہ ہو گا
کمینے کا وعدہ سراسر دغا ہے"

رفیق آ گئے دم دلاسے میں آخر
مگر عاصم اپنی جگہ پر ڈٹا ہے

"الٰہی بچا مجھ کو بے حرمتی سے
کہ مجھ سے خلاف اِک زمانہ ہوا ہے

مجھے زندہ مُردہ وہ لے جائیں مکّہ
یہ آپس میں سب نے تہیّہ کیا ہے ۴۲۰

بنائے گی کاسے کو وہ کاسِ صہبا
سلافہ کے سینے میں کینہ بھرا ہے

فقط نام ہی کا گو آثم ہے عاصم
مگر بندۂ درگہِ کبریا ہے

نبی کو خبر کر کہ تیرا فدائی
ترا نام لے کر فدا ہو گیا ہے!

مقابل ہے لشکر کے اِک فردِ تنہا
رجیع اوج و پستی کا جلوت کدہ ہے ۴۲۴

رہی جنگِ مغلوبہ تا شام جاری
سرِ ربوہ اِک جسمِ بے جاں پڑا ہے

ہوا جھرمٹ اِک شہد کی مکھیوں کا
کہ پہرے کا الہام ان کو ہوا ہے

تری شانِ پروردگاری کے قرباں!
حفاظت کا کیا تُو نے ساماں کیا ہے!

"سحرگاہ آکر اُٹھا لیں گے لاشہ"
یہ آپس میں کفّار کا مشورہ ہے! ۴۲۸

چڑھا رات ٹیلے پہ سیلابِ باراں
جو رو میں بدن کو بہا لے گیا ہے!

جو محبوس ہے وہ خبیبِ وفا خو
شہادت کی غازی دُعا مانگتا ہے

اسے کس نے زنداں میں انگور بھیجے؟
نگہبانِ زنداں تحیّر زدہ ہے

وہ بیٹھا ہے آغوش میں سبطِ حارث
بہ انگشتِ ابنِ عدی استرہ ہے ۴۳۲

لرز اُٹھی ماں دیکھ کر یہ نظارہ
کہ بدلے سے دشمن کہاں چوکتا ہے

نہیں ہے مزاج آشنائے مسلماں
بالآخر تو وہ اِک زنِ مشرکہ ہے

"کبھی منتقم ہو نہ مردِ مسلماں
گناہِ پدر میں پسر بے خطا ہے

نہیں اس کو مجھ سے کوئی خطرۂ جاں
ترے دل کو بیکار دھڑکا لگا ہے"

نعیم و خیابانِ فردوس و ماویٰ
خدا کے چہیتوں کا مہماں کدہ ہے

سلام و قرار اور عدن ان کا دمنہ
یہ ادنےٰ مکافاتِ اہلِ وفا ہے

ملاتا ہے دلدار سے موت کا پُل
اجل ظلمتِ گیسوئے دل ربا ہے

۴۰

"سوئے خلد جاتا ہوں میں دار پر سے
مری راہ اہلِ جہاں سے جدا ہے ۴۴۰

•

نہ قطعِ منازل نہ طے مراحل
بس اِک جست میں راستہ کٹ گیا ہے

فدا اس پہ کرتا ہوں یہ جانِ شیریں
مدینے میں جو خوش قد و خوش لقا ہے

ملائک کا مرجع، خلائق کا ماویٰ
دلوں کو جو اپنی طرف کھینچتا ہے

مجھے کوہِ تنعیم ہے طورِ سینا
یہ دہلیز دروازۂ کبریا ہے ۴۴۴

غریب الوطن کا سلام اس کو پہنچا
غریبوں کا قاصد سحاب و صبا ہے

نہ دانستہ کتمان و تلبیس کرنا
وہی اس سے کہنا جو دیکھا سنا ہے

ہیں چاروں طرف ٹھٹ تماشائیوں کے
یہ معلوم ہوتا ہے میلہ لگا ہے

اجل سے ہراساں نہ ہو مردِ مومن
یہ تہدید و تخویف بے فائدہ ہے ۴۴۸

معافی نہ مانگیں محمدؐ کے ساتھی
کہ ہر کام ان کا برائے خدا ہے

وَ خیر الامورِ عوازمُھا کا
دیا جس نے پیغام کیا خوش نوا ہے!

نہیں پیاسے ہونٹوں کو پانی کی خواہش
شہادت کا تلخابِ نوشیں پیا ہے

مجھے تم نے سمجھا ہے دریوزہ گر کیا؟
مرے نام سے بحر و بر کانپتا ہے ۴۵۲

کرو جسمِ مصلوب کے ٹکڑے ٹکڑے
جو اہلِ خدا ہے اسے خوف کیا ہے؟

وہی ان کو یکجا کرے گا دوبارہ
کہ جس نے انہیں پہلے پیدا کیا ہے

یہ جانِ خبیبؓ اس پہ ہوتی ہے قرباں
جو ختمِ رسل ہے حبیبِ خدا ہے!

یہی ہے سرودِ لبِ ابنِ طارقؓ
یہی زیدؓ کا نغمۂ جانفزا ہے ۴۵۶

زمیں ان کی نعشِ مبارک کو نگلے
بدن میں ریاحین کا رائحہ ہے!

نچھاور ہیں امِ سلیمؓ و ملیکہؓ
جگانے کو قُم قُم حبیبی کہا ہے

پسینہ جبیں کا ہے مادرِ خالص
جسے ایک شیشی میں بھر کر رکھا ہے

عمیصا[۴۱] کی آہٹ ہے خلدِ بریں میں
انسؓ سے فدائی کی یہ والدہ ہے ۴۶۰

ترا نام لے جب بھی امِّ عطیہ
تو فرطِ مسرّت سے بابا کہا ہے

تھی روزے سے گو امِّ ہانی، مگر ہاں
ترا جھوٹا دودھ اس نے جھٹ پٹ پیا ہے

کہا اپنے محبوب کو یاد کر لو
تو ابنِ عمر نے "محمدؐ!" کہا ہے

ہے افلح تو فردوس میں جام درکف
ابوجہل انگاروں پر لوٹتا ہے ۴۶۴

طرب گاہِ خلوت سے آیا تھا سیدھا
غسیل الملائک ہے یہ حنظلہ ہے

سنی اس نے آوازِ منادّ جونہی
وہیں اُٹھ کے سوئے دغا چل پڑا ہے

شکستہ ہوئے سنگ سے درِّ دنداں
یہ سلمان سے کس نے جا کر کہا ہے؟

۴۲

ہے منجملۂ اہلِ بیتِ مطہّر
مدائن کا والی ہے لیکن گدا ہے ۴۶۸

لٹاتا ہے دیکھو صہیب اپنی دولت
زخارف کی آخر حقیقت ہی کیا ہے!

کریں ہمّتِ بودجانہ پہ عشق عشق
اُحُد میں نری ڈھال بن کر کھڑا ہے

پسِ پشت سے اوس نے نیزہ مارا
تو پھل ٹوٹ کر شاخ سے گر پڑا ہے

خوشا طالعِ عامر ابنِ فہیرہ
دمِ مرگ: واللہِ فزتُ کہا ہے! ۴۷۲

کہاں چھپ گئے وہ مجنّہ کے چشمے
بلالِ بلا کوش لب سوختہ ہے

۴۴

طفیلؔ اور ثمامہؔ کو دیکھے تو کیسے؟
جحونؔ و حراؔ کا اسے غم لگا ہے

سمندر کے ساحل سی وسعت ہے دل کی
کہیں ہیبت افزا کہیں خوش فضا ہے

۴۵

سلیح و سلب تیرے شیدائیوں کا
عزیمت ہے جہدِ جہید و عنا ہے ۴۷۶

کہ کلّی ہے جزئی نہیں یہ تغیّر
یہ جاں سے گزر جانے کا مرحلہ ہے

نہ خوف ان پہ غالب نہ حزن ان پہ طاری
توازن مزاجِ امّتِ مسلمہ ہے

یہ واقف نہیں مصلحت کوشیوں سے
زباں حق بیاں، قلب درد آشنا ہے

کبھی یہ نہ چھوڑیں صداقت کا دامن
کہ اوفوا بعھدی انہوں نے پڑھا ہے ۴۸۰

لوا لا تخافوا ولا تحزنوا کی
دلیلِ رہِ شدت و ابتلا ہے

سمعنا اطعنا ہے گفتار ان کی
کہ ردّ و قدح کارِ اہلِ ریا ہے

ٹپکتی ہیں شبنم کی مانند باتیں
ادب منہ سے مینہ کی طرح رِس رہا ہے

مخالف نرے شرم کا جامہ پہنیں
پہ کعب احمدی چادر اوڑھے کھڑا ہے ۴۸۴

"میں ہرگز نہ بیچوں ردائے مبارک
مجھے یہ تبرّک نبی سے ملا ہے"

سنا دِل نے انّ مع العسرِ یسرا
نواحِ بیاباں میں نزہت کدہ ہے

مبارک سمیّہ و عمّار و یاسر!
تمہیں باغِ جنّت کا مژدہ ملا ہے

کہاں ہیں شہیدانِ بیرِ معونہ؟
انہیں آ کے رضواں اُٹھا لے گیا ہے ۴۸۸

۴۸

ہے ابنِ ابی کبشہ کا بول بالا
کہ حزبِ محمدؐ ہی حزبِ خدا ہے

ثنا خواں ہے کلثوم کی خوش نصیبی
شہنشاہِ بطحا نزیلِ قبا ہے

ہیں آنکھوں میں شکر و مسرت کے آنسو
لہو گرم ہو کر گگن کھیلتا ہے

سپہرِ بریں ہے معانق زمیں سے
شب و روز کا کارواں تھم گیا ہے ۴۹۲

فطوبیٰ لکم ایہا السابقون
شرف افضلیت کا تم کو ملا ہے!

کبھی گُل بھی شرمائے ہیں باغباں سے؟
اے اسما! یہ ناقے پہ خیرالوریٰ ہے

درود اس پہ بھیجے خداوندِ اکبر
وہ کافِ رفعنا لکَ ذِکرَکَ ہے

علیہِ الصّلوٰۃُ ، علیہِ السّلامُ!
وہ تاجِ رسل ، سیّد الانبیا ہے

یہ آوازِ اَخُ اَخُ ہے گلبانگِ بُلبُل
چمن میں شب آہنگ کا چہچہا ہے

کہا دل نے پنگی سواری پر چڑھ جا
تذبذب ہے کیسا ، پس و پیش کیا ہے؟

خیالِ زبیرِ غیور آ کے روکے
عفیفہ کشش و پیچ میں مبتلا ہے

صحابہ ہیں ساتھ اور گٹھا ہے سر پر
رخِ گندمیں، شرمگیں ہو رہا ہے ۵۰۰

ابوبکر نے جب غلام اس کو بھیجا
فَکَأَنَّمَا اَعْتَقَنِی: کہا ہے!
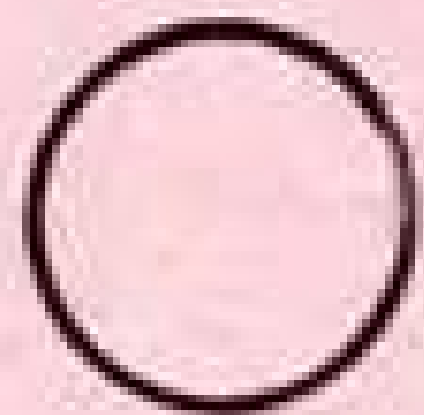
میں کیا ہوں فقط عبدِ مامور و ملہَم
مجھے کشفِ مبہَم کا منصب ملا ہے

چلو دیکھ کر میرے نقشِ قدم پر
مرا اُسوہ ہی جادۂ اہتدا ہے

میں اس کا پجاری نہیں جس کے تم ہو
تمہیں دینِ آبا مجھے حق ملا ہے ۵۰۴

میں تم سے مخاطب ہوں یا آلِ غالب!
کہ مولائے کُل صرف ذاتِ خدا ہے

وَ ھٰذا لقولُ رسولٍ کریمٍ
فسون و فسانہ نہیں تذکرہ ہے

محمدؐ کو کہتے ہیں مشرک مذمّم
پرستارِ عزّیٰ پدر سوختہ ہے

۴۹

وَ اَشکوا الی اللہِ بثّی وَ حُزنی
وہی فیض گستر، وہی غم ربا ہے ۵۰۸

نبیِ مُکرّم کا ہر قولِ محکم
پیامِ سکوں ہے تو ہر شفا ہے

سُن اے فاطمہ، میری پھولوں سی بٹیا!
یہ سونے کا کنگن کڑا آگ کا ہے

۵۰

فقط معرفت مال و سرمایہ میرا
مرے دین کی اصل عقل و ذکا ہے

محبت بنا، شوق۔ اسپ جہندہ
انیسِ وفادار، ذکرِ خدا ہے ۵۱۲

خزانہ مرا اعتماد و تیقّن
اور اندوہ ہمراہی و ہمنوا ہے

سلاحِ سلحشور ہے علم و عرفاں
صبوری ہے پوشش، غنیمت۔ رضا ہے

مرا فخر افلاس و عجز و انابت
یقیں قوت و قوّت و برگ و نوا ہے

صداقت ہے دمسازِ راہِ صعوبت
اطاعت مددگار اندوختہ ہے ۵۱۶

مرا خُلق جہد و جہاد و ریاضت
اور آنکھوں کی ٹھنڈک نماز و دُعا ہے

کبھی غیر کے اُونٹ پر میں نہ بیٹھوں
غم و غیرتِ عشق زنجیرِ پا ہے

"یہ ناقہ جسے لوگ کہتے ہیں قصواءٓ
یہ میرا نہیں ہے حضور! آپ کا ہے

تُو خورشیدِ خاور ہے میں خاکِ تیرہ
میں بھٹکا مسافر ہُوں تو رہنما ہے! ۵۲۰

بھری دُودھ سے دو ہنی اونٹنی کی
ترا لمسِ فرخندہ فیض انتما ہے

غذا دو جہینے سے ہے آب و خرما
یہ اربابِ صُفّہ سے کس نے کہا ہے؟

ملے تجھ کو نانِ جویں گاہ گاہے
تو مہمانِ رزّاقِ ہر دو سرا ہے

ہے خلّ و عسل سفرۂ شاہِ شاہاں
اور آب و سویق و تمر مائدہ ہے ۵۲۴

گواہ اس پہ ہے قصّۂ اِفک و اِیلاء
ترا علم تعلیمِ وحیِ خدا ہے

براہیم[۵۱] کی موت پر دل فگاری
ہے سب اضطراری، تو کیا دیکھتا ہے؟

تقاضائے شفقت ہے یہ اشکباری
زباں پر مگر قول شکر و رضا ہے

یہ کیا ہے؟ جب ابنِ عبادہ نے پُوچھا
تو اشکوں کو اللہ کی رحمت کہا ہے ۵۲۸

ہے مجبور حکمِ الٰہی کے آگے
بشر پیشِ تقدیر بے دست و پا ہے

نہ ہو آگے پیچھے کبھی اس کی ساعت
اجل امرِ حق، وعدِ صدقِ خدا ہے

کسی کے نہ مرنے سے گہنائے سُورج
کسوف و خسوف آیتِ کبریا ہے

بہر گاہ صَلِّ صلوٰۃً مُوَدِّع
کہ یہ کارخانہ سریع الفنا ہے ۵۳۲

میں اس وقت تھا جب کہ آدم نہیں تھا
حدوث و قِدَم میں تو اُلجھا ہُوا ہے

تو کیوں مار میت پہ کرتا ہے حیرت
کوئی عشق میں فرقِ ما و شما ہے؟

کہا: ایّھا النّاس اَفشوا السّلام
کہ امن و اماں ہی میں سب کا بھلا ہے

سب انسان آدم سے مٹّی سے آدم
تفوّق کا معیار خوفِ خدا ہے ۵۳۶

شعوب و قبائل ہیں بہر تعارف
مساوات فوز و فلاح و بقا ہے

مِٹی آج سے نخوتِ جاہلیّت
تکبّر اگر ہے تو حقِّ خدا ہے

تراشو نہ بُت رنگ و نسل و وطن کے
فضیلت کا معیار صرف اتّقا ہے

دل و ذہن کو دانش و فہم بخشے
چراغِ ہدایت کتابِ خدا ہے ۵۴۰

ہے دوں ہمتّی۔ ماتم و سینہ کوبی
جوانمردی۔ اسلام و صبر و رضا ہے

بنانا نہ تم میرے مرقد کو مسجد
کہ یہ برخلافِ رضائے خدا ہے!
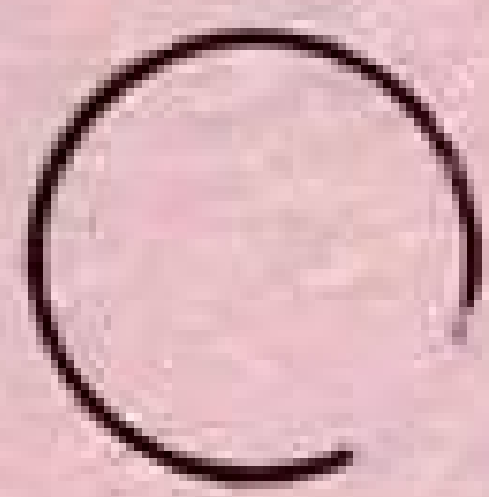
اے اہل المقابر، سلامٌ علیکم!
محمّد ملاقات کو آ رہا ہے

ہے اک لرزشِ زیرِ لب نیرا خندہ
تبسّم کے پردے میں غم رونما ہے

ہے سر پر ترے زعفرانی عصابہ
کہ سر نامۂ محضرِ کبریا ہے

یہ چہرہ مبارک ہے دیدار کر لو
جدائی کا لمحہ قریب آ گیا ہے!

نَصَحتَ وَ بَلَّغتَ، اَدَّیتَ، نَشہدُ!
ہماری شہادت کا شاہد خدا ہے!

۵۴۴

تھی رفتار جس کی نبی سے مشابہ
جو ہم پایۂ مریم و آسیہ ہے ۵۴۸

وہ سردارِ گلنارِ خوبانِ جنّت
جو عینِ حیا ذاکیہ، راضیہ ہے

رسولِ خدا کی عیادت کو آئی
نقاہت زدہ ہونٹ پر مرحبا ہے

مرے پاس لانا ذرا کان بیٹی!
ہے صدّیقہ حیرت زدہ بات کیا ہے!

وہ گریہ وہ لب خندہ سرگوشیوں پر
خدا جانے کیا بھید اس میں چھپا ہے! ۵۵۲

کروں راز اپنے پدر کا نہ افشا
یہ حفظ و حیاداریٔ فاطمہ ہے!

ہوئی جب غشی موت کی اس پہ طاری
تو بیٹی تڑپتی ہے غش آ رہا ہے

یہ تکلیف آنکھوں سے دیکھی نہ جائے
مرا باپ کس کرب میں مبتلا ہے!

خدایا تو مشکل کو آسان کر دے
مری جانِ ناچیز اس پر فدا ہے! ۵۵۶

یہی آخری دن اے ام ابیہا!
ترے باپ پر کرب و تکلیف کا ہے!

پیالے میں رکھا ہے پانی سرہانے
نہیں ہے تری کیا اثر اُڑ گیا ہے؟

بدلتا ہے ہر سانس میں رنگِ چہرہ
ابھی شعلہ گوں تھا ابھی زرد سا ہے!

اجازت طلب ہے فرشتہ اجل کا
اسے۔ ہمرکابی کو بھیجا گیا ہے! ۵۶۰

دُعا سُن لی ربِّ تبارک نے آخر
وہ جلَّ جلالہٗ مجیبُ الدُّعا ہے!

چلا سوئے فردوس رفرف پہ چڑھ کر
لبِ اہلِ علیّوں پر مرحبا ہے!

○

۵۳
سُنی ایک آہٹ جو حجرے کے باہر
تو پُوچھا کہ یہ کون دِل سوختہ ہے؟

"حضُور، آپ کے پیارے ابّا کا خادم
اَنس اپنی قسمت کو جو رو رہا ہے!" ۵۶۴

سنا یہ تو بنتِ محمدؐ نے پُوچھا:
زمانہ تو مالوفِ جور و جفا ہے

تمہارے دلوں نے مگر کیسے مانا
کہ وہ جسم جو شاہکارِ خدا ہے

تم اس جسمِ پُر نور پر خاک ڈالو
یہ ہاتھوں نے کیسے گوارا کیا ہے؟

○

۵۴
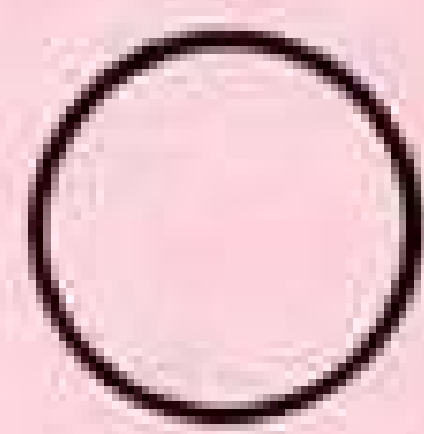
جو خاکِ مزارِ مبارک کو سُونگھے
وہ پھر عطر و عنبر کہاں سُونگھتا ہے؟ ۵۶۸

جو پڑتا دلوں پر تو بن جاتے راتیں
وہ غم جو مرے دل پہ نازل ہُوا ہے!

۵۵

چلی صرصرِ حادثہ دشت و در میں
بجھا سورج اور آسماں ملگجا ہے

پپیٹا ہے روئے زمیں کو الم نے
جگر شدّتِ غم سے شق ہو گیا ہے

ہیں اہلِ یمان و مضر محوِ ماتم
سب اقصائے عالم میں شیون بپا ہے

پہاڑوں سے آتی ہے آوازِ گریہ
محلوں میں شورِ فغان و بکا ہے

خدا کے نبی پر ہو رحمت خدا کی
کہ قرآنِ پاک اس پہ نازل ہوا ہے!

۵۷۲
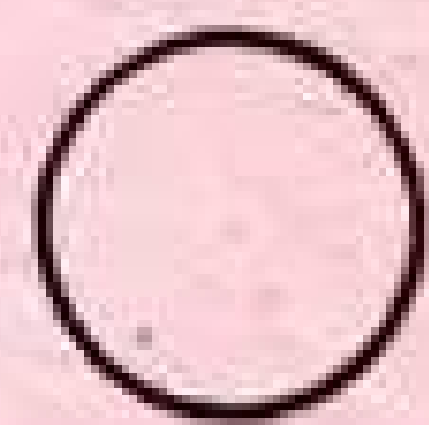
۵۶

ہے آہوں میں اٹکا ہوا سانس میرا
نکل جائے اے کاش بس یہ دعا ہے!

کبھی آرزو تھی مجھے زندگی کی
ترے بعد جینا مگر بے مزہ ہے! ۵۷۶

○
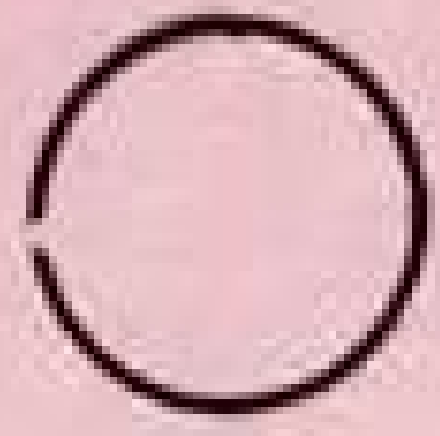
زمیں سے طراوت ہو کافور جیسے
یونہی تو نظر سے نہاں ہو گیا ہے

کبھی اب نہ آئے گا ناموسِ اکبر
کہ اب انقطاعِ کلامِ خدا ہے

ہمیں ڈھانپ لیتی زمیں کاش پہلے!
سحر بے طرب، شام بے ولولہ ہے

ترے دم سے روشن تھے اشراقِ عالم
گیا تو تو جلتا دیا بجھ گیا ہے ۵۸۰

کیا خاکِ تربت نے پوشیدہ تجھ کو
یہ تربت نہیں خرمنِ غالیہ ہے!

تیسری

کتاب

○
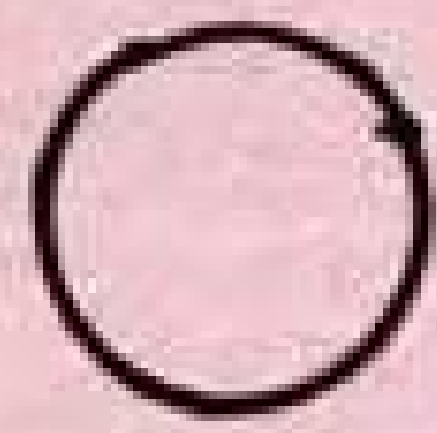
الٰہی! میں ہوں طالبِ فتح و نصرت
لَکَ الخلقُ وَالاَمرُ تو کبریا ہے!

ہمیں قومِ کفّار پر کامراں کر
کہ تو صاحبِ دہشت و دغدغہ ہے!

پلا ان کو اپنے غضب کا پیالہ
تو دانا ہے بینا ہے زندہ خدا ہے ۵۸۴

تری قدرت اللہ اللہ اللہ!
تو باقی ہے باقی جو ہے بیمیا ہے

کوئی ایلِ مطلق نہیں ہے مگر تو
کہ تو مبدع و مبدی و مبتدا ہے

مسلمان و ملحد ، وفادار و باغی
ترے خوانِ نعمت کا زلّہ ربا ہے

۵۸

تروحُ بطاناً وَ تغدو خماصاً
تری رحمتوں کی کوئی انتہا ہے؟ ۵۸۸
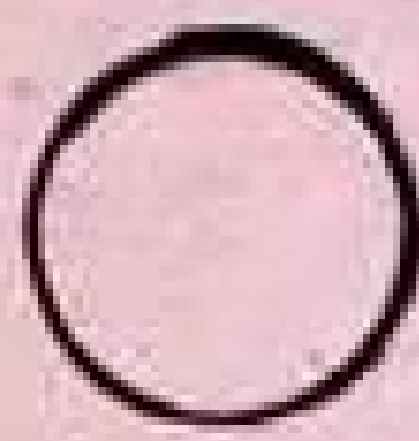
۵۹

خدا کو جو چھوڑے خدا اس کو چھوڑے
وہ ذاتِ منزّہ سراپا غنا ہے

خدا کا نہیں کوئی انباز و ہمتا
وہ ربِّ غنی بے ہمہ با ہمہ ہے

عزیز و جمیل و جلیل و مہیمن!
اسی کو سجود و ستائش روا ہے

وہی ربِّ کعبہ، وہی ربِّ شعریٰ
جہاں دیکھتا ہوں وہی رونما ہے ۵۹۲

نہ تکلیفِ مالا یطاق اُن کو دے کر
بنی نوعِ انساں پہ احساں کیا ہے

بفحوائے نصّ : لکم ما کسبتم
جو بلا ہے خود کردہ، خود ساختہ ہے

بندھیں بادشاہوں کی کمروں پہ پٹکے
بس اک داستاں ظلّ بالِ ہما ہے

اسیری میں لے جائے شہزادیوں کو
کبھی رات لمبی، کبھی دن بڑا ہے ۵۹۶

کوئی شے نہیں کی عبث خلق اس نے
جو کہتا ہے دیوانہ و مسخرہ ہے

ستائش کرو اس کی مزمار و دف سے
کہ نغمہ تو تبجیلِ ذاتِ خدا ہے

کہو وحدہٗ لاشریکَ لہٗ سب
وہ سبوّح و قدّوس رب العلا ہے

قدیر اور قادر علیٰ کلِّ شیٔ
وہ مالک ہے کرتا ہے جو چاہتا ہے ۶۰۰

اے اہلِ نظر اِعْرِفُوا اللّٰہَ بِاللّٰہ!
وہ نیّر بہ نیّر، خلا در خلا ہے

اَلْاِنسانُ سِرّی اَنا سِرُّہٗ سے
یہ ثابت ہے خلقت عیالِ خدا ہے

ترازو میں تولا ہے ٹیلوں کو کس نے
ہواؤں کو کس نے مسخّر کیا ہے؟

زمیں کے ستوں سب خداوند کے ہیں
اسی نے کہا: چرخ۔ جوّ و فضا ہے ۶۰۴

وہ انساں نہیں ہے کہ جو جھوٹ بولے
وہ صدق و صفا ہے نوال و نوا ہے

۶۰
ہے دیکھا سنا لا یدوم خلیلٌ
زمانے میں تنہا خدا کو بقا ہے

نہ تیرا نہ میرا بس اَلحکمُ لِلّٰہ
جو حق دارِ میراثِ ارض و سما ہے

نکال اپنے دل سے نہ ہونے کی حسرت
ہُوا تُو جو اس کا یہ سب کچھ ترا ہے! ۶۰۸

○

۶۱

میں اِک کنزِ مخفی تھا خلقت کو میں نے
پئے عرف و تعریف پیدا کیا ہے

ہے باہر اگرچہ تمہاری سمجھ سے
مگر ذرّہ ذرّہ حکایت سرا ہے

مجھے سجدہ کرتی ہے طوعاً و کرہاً
ہر اِک شے جسے میں نے پیدا کیا ہے

چپ و راست سائے کا ڈھلنا ہے سجدہ
خم و اضطراب و تقلّب ثنا ہے ۶۱۲

وہ بلبل ہو یا قمری و فاختہ ہو
وفورِ طرب سے ترانہ سرا ہے

بھری ہیں زبانیں خوش الحانیوں سے
ہر اک حسبِ توفیق محوِ نوا ہے

مرے نام کو دل کی تختی پہ لکھنا
اسے بار بار آدمی بھُولتا ہے

زمیں ہے تمہارے لئے خوانِ یغما
تہِ عرش جو کچھ ہے تم کو ہبہ ہے ۶۱۶

تمہیں اپنی صُورت پہ تخلیق کر کے
پراگندہ روئے زمیں پر کیا ہے

کرو جا کے معمور و محکوم اس کو
نہیں ہے زمیں یہ بچھونا بچھا ہے

لگاتا ہے بیٹے ہی کو باپ کوڑے
خدا کا عصا راستی کا عصا ہے

مجُوا ہے ملائم مرا، بوجھ ہلکا
پہ مجرم اسے دیکھ کر کانپتا ہے ۶۲۰

وہ پاتا ہے اپنے ہی کانٹوں سے ایذا
وہ اپنے ہی رشتوں میں جکڑا ہوا ہے

یکیدون کیداً و کیداً اکید
خدا ان سے کمزور و کم حوصلہ ہے؟

وَ اُملی لھُم اِنَّ کیدی متینُ
خبردار میرا عصا بے صدا ہے

دغا کے ترازو سے نفرت ہے مجھ کو
یہ پیمانہ نقصان و خسران کا ہے

۶۲۴

کسی نے سمندر کو چلّو سے ناپا؟
کوئی سیڑھی سے آسماں پر چڑھا ہے؟

۶۳

چلا کوئی گہراؤ کی تھاہ میں، یا
سمندر کے سوتوں میں داخل ہوا ہے؟

۶۴

درختوں کو تم کس لئے پوجتے ہو
تمہارا خدا کیا زمیں سے اُگا ہے؟

ستاروں پہ مہریں لگاتا ہے اللہ
سمندر کی لہروں پہ وہ چل رہا ہے ۶۲۸

خدا ہی کھلاتا ہے بھوکوں کو روٹی
اور اندھوں کی آنکھیں وہی کھولتا ہے

جو کبڑے ہیں ان کو وہ کرتا ہے سیدھا
لرزتے ہوؤں کو وہی تھامتا ہے

کسی کو وہ بوئے تو کاٹے کسی کو
وہ بستانیٔ باغِ ہر دو سرا ہے

قلم سے وہ تعلیم دیتا ہے، اُس کی
ازار و ردا عظمت و کبریا ہے ۶۳۲

۶۵

نیا گیت گاؤ حضورِ خدا میں
بدیع آفرینی عیارِ وفا ہے

کہیں آفرینش میں اے چشمِ ناظر!
فطور و تفاوت نظر آ رہا ہے؟
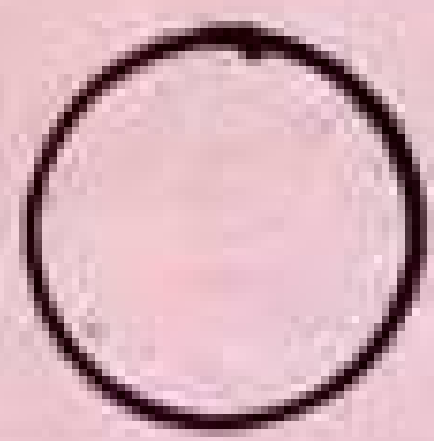
تُو کس طرح کرتا ہے مُردوں کو زندہ؟
جو انساں تھا موجِ ہوا بن گیا ہے!

ہے شاہد قُلِ الرّوحُ مِنْ امرِ ربّی
کہ حجّت تری حکمتِ بالغہ ہے ۶۳۶

وہی ہے شفا جو ہو تیری طرف سے
جسے غیر بخشے وہ رنج و شفا ہے

منزّہ ہے مِثل و ضد و شِبہ و نِدّ سے
تُو سرحدِ ادراک سے ماورا ہے

تری شان ہے احکم الحاکمینی
تُو سرچشمۂ اقتدار و بقا ہے

تو بیدار و پایندہ، قیوم و زندہ
ازل سے تو تخلیقِ جاں کر رہا ہے ۶۴۰

کَاَنَّ، لَوْاَنَّ، لِمَ، مَنْ سے برتر
مجھے شوق تیری طرف کھینچتا ہے

تو رہتا ہے آنکھوں میں بستا ہے دل میں
مگر صرف عارف ہی پہچانتا ہے

دقائق کو عارف کرے آشکارا
کہ رمز آشنائے بقا و فنا ہے

مرے اشک کرتے ہیں میری شفاعت
مرے جرم سے عفو تیرا بڑا ہے ۶۴۴

بدن گرد آلود ہے چشم پُرنم
یہ نم ہے محبت کا، گردِ وفا ہے

خدائی۔ ربوبیتِ عالمینی
خدائی خبر گیریٔ بے نوا ہے

(زمیں پر خدا کا خلیفہ ہے انساں
اسی واسطے رنج میں مبتلا ہے)

کیا دل کو زندہ محبت کے مینہ سے
مرا ہر بُنِ مو سراپا تمنا ہے
۶۴۸

جو تھا اک بیابانِ بے آب و دانہ
وہ تیری توجہ سے گلشن بنا ہے

جو مردانِ دانا ہیں ڈرتے ہیں تجھ سے
کہ دانش حقیقت میں خوفِ خدا ہے

ہے عالم وہی جس کے دل میں ہو خشیت
جہالت خود آرا و یاوہ سرا ہے
۶۶

کرے منہ ثنا تیری مسرور لب سے
کفِ خاک کو تو نے گویا کیا ہے
۶۵۲

بناتا ہے تو اپنا رتھ بادلوں کو
کہ تختِ رواں تیرا آب و ہوا ہے

ترے پاس سرچشمہ ہر زندگی کا
ترے نور سے چرخ آراستہ ہے

چراگاہ میں جھنڈ کے جھنڈ پھیلے
خوشی سے کمربستہ کوہِ صفا ہے

ہے عَذْبًا فُرَاتًا۔ نہ مِلْحًا اُجَاجًا
پہاڑوں سے آبِ خنک پھوٹتا ہے ۶۵۶

وَ انتَ المقدّم وَ انتَ المؤخّر
تو منزل ہے مقصود ہے مرتجےٰ ہے

نہیں کوئی معبود تیرے علاوہ
ترا راز کوئی کہاں پا سکا ہے؟

حفیظ و حسیب و مُقیت و مصوّر
ستائش تری جان و دل کی غذا ہے

مٹے وہ جو تیرے قواعد کو بھولے
ملا ہے جسے فہم زندہ رہا ہے! ۶۶۰
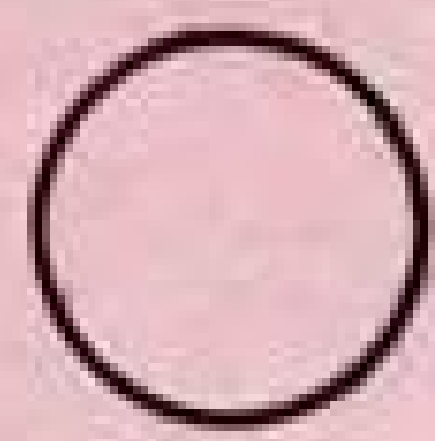
ہے اضداد سے رونقِ بزمِ عالم
بہار و خزاں ہے نموز و شتا ہے

تنوّع پہ قائم ہے یہ کارخانہ
ہر اک شے کا منہاج و مسلک جدا ہے

سُن اے عالمِ اِنّ مِنَ العلم جھلاً
حقیقت بیاں سے وراءُ الوَرا ہے

یہ قدرت ہے اس قادرِ لم یزل کی
نوا سنجِ صُنعِ خدا، ناخُدا ہے ۶۶۴

سمائے دلِ مردِ مومن میں مولا
کہ مومن کا دل عرشِ پاکِ خُدا ہے

وہ محسوس و موہوم ہے ذوالعجائب
بہ تنزیہہ و تشبیہہ ، بے تجزیہ ہے

وہی ہے وہی مستماح و مؤمّل
وہی مامن و مرجعِ بے نوا ہے

بہ اوصافِ علیا و اسماءِ حسنےٰ
زمانہ سدا اس کا دستاں سرا ہے ۶۶۸

زمانہ ہی کھوٹے کھرے کی کسوٹی
زمانہ ہی تابوتِ عہدِ خدا ہے

زمانہ یروشیلم و طورِ سینا
زمانہ ہی فاران و غارِ حرا ہے

کسے حمدِ باری تعالےٰ کا یارا ؟
قلم خشک لب ہے زباں بے نوا ہے!

۶۷

بُرُودُ المنایا تُصیب و تُخطی ؛
توکّل بر اسبابِ ظاہر خطا ہے ۶۷۲

جہاں کیا کرشمہ ہے کُن فیکوں کا
وہ مختار کرتا ہے جو چاہتا ہے

وہ حنّان و منّان و ذوالطّول و مُعطی
سزاوارِ حمد و مدیح و ثنا ہے

علیمٌ خبیرٌ سمیعٌ بصیرٌ
وہ خالق ہے مالک ہے فرمانروا ہے

پکارو اسی کو بہ سرّآ و ضرّآء
وہ ہر شے کا نعم البدل بخشتا ہے

وہ شامل ہے خلوت کی سرگوشیوں میں
وہ خواب و خیال و خلا و ملا ہے

چلے آس کے پیڑ ہیں جیسے پانی
ہمارے بدن میں یونہی چل رہا ہے

وہ وہّاب و رزّاق و فتّاح و باسط
دریچے دل و ذہن کے کھولتا ہے

سمجھتے ہو قہار و جبار جس کو
وہ سر چشمۂ رحمتِ کاملہ ہے ۶۸۰

کہا اس سے آنکھوں نے سمعاً وطاعۃً
غلام اپنے آقا کو پہچانتا ہے

درخت و ستارہ کریں اس کو سجدہ
کسے اس کی ہستی میں چون و چرا ہے؟

وہ ذوالبطش و دیان و سلطان و مُقسِط
ہر اِک شے کو میزان میں تولتا ہے

۶۸
رہے شہرِ تُہ در میں مہمانِ روحی
خدا غیر فانی، خودی کو فنا ہے ۶۸۴

ہے توحید تطہیرِ دل ماسوا سے
وہ ملحد ہے جو بندۂ ماسوا ہے!

○

اُترتے ہیں جس طرح بارش کے قطرے
اسی طرح قرآن نازل ہوا ہے

حدیث و قصص کا خزانہ ہے قرآں
درِ فضل و احساں شب و روز وا ہے

بقولِ صَفَنیاہ : سافا بِرارا
ہر اِک شے کا اس میں بیاں آگیا ہے ۶۸۸

ہوا بول بالا قریشی لحن کا
ظہور اس نے غارِ حرا سے کیا ہے

کلامُ الملوک ملوکُ الکلام
دل اقرار کرتا ہے وحی خدا ہے

کہے شیرِ حاداش : داؤد اس کو
نئی لے ہے اس کی، نیا زمزمہ ہے!

۶۹

بیاں سے فزوں ہے حلاوت، طراوت!
کسے تابِ تحدیثِ حسن و بہا ہے؟ ۶۹۲

ثنا اس کا بیراب شاخوں پہ پھل ہیں
کلامِ خدا ہوں یہ خود بولتا ہے

رسولانِ پیشیں کے سارے صحیفے
کلامِ مبیں مسترد کر چکا ہے

مجلّہ ہے لقمان کا خوب لیکن
غبارِ زمانہ سے دھندلا گیا ہے

ہے تقویم پارینہ از کار رفتہ
حکایاتِ فرسودہ میں کیا دھرا ہے؟ ۶۹۶

ہمیں ہفت گنجینہ ہے ہفت ہیکل
یہ وہ شے ہے جس کو ہمیشہ بقا ہے!

○

سفارت ملی جس کی روح القدس کو
یہ وہ بے بہا ارمغانِ خدا ہے

یہ اسرار و اوہام سے پاک مذہب
پسندیدۂ خاطرِ کبریا ہے

نہ رہبانیت ہے نہ عزلت و تبتّل
سلام و سکوں ہے قبول و رضا ہے

ہو کیونکر نہ غالب یہ سب مذہبوں پر
کہ یہ سربسر قوّتِ نامیہ ہے

خرد سے مخمّر ہے یہ دینِ فطرت
یہ رفعِ قناع اور کشفِ غطا ہے

اذان اس کی اِذعان وسعی و توکّل
مُسلمان مستغنیٔ ماسوا ہے

ہجومِ مصائب میں شادان و فرحاں
زباں نغمہ سنجِ ثنائے خدا ہے ۷۰۴

شکستِ عزائم سے پہچانے رب کو
جو چڑھتا ہے وہ شام کو ڈوبتا ہے

بلاغ امرِ معروف ہے نہیِ منکر
طلب بے نیازِ جحود و ہجا ہے

جئے کیوں وہ محکوم و مجبور ہو کر
کہ انسان آزاد پیدا ہُوا ہے؟

ابوالوقت ہوتا ہے مجذوب و سالک
جو شاکی ہے ایام کا ژاژخا ہے ۷۰۸

اتار اپنی گردن سے طوقِ غلامی
اے ابنِ بشر! کیا یہی ارتقا ہے؟

سمجھ فرصتِ زندگی کو غنیمت
عبث تو رہینِ فغان و گلہ ہے

توقع غلط ہے شکایت ہے بے جا
زمانے کی عادت ہی دجل و دغا ہے

ہے مدح و ملامت موحّد کو یکساں
خدا کی فقط وہ رضا ڈھونڈتا ہے ۱۲ء

عبادت میں محنت کرو حسبِ طاقت
کسی کام میں ہو غلو نا سزا ہے

جو سنتا ہے سنتا ہے قول الاباطل
زباں دانش آموز، دل بت کدہ ہے

بچا شرِّ حاسد سے بارِ اِلٰہا!
کہ تمویہ و تدلیس و خبث و خنا ہے

خدا کی پناہ امتحان و بلا سے
کسے طاقتِ امتحان و بلا ہے؟ ۱۶ء

گرفتارِ درد و مصیبت ہے زچّہ
کہ یا اہلِ دل کوئی سسکارتا ہے

رہِ شوق میں مشعلِ راہبانی
ریاض و نیاز، انکسار و حیا ہے

ہے صبر و سماحت ہی ایمان باللہ
وہ مومن نہیں جو تنگ حوصلہ ہے

یہی جنّۃُ الخلدِ دُنیائے فانی
یہی بیتِ اَحزان و بزمِ عزا ہے ۷۲۰

۷۲

ہمیشہ ملے آگے بڑھنے میں عزّت
ثباتِ قدم پیشِ کارِ عُلا ہے ۱

کبھی بُزدلی سے بڑھی زندگانی؟
کبھی وقتِ موعودہ پیچھے ہٹا ہے؟

یہ پوچھو تو لب تشنگانِ ہنر سے
کنوئیں کو گھڑا کس لئے ڈھونڈتا ہے؟

ہے تحصیل و اِنفاق سود و سعادت
اور امساک و اسراف عسُر و عنا ہے ۲۴۔

ہے توحید۔ داد و دہش، زہد و تقویٰ
یہ تجرید و تفرید کا راستہ ہے

یہی فرق ہے جالب و مُحتکِر میں
یہ ربو و ربیٰ ہے وہ بیع و شرا ہے

انا کُنزُکَ مارِ پیچاں کہے گا
تُو دولت سزا کے لئے جوڑتا ہے؟

نہ احقاقِ حق میں ہو اِخفا و خشیت
کہ سچ کہنے والا حبیبِ خدا ہے ۲۸۔

کرو علم حاصل سیادت سے پہلے
کہ بے علم سے جانِ عالم خفا ہے

ہے جانِ جہاں اُلفتِ علم و عرفاں
یہی اسمِ اعظم ہے نامِ خدا ہے

تفکّر دل و عقل کا حجِّ اکبر
یہ لوحِ طلسمِ خلا و ملا ہے

ادب سے ہو آباد ویرانہ دل کا
تفکّر نہیں جس میں وہ علم کیا ہے؟ ۴۳۲

ہوئی پہلے تخلیق عقل و قلم کی
فروغ ان کو نورِ نبی سے ملا ہے

ہے حکمِ : اَعِدُّوا لَھُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ
ترقّب تو میرِ سپاہِ خدا ہے

امانت ہے دروازہ آسودگی کا
وگرنہ ہوس کی کوئی انتہا ہے!

کرو امن قائم ، رہو آشتی سے
کہ شرّ و فساد التہاب حشا ہے ۴۳۶

بچو بد گمانی سے ، تخمین و ظن سے
جو افواہ پھیلائے ماخولیا ہے

خسارے میں رہتے ہیں ابنائے دُنیا
کہ پھلتا نہیں بید گو پھولتا ہے

سفرِ بحر و بر کا وسیلہ ظفر کا
تلاش و تجسّس میں فوز المنیٰ ہے

نہ جوشِ خطابت نہ زورِ تخیّل
لکھاتا ہے ہاتف، قلم لکھ رہا ہے ۴۰،

بنے آڑ باطل کی حق بات اکثر
کہ کج کو ہمیشہ ہی کج سوجھتا ہے

دماغ آدمی کا ہے فرمانبر دل
جو بولے یہ اس کی سند ڈھونڈتا ہے

ہے تاکیدِ اَحسنُ اِلیٰ مَن اَساءَ
مُسِیءُ راندہَ درگہِ کبریا ہے

سوال ابنِ آدم سے کرتی ہے فطرت:
کہاں سے تو آیا، کدھر جا رہا ہے؟ ۴۴،

سُن اے محوِ رنگینیٔ رقص و رامش!
مقدّر ترا صیحہ و صاعقہ ہے

چھپا کر نہ رکھ اپنی آنکھوں میں آنسو
تُو راتوں کو نیندوں میں کیوں کھو رہا ہے؟

سکوں دل کو ملتا ہے قصرِ اَمل سے
ہوا و ہوس گنجِ رنج و عنا ہے

محبّت تو محبُوب کی ہے اطاعت
تُو بیگانگاں کی رضا ڈھونڈتا ہے ۷۴۸

بلاکش کو فرشِ حریری سے بڑھ کر
سریرِ مغیلاں، حصیرِ حصا ہے

رہینِ حوادث ہے کُلّ ابنِ اُنثیٰ
ہر اِک آدمی مُشکلوں میں گھرا ہے

ہوا کے پرندے نہ بوئیں نہ کاٹیں
مشقّت میں آدم کا بیٹا جُتا ہے

کیا ہم کو غم کے لئے اُس نے پیدا
جو بے غم ہے بچّہ ہے یا باولا ہے ۷۵۲

جو راتوں کو باب الفرج کھٹکھٹائیں
انہیں مژدۂ وصلِ جاناں ملا ہے

ہے ہمّت ہی اے صاحبو! اسمِ اعظم
یہی ہو بہو نسخۂ کیمیا ہے

تعلّی نہیں شیوہ اربابِ دل کا
دفِ موجِ آبِ گہر، بے صدا ہے

چڑھو نردباں پر مگر پایہ پایہ
کہ عجلت میں اندیشۂ سقطِ پا ہے ۷۵۶

سب اہلِ ریاضت میں ہو خرقِ عادت
یہی کچھ کرامات ہے معجزہ ہے

جگر چاک ہو سنگ ضربِ عصا سے
یہ شاخِ شجر ہے کہ یا اژدہا ہے؟

نہ زہد و تقشّف نہ سحر و تکہّن!
ترا راستہ بیچ کا راستہ ہے

لِکُلِّ امرءٍ ما نوی: قولِ برحق
بالانجام پاتا ہے جو ڈھونڈتا ہے ۷۶۰

وہی کام نافع ہے جو منتقل ہو
تلوّن مزاجی خلافِ وفا ہے

چھپانا ہلاکت ہے علم و ادب کی
جہالت ہے جو علم بے فائدہ ہے

کسی سے نہ خدمت ہو دو مالکوں کی
کبھی ہو نہ آسودہ جو دو دلا ہے

شراب اژدہاؤں کا بس، زہرِ قاتل
تو نکتارِ شیریں پہ بھولا ہوا ہے ۷۶۴

نہ کر خونِ انصاف لالچ میں آ کر
زباں چپ رہے تو لہو بولتا ہے

عطا کی ہے جس نے ترے دل کو دانش
صداقت کی قربانیاں مانگتا ہے

دکھوں کو جو بوئے گناہوں کو جوتے
وہ وقتِ درو، فصلِ غم کاٹتا ہے

رعایت ہے ناراستی فیصلوں کی
ارادے جو بدلے نحوست زدہ ہے ۷۶۸

مقدس الہوں کی روح اس میں بولے
یہ گوسالۂ سامری، کیا بلا ہے!

وہ صیدانی عمونی ملکوم و عستر
بُتِ نا مسلماں شریکِ خدا ہے

بتوں کے مقاموں کو مسمار کرنا
ہر ایک اہلِ ہمت پہ فرضِ خدا ہے

یہی خمر و اَزلام و اَنصاب و میسر
یہی جبت و طاغوت ہے اور کیا ہے! ۷۷۲

جو انسان کی دستکاری کو پوجے
وہ ممسوخِ ابلیسِ تلبیس زا ہے

گیا دفتِ مے خواری و عیش ۔ کوشی
اُٹھو عمر کا قافلہ لد رہا ہے

وصالِ عزانی کا انجام تلخی
جو احلیٰ و اعلیٰ ہے روحی نشہ ہے

مبارک ہے گمنام و بے وقر بندہ
کہ نام و نمود آفت و ابتلا ہے ۷۶

طبیعت کے سفلے ہوں تباہ و زاہی
مذاقِ خبیسانہ ہی خود نما ہے

۷۴

ہلوع و جزوع و منوع ابنِ آدم
ہے کربِ مجسّم، تو کس کی خطا ہے؟

زمانے کی عادت ہے ابلہ فریبی
فراست سے بے بہرہ ہی دہریہ ہے

فراست سکھاتی ہے چہروں کو پڑھنا
مصنّف کتابوں میں چہرہ نما ہے ۸۰ء

حفاظت کرو اپنے دل کی ہمیشہ
یہ عینِ عیونِ صواب و خطا ہے

کرو ضبطِ نفس ، انضباطِ نفس سے
بہادر ہے غصّے کو جو روکتا ہے

پرانی حدوں کو نہ سرکاڈ یونہی
روایت تو سرچشمۂ ارتقا ہے

ہے نورِ سحر کی طرح راہِ صادق
کبھی چاند بھی راستہ بھولتا ہے؟ ۸۴ء

کرو رحم چھوٹوں پہ آدر بڑوں کا
کہ حفظِ مراتب میں رلّی بھتا ہے

ہر انساں فریضہ بجا لائے اپنا
منافق ہے جو خواستگارِ صلہ ہے

تنجّر کے ہمراہ آتی ہے ذِلّت
کہ جُڑواں ہی جوڑا یہ پیدا ہُوا ہے

کرے اہلِ حکمت کی حکمت حفاظت
نہ رہزن کا ڈر ہے نہ بیمِ بلا ہے ۷۸۸

ہے گو باعثِ ازدیادِ محبّت
مگر ہدیہ سے اجتناب اَولیٰ ہے

ہے تخمِ نفاق اقربا پروری میں
یہ رشوت ستانی نہیں ہے تو کیا ہے؟

پریزاد پاتر ہے دُنیائے دلبر
گُل اندام شمشیرِ آہیختہ ہے ۱

کبھی دست مالی کبھی کفش کاری
عجب امتزاجِ فریب و دغا ہے ۷۹۲

کبھی سکتہ و انفعال و تذلّل
کبھی ناز و اعجاب و کبر و انا ہے

بہر سُو کمندیں چھپی ہیں زمیں میں
یہ دُنیا کا نزہت کدہ، صید گہ ہے

ہے افسوس! افسوس! افسوس! اس پر
جو عیش و تنعّم کا حسرت زدہ ہے

بگولے کی مانند آئے گی آفت
رُکا پھر کہاں جب یہ جھکّڑ چلا ہے؟ ۷۶

زبونی ہے اعطیٰ قلیلاً وّ اکدیٰ
وہ دل مانگ جو جوئے جود و عطا ہے

زر و مال میں اس نے رکھّی ہے لذّت
اسی واسطے اس کو فتنہ کہا ہے

۷۵

دلِ اُمّ ِ موسےٰ کی مانند خالی
سخی مردِ کا کیسہ غربال سا ہے

تبسّم بھی ہے پیشِ اِخوان صدقہ
جو سرکہ جبیں ہے خرد خُنفسا ہے ۸۰۰

ہے عصیان و طغیان کفرانِ نعمت
اطاعت رہ و رسمِ اہلِ صفا ہے

ہمیشہ رہو بچ کے عجز و کسل سے
وَلَا تَھِنُوا شمعِ راہِ ہُدیٰ ہے

کتابوں میں حکمت کو کر لو مقیّد
کہ یہ صید آہو تگ و باد پا ہے

ڈرو حُزن و ہَم سے، بچو یاس و غم سے
کہ ایمان ریحان و رَوح و رجا ہے ۸۰۴

جو رو رو کے بوئیں وہ گا گا کے کاٹیں ا
حقیقت میں کاسب حبیبِ خدا ہے

ہے اندیشہ سنجی ہی بیدار مغزی
پریشاں خیالی زیاں جان کا ہے

جلیں خواہشیں آتشِ معرفت سے
ہوس سے مُبرّا ہے جو با خدا ہے

حریفوں کے جنگ و جدل کا تماشا
کھڑا بے نیازانہ وہ دیکھتا ہے ۵۰۸

نہ ہو عبدِ صالح گِلا سنجِ شکوہ
نزولِ بلا امتحانِ وفا ہے

پری گوشۂ عیش و بہجت سے پہلے
سیہ خانۂ حسرت و وسوسہ ہے!
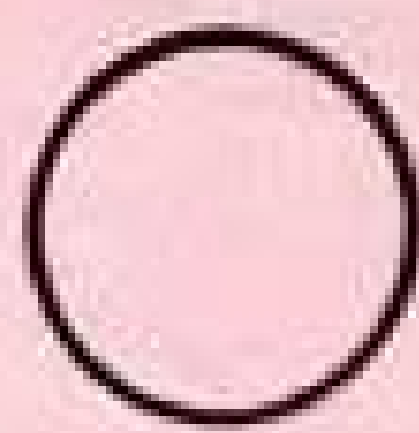
مجسّم عزیمت ہے ایوّب صابر
بدن ذوالقروح و زباں پُر ثنا ہے

تھا سرکردہ وہ عُوض کی سرزمیں کا
مگر سینگ اس کا زمیں پر پڑا ہے ۸۱۲

کرے اُف تو خارج ہو پیغمبری سے ۱
سراپا وہ تصویر صبر و رضا ہے

"ہمیں چھوڑ کر غیر سے التجا کی
یہ آرے سے چرنا اسی کی سزا ہے!

الیفز [۷۶] کو بلدد کو صوفر کو دیکھو
جو خود آشنا ہے خدا آشنا ہے

بشر گھاس کا پھول، شبنم کا موتی
نوامیسِ فطرت سے جنگ آزما ہے ٨١٦

وہ ناشکر، نا اہل، نیکی کا دشمن
جو طبعی محبّت سے نا آشنا ہے

ہے خانہ خراب اپنے ہی مشوروں سے
تماشا وہ گھر پھونک کر دیکھتا ہے

یہ کرتا ہے اسرارِ باطن کو ظاہر
حکومت ہو دولت ہو سِفلی نشہ ہے

ہیں فقر و غنا دونوں وابستہ دل سے
امیری غریبی کا مضموں جدا ہے ٨٢٠

نجابت ہے اِک جنسِ نایاب و نادر
اسے کوے و برزن میں کیا ڈھونڈتا ہے؟

خرد زر سے بہتر ہے کندن سے افضل
تُو دانش کو سکّوں میں کیا تولتا ہے؟

بہت عاجز اندر سے ہوتے ہیں جابر
کہ چہرہ تو گمراہ کن بدرقہ ہے

کرو فرق مسکینی و مفلسی میں
جو مفلس ہے دل اس کا طوعِ رضا ہے؟ ۸۲۴

خجل اس سے خنّاس و سیماب دحربا
بشر اپنی فطرت میں بہروپیا ہے

نہ ہر خانہ برباد و مفلس ہے مسکیں
نہ ہر تاجور صاحبِ طنطنہ ہے

جو دل کا فروتن ہے پائے گا عزّت
کہ وہ ہمرکابِ رسولِ خدا ہے

ہے اِک مختصر وقفۂ خواب و یقظہ
خبردار ہو زندگی برق پا ہے ۸۲۸

خیالوں کی مانند جاتی ہیں عمریں
تو اے نفس! کس وہم میں مبتلا ہے؟

ہے عظمت کی راہوں پہ ظلمت کا پہرہ
ہر اک بطل گر گر کے اُوپر چڑھا ہے

محبّت کا پیغام : بَشِّرُوْ وَ یَسِّرُوْ
ہمیں ردّ و تسلیم کا حق ملا ہے

کوئی فتح پائے نہ قوّت سے تنہا
بنامِ خدا غلبہ و اعتلا ہے ۸۳۲

یہ دُنیا ہے گویا درختوں کا سایہ
ٹھہر کر جہاں راہرو چل پڑا ہے

کرو جس پہ احساں ڈرو اس کے شر سے
کمینے سے کب بارِ احساں اُٹھا ہے؟

کرو سانپ کی جس قدر چاہو سیوا
مگر جب بھی موقع ملے کاٹتا ہے

کریں خردہ گیری ہر اِک زندہ دل کی
یہاں کس کا دامن سلامت رہا ہے؟ ۸۳۶

عدو و مرض ہو کہ یا قرض و آتش
سمجھنا حقیر اس کو جہل و عمیٰ ہے

سراسر ہیں دھوکے کے دشمن کے بوسے
مگر دوست کا زخم بھی پُر وفا ہے

دیا بارہا سادہ قصّوں نے دھوکا!
حقیقت بھی کتنی فسوں ماجرا ہے!

وعیدِ عذاب اس پہ ہو کیا مؤثر
کہ انساں سخن ناشنو، بے وفا ہے! ۸۴۰

کیا اس کو تقویمِ احسن میں پیدا
مگر اسفلُ السافلیں میں پڑا ہے

خزانوں پہ کرتے ہیں بے عقل تکیہ
ہیں خود خاک اور خاک پر آسرا ہے

جو دعویٰ ہے ان کا جہالت کا دعویٰ
غرور و تعصب نے بہکا دیا ہے

جو برہانِ روشن کو دیکھیں تو بولیں:
یہ سحر و کرشمہ ہے یہ سیمیا ہے ۸۴۴

کریں تن کو آباد دل کو اجاڑیں
انہیں عقلمندی کا ٹھیکہ ملا ہے

غمِ زندگی سے کسلمند و خستہ،
غنودہ ہے ادراک، دل اُونگھتا ہے

دماغوں بیں جالے، زبانوں پہ تالے
انہیں حرص کی عِلّت مزمنہ ہے

وہ دن رات تنتے ہیں مکڑی کا جالا ۸۴۸
عمل کے بغیر آرزو، ابتلا ہے

کھڑے بیٹھے سیتے ہیں لغی کے انڈے
کرے ان پہ کخ کخ جو بھی دیکھتا ہے

بچیں گے سزائے جہنّم سے کیوں کر
انہیں کس یدِ غیب کا آسرا ہے؟

وہ ہیں زور آور مگر مے کشی بیں
ہے قد لو گزا، ذہن بالشتیا ہے

گھروں میں اندھیرے میں وہ سیندھ ماریں
ہے وہ بختیاور جو ان سے بچا ہے ۸۵۲

زر و اقتدار ان کے معبودؔ و معبد
انہیں کا شب و روز ان کو نشہ ہے

وہ لعنت کو پوشاک کی طرح پہنیں!
رذالت کا ماتھے پہ ٹھپّا لگا ہے

بدی کو وہ پیتے ہیں پانی سمجھ کر
انہیں خارشی اُونٹ کا عارضہ ہے

تحریروں کی ہر فتح ہے چند روزہ
مگر ان کی آنکھوں پہ پردہ پڑا ہے ۸۵۶

دغا باز و زر دوست، مغرور و بد گو
بھلائی کی ان سے توقّع خطا ہے

ہیں لاتؔ و مناتؔ و ہبلؔ کے پجاری
رگ و ریشہ میں عزّیؔ و نائلہ ہے

وُدّ و ذاتِ انواط و دوّار و عبعب
صنم گر حضور صنم میں دوتا ہے

سواع و یغوث و یعوق ان پہ حاوی
اساف اور نسر ان کا گویا خدا ہے ۸۶۰

نہ منہ سے وہ بولیں نہ آنکھوں سے دیکھیں
تمہیں ان کھلونوں کا کیا آسرا ہے؟

کثیرُ الفضولِ ، قلیلُ الدماغ
انہیں سہو و نسیان کا عارضہ ہے

ہیں دل نیند میں لیکن آنکھیں کھلی ہیں
بجا اُن کو حیوانِ ناطق کہا ہے

لبوں پر ہے : وا حسرتا ! وا دریغا!
دل اپنی روش پر چلا جا رہا ہے ۸۶۴

ترقی ہے شرمندگی احمقوں کی
پہ بدبخت و احول کہاں مانتا ہے؟

جحیم و سعیر و سقر ان کا ماویٰ
اور آرام گہ جُبِّ حُزن و لظیٰ ہے

دلوں میں مرض ہے جو ہے روز افزوں
طبیبوں کی تشخیص ہے لا دوا ہے

ہے سجّین منزل ان ابنائے زر کی
یہ اولادِ شر، ہیمہ ہاویہ ہے ۸۶۸

کریں ظلم پر فخر، چوری پہ پھولیں
خرد دنگ ہے، ہوش حیرت زدہ ہے

سمجھتے ہیں لہو و لعب زندگی کو
جو فضلِ مبیں، نعمتِ بے بہا ہے

سمندر[۷۹] سے گویا وہ بھرتے ہیں چلّو
اِدھر ساقیٔ حوضِ کوثر کھڑا ہے

زہے سادگی نستخبلُ الجھامَ
فریبِ تمنّا نے اندھا کیا ہے ۸۷۲

سفال و خزف کو سمجھتے ہیں موتی
ملمّع نے آنکھوں کو چندھیا دیا ہے

شبِ سرد میں جیسے جگنو پکڑ کر
خس و خار کو بوزنہ پھونکتا ہے

کہ و مہ کا مذہب وہی ہے جو شہ کا
کہاں صاحبِ رائے؟ غولِ رمہ ہے!

کوئی عبدِ عزّیٰ، کوئی عبدِ حارث
جسے دیکھیے بندۂ ماسوا ہے

ہو اللہ سے اتّصال و تعلّق
تو قیدِ علائق سے وحشی چھٹا ہے

مفاد و مصالح کی زنجیرِ زر سے
دلِ حُر کو صیدِ مکائد کیا ہے

ہر اِک بُت کو ہے کبریائی کا دعویٰ
مگر صاحبِ **یفعلُ ما یشا** ہے؟

لگاتے ہیں نعرہ وہ اعلےٰ ہبل کا
جو خود آفریدہ ہے ان کا خدا ہے ۸۸۰

"ہے عُزّیٰ معین و مددگار و ناصر!"
جو کہتا ہے یہ کس قدر بے حیا ہے

ہیں بے نور آنکھیں دلِ بولہب کی
نشۂ بُت پرستی کا دل میں رچا ہے

سمجھتے نہیں منصبِ آدمیت
بشر دام و دد کا قصیدہ سرا ہے

حریصِ حیات اور شہوت کے پُتلے
دماغ اوندھے، ذہنوں میں شورِ خلا ہے ۸۸۴

زباں ان کی جھوٹی ہے اونچی ہیں آنکھیں
بدن بے گناہوں کے خوں سے رنگا ہے

شرارت کے منصوبے دل ان کا باندھے
قدم ان کا سوئے بدی دوڑتا ہے

وہ حسینِ حسیں دل کا برجِ مشیّد
تن آسانیوں نے مسخّر کیا ہے

ہے لاد و نعم سب سہولت کے تابع
سخن ان کا ناقابلِ اعتنا ہے ۔۔۔

کبھی سیر ہوتی نہیں ان کی آنکھیں
جگر اسفل السّافلیں کا گڑھ ہے

نمایاں ہے نیرنگیٔ کفر و ایماں
کہ نامحکمی کا انہیں عارضہ ہے!
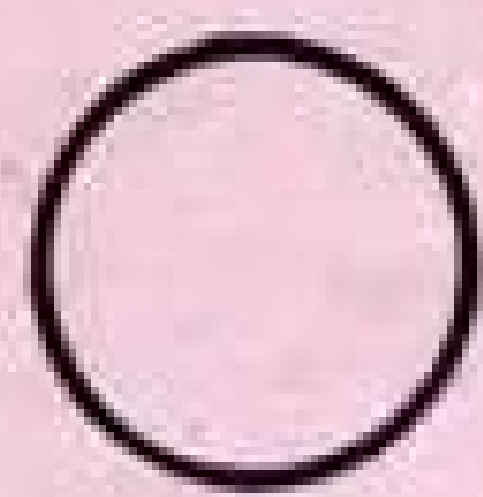
شرف اس کو پکڑے شرف سے جو بھاگے
اجل کی تمنّا نوید بقا ہے

جدھر رب ادھر سب بھلا اس میں کیا شک
جوان و توانا ہے جو با خدا ہے ۸۹۲

کبھی کشفِ کونی، کبھی کشفِ ذاتی
وَ بی یبصُرُ کا عجب سلسلہ ہے

ہے کشف و کرامت کی منزل سے آگے
جو میدانِ توحید و دار الورا ہے

جسے تم سمجھتے ہو کشف و کرامت
وہ حیض و نفاسِ دلِ اولیا ہے

کرے پیروی اس کی شِبرُاً فشِبرُاً
مُسلماں پہ مشرک کا سایہ پڑا ہے ۸۹۶

یہی بختِ واژوں، یہی طالعِ دوں!
دلوں کے حرم میں صنم گھس گیا ہے

دلوں ہی سے پھُوٹے ہدایت کا چشمہ
دلِ رازداں قیّمِ قافلہ ہے

نہ ہو خوئے سرگوشی و رازداری
غرض سے مبرّا زباں بے ریا ہے

سکھاتی ہے مکّاری و فیلسوفی!
یہ دُنیا بُدلِ زنکہٗ کافرہ ہے ۹۰۰

سمجھ لو فسوفَ یکونُ لزاماً
یہ دارِ عمل ہے وہ دارِ جزا ہے

وہی کام اچھا ہے جو نفع بخشے
کہ اشیاء کو حسبِ افادہ بقا ہے

ہمیشہ قُلِ الحق و لو کان مُرّا
کہ خوفِ خدا علم کی ابتدا ہے

نگہبان ہوں علم کے ہونٹ تیرے
کہ علم اوج و اقبال کا راستہ ہے ۹۰۴

جلاہے کی ڈھرکی سے دن تیز تر ہیں
ٹھہرتی نہیں عمر گویا ہوا ہے

صیانت ہے لَا تَسْئَلُوا النَّاسَ شَیْئًا
تعفّف خوئے مردِ با حوصلہ ہے

تو لنگڑے کی لاٹھی بن اندھے کی آنکھیں
کہ فیض و کرم شانِ اہلِ وفا ہے

سُن : اَحْسِنْ کَمَا اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْکَ
جو بے فیض ہے خرمنِ سوختہ ہے ۹۰۸

ملی کس سے خوش حالی و تندرستی
تو اپنی حقیقت کو کیوں بھولتا ہے؟

تلطف سے، خوشبو سے، پاکیزگی سے
بشر باغِ رضواں میں داخل ہوا ہے

سمجھتے ہیں شہ زور ہم تو اسی کو
غم و غصّہ میں خود کو جو تھامتا ہے

خُذِ الْعَفْوَ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ
کہ ناداں سے تکرار بے فائدہ ہے ۹۱۲

یقیں ہی فقط دے سکے دل کو تسکیں
غِنیٰ النّفس اے نفس! خیر الغنیٰ ہے

عمل جاہلیّت کا ہے شور و نوحہ
فغاں عشق کی نالۂ بے صدا ہے

وہ بدنظمی و انتشار و تشتّت
یہ تنظیم و جمعیّت و تعبیہ ہے

براہیم کا دین ہے سہل و آساں
فراغ و فروغ و سرور و صفا ہے ۹۱۶

نہیں ہے یہ دینِ یہود و نصاریٰ
تو اس میں خم و پیچ کیا ڈھونڈتا ہے؟

جمعیت رکھے ملک و ملت کو زندہ
جو محرومِ غیرت ہے خواجہ سرا ہے

کوے و کاخ ویراں میں بھٹکے مسلماں
برہمن کو بیت الصنم مل گیا ہے

اندھا دھند تقلید نصرانیوں کی
سفاہت ہے ادبار ہے داہیہ ہے ۹۲۰

تبدل کہاں سنتِ عزّ و جلّ میں!
قلم لوح تقدیر کی لکھ چکا ہے

نہ لوٹے گی یہ عمرِ برباد رفتہ
حلول و تناسخ فقط واہمہ ہے!

چوتھی

کتاب

○

جو مدِّ مقابل ہے ۔ فرعونِ سرکش
ڈرے ربِّ موسٰے سے جو آسیہ ہے

صنم گاہِ نمرود سے نکلی دعضہ
مگر نوح کی ہمسفر واعلہ ہے ۹۲۴

کوئی فاعلہ ۔ مریم مجدلانی
کوئی دُختر امصیا ۔ یلکلیا ہے

ہوئی اپنے چرواہے کوشی پہ عاشق
جو مہ رُو کتاں پوش تھی بے ردا ہے

تعلّق سر و بُن کا سمجھیں تو کیسے ؟
کہ رشتہ ازل عقل سے ماورا ہے !

○

یہ مانع ہے بارِ دگر دیکھنے سے
نگاہوں پہ پلکوں کا پردہ پڑا ہے ۹۲۸

ہے حق جسم و زوج و نظر کا بھی تم پر
جفا کار و جابر ہے جو یک رخا ہے

کرو حسن سے والہانہ محبّت
محبّت دلِ ناتواں کی غذا ہے

دلوں میں نہاں ہیں محبّت کی راہیں
روش لا ابالی ہے بے قاعدہ ہے

حفاظت کرو شرمگاہ و زباں کی
کہ حفظ و حیا شعبہ ایمان کا ہے ۹۳۲

کرو عہد آنکھوں سے مضبوط کر کے
کہ پرِ نار کو گھورنا ناروا ہے

بدی کرنے والے پہ یہ رشک کیسا؟
پتنگے کی مانند اس کو فنا ہے

وہ بادل کا سایہ ہو یا عشقِ خوباں
سرابِ درخشندہ و بے بقا ہے

ہمارے لئے آخرت اس کو دنیا
ملے گا وہی جو کوئی مانگتا ہے ۹۳۶

دُرِ دُرجِ مقصود ہے حسنِ مطلق
تو حسنِ مقیّد کا قیدی بنا ہے

غرور و تفاخر ہے تلبیس، لیکن
جمال و تجمّل پسندِ خدا ہے

جہادِ زنِ نیک حسنُ التّبعّلُ
تبرّج درِ مفسدہ کھولتا ہے

کبھی مرغکِ دام کو رم نہ دینا
کہ از طائرانِ اولی الاَجنِحَہ ہے ۹۴۰

منڈیریں لگانا ضرور اپنی چھت پر
مواشی کو باڑے کا پٹ روکتا ہے

ترفُّل، تذلّل، تبھنش ۔ خوئے بد
کہ ہر شوقیہ کشفِ عورت خطا ہے

بچو حالقہ، سالقہ، خارقہ سے
گلے کا جُوا[۸۳] ہے جوؤں سے بھرا ہے

جگا کر جو مُجرموں میں ہیں ان سے کہ دو
یہاں جو بدن پیرہن میں چھپا ہے ۹۴۴

بدی کا شجر، بارِ دارِ شرارت
قیامت کے دن وہ بدن برہنہ ہے

رجھائے جو غیروں[۸۴] کو اور ان پہ ریجھے
مہکتی مٹکتی چلے زانیہ ہے

معطّر کرے سیج کو عود و مر سے
وہ فتّانہ، حرّافہ و فاحشہ ہے

کسی کو خدا دے نہ بدکار بیوی
مصیبت ہے آزار ہے خرخشہ ہے ۹۴۸

ٹھہرتا نہیں گھر میں سیلانی جیوڑا
ہر اداماتی شمّاسہ و کافرہ ہے

لگاتی ہے عیّارہ گردوں میں تھگلی
چترنی کا چرتر فریبِ وفا ہے

ہے افعی کا زہر اس کے ہونٹوں کے نیچے
یہ زُہرہ کی ہم شکل ماگندیا ہے
۸۵

۸۶
زنِ مرد افگن۔ صواحبِ یوسف
زنِ عربدہ زن۔ گُلِ مزبلہ ہے ۹۵۲

۸۷
سیاوش کو سودابہ شعلوں میں پھینکے
یہ گر کیدِ کُن نہیں ہے تو کیا ہے؟

هو ابنِ قتیبہ[88] کی عمّہ کہ لونا[89]
زنِ فاجرہ مرحہ[90] و فیدرا[91] ہے

اسے سنگِ مرمر کا پیکر نہ سمجھو
نہ وہ حور زادی نہ وہ دیوتا ہے

جو مردوں پہ میدان میں غالب آیا
محلات میں عورتوں سے ہرا ہے 956

ہے حِنہ فتنہ[92] کی رُوداد شاہد
کہ ہر سوت میں سوکناپا رہا ہے

یہ ممکن ہے برتن سے برتن نہ کھڑکے؟
حسد تو بنو اشقلا چھوڑتا ہے

پڑوسن پڑوسن کو کمتر نہ سمجھے
تنافس سے دل کا مرض پھیلتا ہے

ہے یعقوب چوپان بیوی کی خاطر
ہر اک مرد راعی ہے زن راعیہ ہے 960

کرو اس کی عزّت یہ ہے ظرفِ نازک
اسے ٹیڑھی پسلی سے پیدا کیا ہے

گُلِ سرسبد گلشنِ رازِ کُن کا
زنِ صالحہ، دخترِ پارسا ہے

۹۳
جو مُلکِ مشاع اس کو کہتا تھا مزدک
تو اس بات کا فیصلہ ہو چکا ہے

سمجھتا ہے اس کو جو سامانِ لذّت
وہ بدبخت بے غیرت و بے حیا ہے ۹۶۴

تھا نوشیرواں نکتہ رس، جس نے فتنہ
سرِ آغاز ہی میں کچلوا دیا ہے

۹۴
ہے یہ بیضۂ الحذر سیپی کا موتی
یہ حوّا کی بیٹی ہے یا بیسوا ہے؟

محبت ہے در اصل عورت کی فطرت
اگر مکر کرتی ہے تو بے خطا ہے

نہیں - ایکساں اختیار و اباحت
تو کیوں بے دھڑک آگ سے کھیلتا ہے؟ ۹۶۸

○
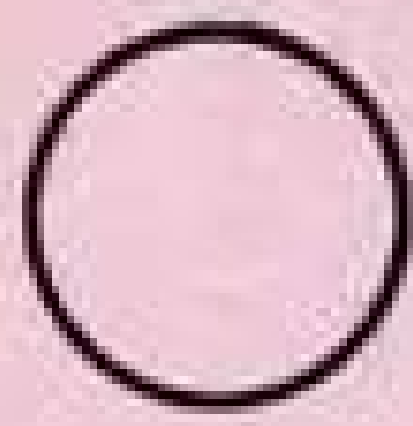
کیا لغزش پا نے معتوب اس کو
بہ صحرا میں نعرہ زناں ثعلبہ ہے

ہوا حسنِ آواز سے مست و بیخود
تو درّانہ بھائی کے گھر میں گھسا ہے

اکیلی ہے گھر میں جواں سال بیوی
پئے غزوہ مردِ مجاہد گیا ہے

ہوا مردِ مرتاض مغلوبِ شہوت
سوادِ ورَع ملکِ سُکرُ و ہوا ہے ۹۷۲

جنوں اپنی فطرت سے ہے لا اُبالی
خرد کا کہا یہ کہاں مانتا ہے؟

ہیں اسبابِ فتنہ : زمیں و زر و زن
یہ تثلیث و ترمورتی، حرفِ لَا ہے

ہے سرمایۂ عافیت - بیمِ دریا
شناور ہی گرداب میں ڈوبتا ہے

ازل سے ہیں توأم جمال و محبت
کشش حُسن کی، عشق کا داعیہ ہے ۹۷۶

جو دیکھا اسے سامنے بے محابا
کہ آپے سے باہر ہے، نشّہ چڑھا ہے

کہا پاک دامن زنِ مہ لقا نے:
"مرے دینی بھائی تجھے کیا ہُوا ہے؟

نہیں شرم تجھ کو رسول و خدا کی
کہ غازی کے ناموس سے کھیلتا ہے؟"

ہوئی دل پہ غالب خدا کی مہابت
تو جنگل کی وسعت میں گم ہو گیا ہے ۹۸۰

نہیں ہے گناہ اس کا بخشش کے قابل
کہاں منہ دکھانے کے قابل رہا ہے!

مٹی آن میں عمر بھر کی کمائی
کسے پارسائی کا اب اِدّعا ہے؟

ادیب و ورع کا لقب دیں تو کس کو؟
ہر اِک دل گلہ مندِ عشقِ نسا ہے

سعیدؔ اپنے دیرینہ ہمدم کو ڈھونڈے
کہ وہ میرے پیچھے کہاں چل دیا ہے؟ ۹۸۴

جو دیکھا اسے مضطرب اہلیہ نے
من و عن سب احوالِ رفتہ کہا ہے

پھرا دشت میں اس کو آواز دیتا
کہ اے یارِ غمخوار تو کس جگہ ہے؟

وحوش و بہائم سے حالت ہے ابتر
یہ مجنونِ وحشی ہے یا ثعلبہ ہے؟

نہیں ہوش مطلق اسے تن بدن کا
لبوں پر حنین و انین و بکا ہے ۹۸۸

یہ دیکھا تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے
"تو نسیان و غفلت میں کیوں مبتلا ہے؟

سرشتِ بشر عجلت و بے قراری
شر انگیز، اندوہ گیں، بے نہا ہے

ہے طغیان و سکر و تہاون کا پیکر
مگر ناتوانی میں برگِ گیا ہے

جسے لوگ کہتے ہیں عشقِ مجازی
دماغی خلل ہے فسادِ قوا ہے ۹۹۲

پیامِ دل انگیز لَاتَقْنَطُوْا کو
تو اے مردِ مایوس بھولا ہوا ہے؟

ہے رحمان و غفار و ستار مولا
وہ تائب کے ہر عیب کو ڈھانپتا ہے

نہیں ہے شمار اس کے فضل و کرم کا
عطا اس کی بے حد و لا انتہا ہے

وہ آمرزش و عفو و رحمت کا چشمہ
وہ الطاف و اشفاق کی بارگہ ہے ۹۹۶

تو خیر البرایا کے دربار میں جا
یہاں ریگِ صحرا میں کیا ڈھونڈتا ہے؟

خداوندِ بخشندہ و مہرباں نے
جو سب دیکھتا ہے جو سب جانتا ہے

کہا: لَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا
کا مصداق ہر شخص مردِ خدا ہے

سمجھ لو اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً
فَاسْتَغْفَرُوْا تو گنہ دھل گیا ہے ۱۰۰۰

پسندیدہ ہے اجر اہلِ عمل کا
جو بوتا ہے آنسو، خوشی کاٹتا ہے

ہوئی آیۂ مغفرت اس پہ نازل
تو فرطِ مسرّت سے دل جھومتا ہے

بحکمِ نبی اس کو جنگل سے لائے
زمیں پر گڑی ہے نظر، جھینپتا ہے

پڑی کان میں سورۂ التکاثر
تو غش کھا کے وہ جاں بحق ہو گیا ہے ۱۰۰۴

جنازے میں شامل ہوئے آ کے نوری
گماں ہے سحرگہ کا وقتِ عشا ہے

وسیلہ نہ ڈھونڈو کبھی ماسوا کا
خدا خود وسیلہ ہے خود واسطہ ہے!

○
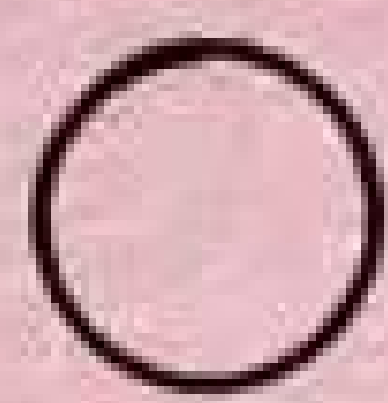
بیاہو کنواری کو کھبلو کھلاؤ
کہ تازہ رس و نوبر و آنسہ ہے

جواں ، مہرباں ، متّقی ، پاک دامن
نکوکار بیوی سکون و شفا ہے ۱۰۰۸

مہک پھیلے لیکن نہ ظاہر ہو رنگت
یہ مردوں کی زینت ہے فرحت فزا ہے

ہو رنگت نمودار پوشیدہ خوشبو
حجاب اس کو زیبا ہے طیبِ نسا ہے

اجاگر کیا خصلتِ مرد و زن کو
عجب یہ حدیثِ ظہور و خفا ہے

۹۵
تبیتا
اگر نر ہے چینا تو ناری تبیتا
نگہبانِ جان و بدن فاصلہ ہے ۱۰۱۲

کجی میں ہے بیشک یہ پسلی کی ہڈی
مگر اپنے گھر بار کی حافظہ ہے

تم اس کا لباس اور وہ ہے تمہارا
حقوق و فرائض کا یہ رابطہ ہے

گھروں کا اُجالا ہے انس و محبت
اسی میں سعادت، اسی میں بقا ہے

ہے عورت تو ہر حال میں گھر کی قیدی
مزید اس کو سختی میں کیوں ڈالتا ہے؟ ۱۰۱۶

اسے دے تو ہنس بول کر رزق و کسوت
ترے ننگ و ناموس کی مالکہ ہے

وہ تیری غزالہ، تدرو اور آہو
وفادار تیری، تری شیفتہ ہے

وہ زیتون کی شاخ ہے، تاکِ مثمر
وہ تسکین و راحت ہے ذوق و غذا ہے!

○

زباں گفتگو سے، تو دل آرزو سے
شباب بتاں کے مزے لوٹتا ہے ۱۰۲۰

نظر لذتِ دید و ذوقِ تماشا
سے مستِ نشاطِ زفاف و زنا ہے

خرام و گرفت و تلاش و تگ و دو
زنا کاریٔ بازو و دست و پا ہے

ہیں اعضائے صنفی تو فرجام و پایاں
یہ تصدیق و تکذیب کا مرحلہ ہے

اگر اتفاقاً میسر ہو موقع!
تو مطلب براری کا ساماں ہوا ہے ۱۰۲۴

مباشر ہی محرم ہے نامحرموں کا
وہ قزاقِ نکہت ہے دُزدِ حنا ہے

وہ ناکح ہو ایّم ہو یا بکر و ثیّب
وہ پتھر سے ہر کانچ کو توڑتا ہے

وہ صیّاد مکّار و مردُود ہے جو
زنِ عنبر کی گھات میں بیٹھتا ہے

گھروں میں گھُس آئے دبے پاؤں اکثر
اسے بوم و خفّاش و گربہ کہا ہے ۱۰۲۸

رہے منتظر شام کی چشمِ زانی
اُجالا تو دن کا اُسے کاٹتا ہے

سباب و فسوق و فجور و تطاول
زنا بے حیائی ، بُرا راستہ ہے

اسے جانو موتِ فجاعی کا ناعی
یہ پہلے سکوں قلب کا چھینتا ہے

اُجڑ جائیں مسکن، منازل ہوں ویراں
کہ بیت الحرامِ نظر، بُتکدہ ہے ۱۰۳۲

کبھی عورتوں کو نہ دے اپنی قوّت
کہ اسراف سے آدمی سُوکھتا ہے

بلا شُبہ بیٹھا ہے چوری کا پانی
پہ چور آخرِ کار پکڑا گیا ہے

ہم آغوش ہو غیر عورت سے جو بھی
وہ اپنی جبلّت کا حق مارتا ہے ۹۷

پرائے لبوں سے جو رِستا ہے امرت
فقط دیکھنے ہی میں خوش ذائقہ ہے ۱۰۳۶

ہلاہل کے انگور ہیں گچھّے کڑوے
تو کس تانے بانے میں اُلجھا ہُوا ہے؟

حسینہ بلائے اگر اپنی جانب
تو کہہ دے کہ خوفِ خدا روکتا ہے

۹۸
جو ہو زہد پیشہ بہ عہدِ جوانی
سلام اس کو دینا، وہ مردِ خدا ہے

زنِ غیر کی چاپلوسی سے بچنا
۹۹
ہے یہ مارِ ضحّاک، خوں پر پلا ہے ۱۰۴۰

۱۰۰
پڑوسی کی بیوی کا لالچ نہ کرنا
نکاحی بیاہی میں سارا مزہ ہے

پیا ہے دمِ تشنگی مردِ حق نے
تو اپنے ہی چشمے کا پانی پیا ہے!
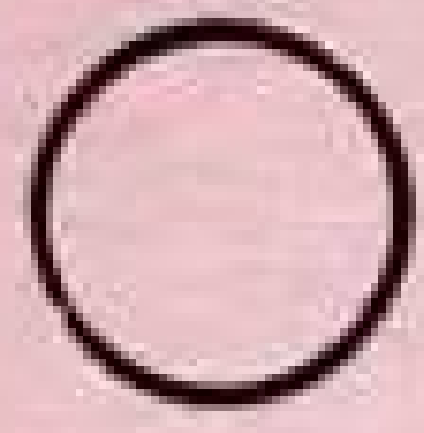
جو مقسوم و موعود ہے وہ ملے گا
تو کیوں رزقِ مذموم پر ہونستا ہے؟

وَ اَمَّا بِنِعمَۃِ رَبّکَ فَحَدِّث
کہ عرفان رفع حجابِ انا ہے ۱۰۴۴

تجھے چرم کا اس قدر کیوں ہے چسکا
تو قبر اپنی دانتوں سے کیوں کھودتا ہے؟

زنا کر نہ چوری، یہ ہے بیمنہ زوری
تو قانونِ اخلاق کیوں توڑتا ہے؟

پرائی امانت ہے تیری جوانی
خیانت کا کیوں مرتکب ہو رہا ہے؟

اُترتی ہے جو بھی بلا آسماں سے
ہماری بد اعمالیوں کی سزا ہے! ۱۰۴۸

پانچویں
کتاب

○

چراغِ شبِ ظلمت آبادِ عالم
کوئی اختِ ہارون ، کوئی فاطمہ ہے!

لجاؤں بس ہیں انجشہ ! آبگینے
نہ ناقوں کو دوڑا کہ دل ڈولتا ہے

ابو طلحہ ! پہلے صفیہؓ کو دیکھو
کہ باپ اس کا ہارون ہے موسیٰ چچا ہے

کرے کیوں نہ فخر اس پہ بنتِ امیمہ
کہ اس کا نکاح آسماں پر ہوا ہے! ۱۰۵۲
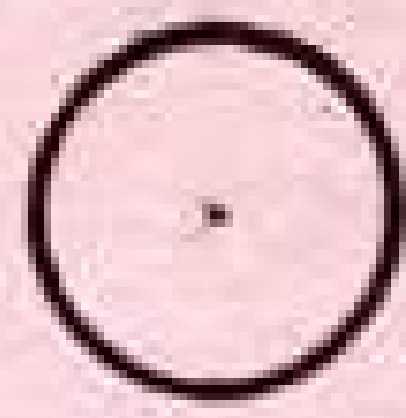
حمیرا۔ جگر گوشۂ امِّ رومان
یہ بکرِ ابی بکر فخر النسا ہے

(یہی امِّ رومان ہے بنتِ عامر
یہی حورِ عین[101] و زنِ صالحہ ہے)

وہ زانو کہ ہے کنجِ خلدِ مخلّد
دمِ واپسیں مسند و متّکا ہے

برب برائیم : عنوانِ رنجش
برب محمّد : دلیلِ رضا ہے 105-6

گلِ نیلوفر[102] کی طرح پاک دامن
جو قوّامہ، صوّامہ و صادقہ ہے

۱۰۳ ۱۰۲

پیئے اُمِّ زرعہ ، ابو زرع جیسے
وہی مجھ میں اس میں رہ و رابطہ ہے

۱۰۴

جو دُنیا میں سب سے ہے محبُوب مجھ کو
وہی میرے صاحب کے گھر کی ضیا ہے!

وہ صاحب مصاحب علیٰ کُلِّ غالب
سراپا صداقت ، مجسّم وفا ہے ۱۰۶۰

علی نے کہا اشجع النّاس جس کو
کہ کامل ہی کامل کو پہچانتا ہے

مقام و مزاجِ نبوّت کا محرم
شرفِ فہمِ قرآں کا جس کو ملا ہے

وہ رعنا گُلِ گلشنِ بُو قحافہ!
مشامِ نبی کے لئے لخلخہ ہے

سنے گنگناہٹ جو رُوح الامیں کی
جو صدیق و ربّانیؑ باصفا ہے ۱۰۶۴

رفیقِ بَرقَلیطس و مُنحَمَنّا
جو کار آزما ثانیؔ اِذھُما ہے

ہم آہنگ و ہم رنگ و ہم رازِ مرسل
جو ہرتا قدم بازگشتِ صدا ہے

لبِ مرتعش وا خلیلاہ! بولے
نہ فریاد و شیون، نہ شور و بکا ہے

ہے دل میں غموں کا بسیرا، زباں پر
فلیتَ المماتُ لنا کُلِّنا ہے ۱۰۶۸

فکیفَ الحیاتُ لِفقدِ الحبیبِ
جو خیر الانام و شفیع الورا ہے!

اسیفٌ عتیقٌ صفوحٌ رفیقٌ
کلام انگبیں، آہنیں فیصلہ ہے!

۱۰۵

کہے فاطمہ بنتِ خطّاب رو کر :
عمر! دل میں اسلام رس بس چکا ہے

گُلِ لالۂ خانہ باغِ سعیدی
اریبہ ہے فہمیدہ و فاضلہ ہے

۱۰۷۲

جو تم پڑھ رہے تھے مجھے بھی دکھاؤ!
دلِ ابنِ خطّاب میں زلزلہ ہے

عمر ابنِ خطّاب ، اللّٰہُ اکبر!
سر افگندہ ارقم کے در پر کھڑا ہے

نظر سنج ، روشن خرد ، تازہ رائے
عمر کی زباں سے خدا بولتا ہے

امین و قوی ، درد مندِ رعایا
عمرؔ یک جہت ، یک جلو ، یک دلہ ہے ۱۰۷۶

عدو سوز و سامی ، سترگ و گرامی
گڈریے سے اسلام کا دبدبہ ہے

غیور و جسور و زبردست و زیرک
پہ یوم التغابن سے دہشت زدہ ہے

کرے غش اِذا الصُّحُفُ نُشِرَتْ پر
بدن سنگ و آہن کا دل موم کا ہے

۱۰۶
کہا جس نے بے ساختہ : اُنتُھِینا
مجسّم جو تسلیم و شکر و رضا ہے ۱۰۸۰

کہیں اَعلمُ النّاسِ بِالشعر جس کو
وہ خوش نخلِ شیریں بِرحنتمہ ہے

یہ یا ساریہ ! الجبل ! الجبل ! کی
مدینے کے منبر سے کیسی صدا ہے؟

ہے لشکر تو ایران کی سرحدوں پر
یہ لاسلکی پیغام کا سلسلہ ہے؟

کہا جس نے وہ "اعرشِ بلقیس آیا"
تعجب ہیں وہ آصفِ برخیا ہے 1084

یہ این المساکین و این الیتامیٰ
کا آوازہ کانوں میں کیا آ رہا ہے؟

زر و گوہرِ کشورِ روم و ایراں
خراج و غنیمت کی مد میں ملا ہے!

"خرید و نہ بیچو نہ رشوت قبولو"
یہ قاضی شریح آپ سے سُن رہا ہے

ہے اک جُبّۂ صُوف وہ بھی مرقّع
ابو حفص ہے یا کوئی بے نوا ہے؟ 1088

نہ خیل و حشم ہے نہ دربان و حاجب
یہ قصرِ خلافت ہے یا خانقہ ہے؟

یہ صحرا، یہ شب، یہ شتربان کا خیمہ!
یہاں امِّ کلثوم کا کام کیا ہے؟

یہ کدبانوئے مملکت ہے کہ دایہ؟
عجب سرپھرا اس کو شوہر ملا ہے!

"یہ بوری ہے میرے گنہ تو نہیں ہیں"
قیامت کے دن سے عمر کانپتا ہے ۱۰۹۲

"تکُونُ الجبالُ کثیباً مهیلا
تو مٹّی کے پُتلے کا مذکور کیا ہے؟

جہاں آ سکے گا نہ تُو کام، اسلم!
اسی کا یہ ہے بار جس پر پڑا ہے!"

"کہاں ہے محل بادشاہِ عرب کا؟
خلیفہ کے گھر کا پتہ پُوچھتا ہے!

خلیفہ کا ملنا ہے اس وقت مشکل
وہ ریوڑ لئے سوئے صحرا گیا ہے ۱۰۹۶

بنائے ہوئے اپنے دُرّے کو تکیہ
کھجوروں کے سائے تلے سو رہا ہے

نچھاور ہے فرشِ ملوکانہ اس پر
یہ سلطانِ درویش کا بوریا ہے

دلِ کجکلاہان و شاہانِ جمجاہ
اسی نام سے بیدوش کانپتا ہے

پسینے میں ڈوبا ہوا کوئی بدّو
تھکاوٹ کا مارا کوئی رُوندتا ہے! ۱۱۰۰

مسخّر ہوئے ارضِ بابل کے ایواں
زمیں بوس گنبد ، نگوں کنگرہ ہے

امارت کا دربار ہے صحنِ مسجد
قناعت کے صحرا میں خیمہ کھڑا ہے

ہے پشمینۂ مسکنت ، فخرِ دیبا
یہ ابن السّبیلِ دیارِ فنا ہے

پیادہ ہو بیت المقدس میں داخل
یہ فاتح عساکر کا فرماں روا ہے ۱۱۰۴

یہ دیکھا تو قسّیس و بطریق بولے:
قسم ابنِ مریم کی مردِ خدا ہے!

کہے بے خطر: یا عُمَرؓ! اِتَّقِ اللہ!
اسے مدّعی برملا ٹوکتا ہے!

ہر اِک فردِ واحد ہے مسئول و راعی
جو کندھا ہے بوجھ اس پہ رکھّا ہُوا ہے

ریاست نہیں ہے تعیّش کا آلہ
یہ دارالخلافہ ہے یا مصطبہ ہے؟ ۱۱۰۸
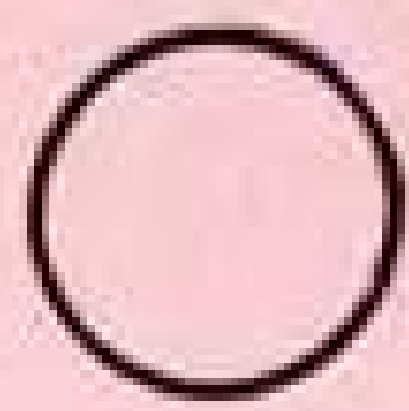
نقیبِ اسامہ ہے فاروقِ اعظم
بنا کر اسے نامہ بر بھیجتا ہے

خلیفہ عناں تھامے چلتا ہے پیدل
غلامِ غلاماں سرِ راحلہ ہے

نبوت تھی وہ بادشاہت نہیں تھی
تدبر کا جس نے تصور دیا ہے

اصولِ سیاست نہیں بے اصولی
جو مُنہ نے کہا دست و پا نے کیا ہے ۱۱۱۲

بہ تقریر و تحریر: اَلمُلکُ لِلّٰہ
خلافت کی رُوحِ رواں مشورہ ہے

شبانی ہے ریوڑ کی رکھوالی کرنا
حکومت تو آشوب و غدر و دغا ہے

حکومت۔ خصومت، ملامت ندامت
خلافت۔ سلام و درود و دُعا ہے

خلافت ہے نائب مناب نبوّت
یہ درویشی و تقویٰ و تزکیہ ہے ۱۱۱۶

ہیں صعلوک و مملوک، مخدوم و منعم
یہ مغرب سے مشرق کا سُورج چڑھا ہے!
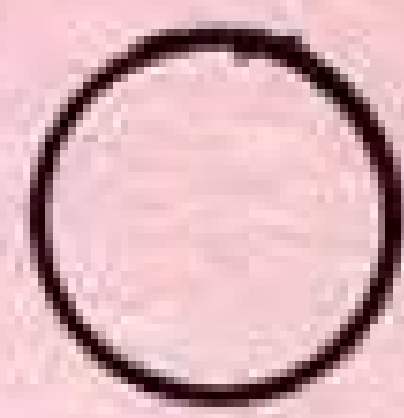
امامت کو اُٹھا، گرا لڑکھڑا کر
ہے جنباں زمیں، زلزلہ آ گیا ہے

ہے سجادہ خونِ مسلماں سے رنگیں
یہ اسلام کی سنّتِ جاریہ ہے

یہ فیروز بدبخت جانے نہ پائے
ہیولے نے ہیہات کیا کر دیا ہے! ۲۰

یہی تُو نے سیکھا تھا آہن گری سے
کہ دشنہ تہہِ نافِ تیرِ قضا ہے؟

جواں بخت کا وہ ہم پیشہ تیرا
غلامی کا طوقِ کہن توڑتا ہے

سلحشورِ فیروز ہمنام تیرا ۱۰۹
یمن کے نبی کا گلا گھونٹتا ہے

ہے قدْ فازَ فیروز تعریف جس کی
جو آزاد کی بیڑیاں کاٹتا ہے ۱۱۲۴

ترے کام سے سرنگوں اہلِ حرفہ
ترے نام پر مردِ حرُ تھوکتا ہے

اسے مار کر جی سکا تو نہ خود بھی
تو مردود و مقہور ہے روسیہ ہے!

وہی وضع داری دمِ واپسیں بھی
لہو دل کا گلکاریاں کر رہا ہے

اب اُمّید باقی نہیں زندگی کی
نبیذ و لبن زخم سے بہ رہا ہے ۱۱۲۸

جوارِ نبوّت میں ہو میرا مدفن
تو سمجھوں گا میں خوں بہا مل گیا ہے

مگر بے اجازت یہ کیسے ہو ممکن؟
خلیفہ گدائے درِ عائشہ ہے!
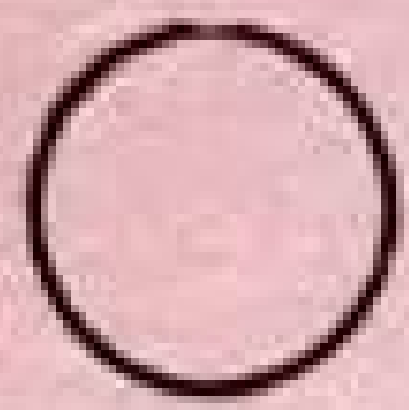
هلالِ دلاور نے رستم کو مارا
بلِ سیستانی زمیں پر پڑا ہے

کہاں ہیں وہ تختِ کیانی کے مالک،
وہ کسرائے اعظم کہاں چھپ گیا ہے؟

وہ ملکِ مدائن کا پرویز خسرو!
جو شیرینِ ارمن کا سودا زدہ ہے

کیا چاک منشورِ رحمت کو جس نے
"اے آتش پرستو! یہ دن آ گیا ہے

کہ میرا غلام اس طرح مجھ کو لکھے
جو ضبِّ اور شیرِ شتر پر پلا ہے!

١١٣٢

ہے یہ ناتواں قاصدِ عزرئیلی
تو ابنِ حذافہ پہ کیا ہنس رہا ہے؟ ۱۱۳۶

سراجِ دلِ آگہاں کی ضیا سے
چراغِ دلِ مُوبداں بجھ گیا ہے

وہ شیرازہ بکھرا ہے ملکِ عجم کا
خزانہ نزا خوانِ یغما بنا ہے

کہاں بادآورد و خضرا و دیبا
کہاں شادآورد، کہاں سوختہ ہے؟

عروسِ گہر پوش حجلے سے نکلی
کبھی شایگاں تھی پر اب بینوا ہے ۱۱۴۰

وہ گنجِ رواں سب ہوا گاؤ خوردہ
نہ وہ نوبتیں ہیں نہ وہ دمدمہ ہے

سبک ہو گیا بارِ افراسیابی
فریدون و جمشید کو غم لگا ہے!

یہ آوازِ اسقونی! اسقونی! کیسی؟
یہ فرہادِ جاں سوختہ کی صدا ہے

بھٹکتی ہے ارواحِ ناشادِ عاشق
اُبلتا ہے خوں، بے ستوں ہل رہا ہے ۱۱۴۴

نوائے نکیسا، نہ لَے باربد کی
ہے مظلوم کی آہ، دل کانپتا ہے!

نچوڑی رگِ سنگ تو پھوٹ نکلی
جوئے شیرِ شیریں، عجب معجزہ ہے!

تھا عاشق کا خوں رنگ لا کر رہے گا
جو ڈھل جائے پانی سے زنگِ حنا ہے

کہاں ہے مصاحب وہ شاپور تیرا
جو تصویرِ سیمیں تناں بیچتا ہے ۱۱۴۸

بنا دستِ لختِ جگر دستِ قاتل
یہ شیرویہ خسرو کا خوں پی رہا ہے

وہ جلّاد ہے جس کو ہاتھوں سے پالا
جو آرامِ جاں تھا وہ قہرِ خدا ہے

ہوس مست شیریں ہے مارِ منقش
محبّت میں کہتی ہے سب کچھ روا ہے

لعابِ دہن ہے کہ مشروبِ قاتل
پیا جس نے راہی عدم کا ہوا ہے ۱۱۵۲

دکھا کر تنِ برہنہ فتنہ گر نے
شہِ فارس کا دل دگرگوں کیا ہے

لگائی تھی کیا آگ پانی میں اس نے
کہ جس نے چھوا سر بسر جل گیا ہے

۱۱۲

لڑھکتا ہے سنجاب پر جیسے قاقم
سمن بر سرِ چشمہ محوِ شنا ہے

ہر ابلا پری زر کے شیشے میں اُترے
اسے خستہ جالوں سے کیا واسطہ ہے؟ ۱۱۵۶

پریشاں ہُوا خوابِ نوشینِ شیریں
اب آزرم و تشویر بے فائدہ ہے!

جہاں دار تھا کیا تُو سب سے انوکھا
تجھے اپنے بارے میں کیا واہمہ ہے؟

تواضع ہے گردن فرازی کا صدقہ
مگر تُو فقط سرکشی سیکھتا ہے

میں عاشق ہوں افسُردہ فصلِ خزاں کا
تو چڑھتی جوانی کے گُن گا رہا ہے ۱۱۶۰

مقوقس کے دیکھے نہیں تُو نے تحفے؟
یہ سیرین وہ ماریہ قبطیہ ہے

ولی بن کے امِ حبیبہ کو بھیجے
نجاشی مریدِ رسولِ خُدا ہے

فروزاں ہوا قلبِ قیصر میں شعلہ!
مگر بادِ سازش نے بُجھلا دیا ہے!

○
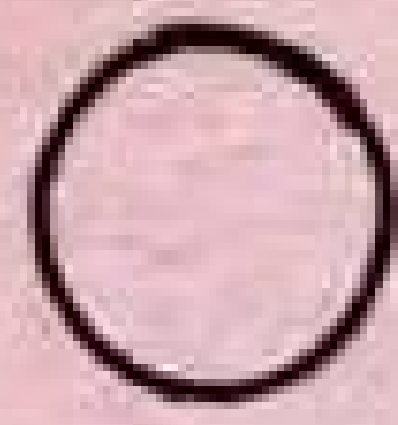
مجھ کہا جیشِ عسرت کا جس کو
سراپا صیانت ہے عینِ حیا ہے ۱۱۶۴

شوئے امّ کلثوم و بعلِ رقیہ
دو نوروں نے جس کو منور کیا ہے

جو لوط و براہیم کے بعد پہلا
مہاجر براہِ جنابِ خدا ہے

مراکش سے لے کر بہ اقصائے کابل
علم جس کی صولت کا لہرا رہا ہے

تلاوت میں مصروف حجرے میں بیٹھا
چراغِ اطاقِ دلِ نائلہ ہے ۱۱۶۸

صبا مرثیہ پڑھتی ہے بے کسی کا
توکلتُ باللہ؛ زباں سے کہا ہے

بلاتے ہیں آسودگانِ بقیعی
مخاطب خداوندِ ستر و حیا ہے

کوئی ہے جو لاشے کو گور و کفن دے
شہید اپنے خوں میں نہایا پڑا ہے!
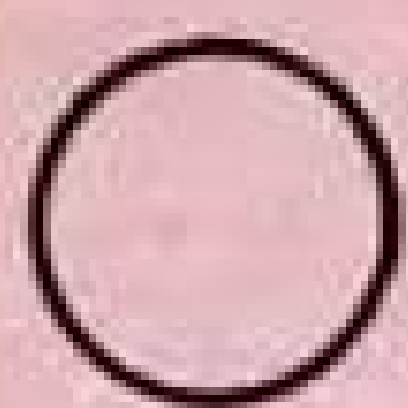
یہ سر ہے وزیرِ رسولِ خدا کا
کہ قہرُ البغی ہے؟ عجب واقعہ ہے! ۱۱۷۲

تھا مقتول علم و تفقہ میں یکتا
زمانہ مگر قدر نا آشنا ہے

غضبناک، جوشندہ، عزّندہ، صفدر!
نبردِ صداقت میں سیفِ خدا ہے

لقب: غیر فرّار کرّار جس کا
جو نہج البلاغۃ میں جلوہ نما ہے

کہے ابن ملجم سے قطّامہ قحبہ:
"مرے حسن کا تجھ کو سودا ہوا ہے ۱۱۷۶

تو لا جا کے سر پہلے شبیرِ خدا کا
ترا راستہ ورنہ مجھ سے جُدا ہے!"

"میں دیتا ہوں تجھ کو دُعا زندگی کی
تو موقع مرے قتل کا ڈھونڈتا ہے

قسم ربِّ کعبہ کی مقصد بر آیا
یہ دُنیا تو زندانِ رنج و بلا ہے!"

وہ حجّاجِ سفّاح و سفّاک دیکھو
لقب جس کا ابنُ المتمنیّہ ہے [113] ۱۱۸۰

سیہ دیوِ نکبت ہے، اپنی نظر میں
پہ طلّاعِ انجد ہے ابنِ جلا ہے [114]

فُرَیعہ۔ خوش آواز و خوش رو و خوشِ گل
دلوں کا سکوں جس نے برہم کیا ہے

غمِ ہجرِ نصرِ غریب الوطن میں
جو راتوں کو اُٹھ اُٹھ کے محوِ نوا ہے

دف و عود ہمراہِ کاسِ مروّق
نہ بیمِ عسس ہے نہ خوفِ خدا ہے ۱۱۸۴

کہاں لاج شرم اب تو پرگٹ ہو ناچی
کمر بندِ زہرہ فسوں ماجرا ہے

نذیذ و ندیم اس کے صہبا و نغمہ
یہ بنتِ طرب آبرو باختہ ہے

جھما جھم برستا ہے مینہ رات کالی
پون کے جھکولوں سے دل جھومتا ہے

نہ جز وصلِ معشوق ہو دفع ہرگز
یہ عشقِ بلاخیز وہ بد بلا ہے ۱۱۸۸

یہ عقرب یہ افعی یہ خونی جنونی
اسی لعبتِ عاہرہ نے جنا ہے

جو تیغِ مہنّد ہے ہاتھوں میں اس نے
عرب کا لہو ڈگڈگا کر پیا ہے

زباں پر ہے پھر بھی صدا العطش کی
جدھر دیکھو دشت و درِ کربلا ہے

وہ فرخ گہر سبطِ صدیقِ اکبر
وہ نو رستہ عرعر جو نعم الفتیٰ ہے   ۱۱۹۲

مہِ عائشہ، قرۃ العینِ اسما
کن آسوں مرادوں سے دُولہا بنا ہے

کب اُترو گے تختِ عروسی سے بیٹے؟
طلوعِ سحر ہے جرس بج رہا ہے!

سہے حمل و ارضاع کے رنج جس نے
وہ تن آج فرطِ طرب سے دونا ہے

جھکے گا کبھی یہ نہ باطل کے آگے
یہ لختِ جگر ابنِ عوّام کا ہے   ۱۱۹۶

زرہ اس نے پہنی تو اماں نے پوچھا:
مرا لاڈلا موت سے ڈر رہا ہے؟

اجل کو کہے مرحبا مردِ مومن!
ذبیح لو پردائے قصّاب کیا ہے

نہ ہو گا کوئی شہسوار اس سے بڑھ کر
سمندِ نگاور پہ کب سے چڑھا ہے!

کیا اس نے تعمیر پھر سے حرم کو
یہ بچّہ کی وادی کا محرم رہا ہے ۱۲۰۰

۱۱۵
جگر دار دادی کا جانباز پوتا
صفیہ کا اقبال اس کو ملا ہے

بہن تھی وہ حمزہ کی شیرِ نیستاں
یہودی کا سر کاٹ کر رکھ دیا ہے!

اکیلی نے کی قلعہ کی پاسبانی ۱
۱۱۶
سخن ساز حسّان تھرّا رہا ہے

خدیجہ کے بھائی کی بیوی تھی آخر
حفیدہ تھی ہاشم کی، کیا دبدبہ ہے! ۱۲۰۴

نبی کی خلیری بہن، بنتِ ہالہ
جو اسلام پر جان و دل سے فدا ہے

۱۱۷

وفاتِ نبی پر : فیا عین جودی!
پکارے کہ دل میں لہو جم رہا ہے

"سُن اے بو خبیب! السلامُ علیکَ"
یہ ابنِ عمر رُک کے کیا کہہ رہا ہے؟

تھا تُو مہربان و خدا ترس، لیکن
تجھے دوستداروں نے دھوکا دیا ہے" ۱۲۰۸

پریشان و پژمردہ و سر بریدہ
یہ انساں نہیں شاخِ سرما زدہ ہے!

چھٹی

کتاب

○

بنے اہلِ اسلام رقّاص و مُطرِب
یہ شہر بنی ہے کہ شہرِ نوا ہے؟

نہیں انجمن کوئی بے رنگ و رامش
وسیطِ تقرّب نشید و غنا ہے

جوانی کی رُت، دف بجیں، انگ تھرکیں
ستاروں بھری رات ہے رتجگا ہے

نواگر کے لب پر مچلتی ہے پیہم
غزل وہ غزل جو حدیث النسا ہے

جمیلہ، خلیدہ، سلامہ، ربیعہ
ہر اک حسنِ آواز پر مر رہا ہے

۱۲۱۲

جبابہ ، عقیلہ و زرقا و سعدہ
دلوں پر ترنّم نے جادو کیا ہے

شماسیّہ و لذّت العیش و فرعہ
شباب و فراغ و غنا ، مفسدہ ہے ۱۲۱۶

یہ برق الافق وہ عریب و فریدہ
حیات ان کی رقص و سرود و صلا ہے

ہوں شیر و شکر ، خوش گلی ، خوش گلوئی
تو دعوٰے صبوری کا محض ادّعا ہے

ہیں رہزن دلوں کے یہ سب زہرہ سیما
خدا داد حُسن ان کا طاقت ربا ہے

سرِ کو نمودار من بھانے مکھڑے
کھلے ہیں دریچے ، درِ فتنہ وا ہے ۱۲۲۰

کتابِ خدا زینتِ طاقِ نسیاں
کتاب الاغانی کا دفتر کھلا ہے

حسینانِ نوشیں لب و سیمبر نے
گذشتہ زمانے کو لوٹا دیا ہے

یہ سرگشتگی ہے کہ ہر اہلِ ثروت
خریدارِ رقاصہ و مطربہ ہے

حسینوں کے ناز و تجنّب کی باتیں
کنیزوں کے اوصاف کا تذکرہ ہے ۱۲۲۴

کہے وہ جو اٹھلا کے "اِشْرِبْ ھَنِیّاً!"
تو رندِ سبو کش کو تابِ ابا ہے؟

ہے آوارگی مقتضائے طبیعت
دل آخر سوئے اصل ہی لوٹتا ہے

جدھر دیکھو چرچا ہے لہو و لعب کا
رباب و سبو کی طرف دل جھکا ہے

ہوا شعر کا شوق شہزادیوں کو
یہ امّ البنیں ہے تو وہ عاتکہ ہے ۱۲۲۸

ہر اِک اپنی تعریف سُننے کی خواہاں
نسیدبِ دل آویز کی شیفتہ ہے

یہ منزل ہے دل دادگانِ سخن کی
سُکَینہ کے دربار میں جمگھٹا ہے

طبیعت میں وارستگی شاعروں کے
ہر اظہارِ وابستگی بر ملا ہے

ہے تشبیب پردہ نشیں عورتوں سے
یہ عکاز ہے یا مقامِ ممنٰا ہے؟ ۱۲۳۲

تعاقب حسینوں کا احرام میں بھی
عفاف و حذر کا تو کیا پوچھنا ہے!

مغنّی سناتے ہیں اشعارِ احوص
کہ جن میں شبِ وصل کا ماجرا ہے

جمیلِ بُثینہ ہے کُثیرِ عزّہ
نہ شرمِ پیمبر نہ خوفِ خدا ہے!

○
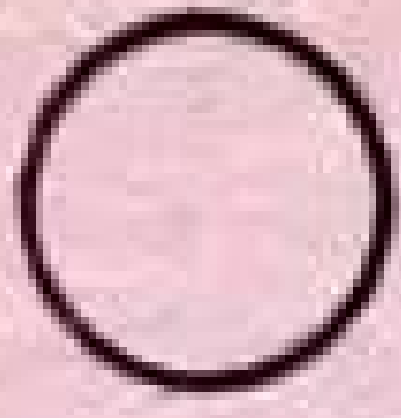
کرے مسجدوں میں فغاں بوہریرہ!
کہ یہ روزِ ظلمات و ابرِ سیہ ہے ۱۲۳۶

نہ خِسّت کرو آج جی بھر کے رو لو
جو محبوبِ مرسل تھا وہ مر گیا ہے

نبی نے کہا تھا : یہ بیٹا ہے میرا
یہ سیّد شبیہہِ رسولِ خدا ہے!

○
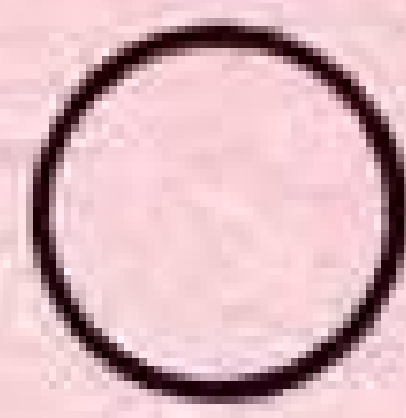
دیا تُو نے شوہر کو زہرِ ہلاہل
مگر دُرِّ مقصُود کیا مل گیا ہے؟

جسے تُو نے مارا وہ سبطِ نبی تھا
جسے تُو نے چاہا سگِ مزبلہ ہے ۱۲۴۰

۱۱۹
پڑھی ہے دلیلہ کی تاریخ، جُعدہ؟
گلے میں ملامت کا پٹکا پڑا ہے

دغا دے گیا ابنِ بیسون تجھ کو
کبھی حال سیتا ہرن کا سنا ہے؟

ترے ہاتھ رنگیں ہیں شوہر کے خوں سے
یقیناً تُو کیلا ئٹم نسٹرا ہے

جسے شہد سمجھی تھی نکلا وہ حنظل
چُترِ مُوش گُربہ کو زک دے گیا ہے ۱۲۴۴

وہ شوقین شاعر، وہ سلطانِ جائر
گوئے زندگی سے یُونہی کھیلتا ہے

تلاش اس کو ہر وقت معشوقِ نو کی
وہ ہر دم نئی شاخ پر بیٹھتا ہے

نہ ایفائے پیماں نہ اتمامِ وعدہ
جو درد اس نے بخشا ہے وہ لادوا ہے

ڈرے مادۂ گرگِ خونخوار تجھ سے
تُو خُو بُو میں ہمشیرۂ میڈیا[۱۲۱] ہے ۱۲۴۸

ترا جوڑ تھی خضر[۱۲۲] کی شاہزادی
کہ اس کی طرح تو بھی ننگِ وفا ہے

بہ ثابت کیا تُو نے اے بنتِ شُعث؛
ہری چگ ہے مرد اور زن داشتہ ہے

ہے طوقِ گلو جعدِ مشکینِ جعدہ
یہ بلّلابِ پیچاں ہے دم گھٹ رہا ہے

تجھے دَورِ دُولابِ چرخ کہن نے
خجالت کے پیچاک میں گس دیا ہے ۱۲۵۲

اے اسما! یہ مخفی ہند دلّالہ جس نے
تجھے راز داں بن کے چکمہ دیا ہے

ہیں خالی اُمیدیں تو احلامِ نائم
کبھی سنگ و آہن پہ سبزہ اُگا ہے؟

تھا منکاح و مطلاق گو بعل تیرا
ترا حق مگر تجھ کو دیتا رہا ہے

۱۲۳

نہ تو ارضِ سردیس کی حسن بانو
نہ وہ ملکِ سردیس کا بادشا ہے۔ ۱۲۵۶

لیا تو نے یہ انتقام اس سے کس کا؟
۱۲۴
نہ وہ تھا آذینہ نہ تو ہی زبا ہے

متاعِ قلیل از حبیبِ مفارق
کبھی عشق بسیم و طلا میں تُلا ہے؟

ٹپکتے ہیں آنکھوں سے اشکِ ندامت
مگر داغِ ذلت کبھی دُھل سکا ہے؟

چبایا تھا حمزہ کا جس نے کلیجہ
نبیرہ یہ فاسق اسی ہندہ کا ہے ۱۲۶۰

جو کالی بلا کی طرح اس پہ جھپٹی
جو شبیرِ نبی تھا جو شبیرِ خدا ہے

کہ: ویحا اباو سمہ! اِنشفِ وَ اشتف!
تو میری اُمیدوں کا مرکز بنا ہے

بجھی پیاس دل کی، ہوئی نذر پوری
بہت مجھ پہ وحشی نے احساں کیا ہے

۱۲۵
اسے از روئے شعرِ بنتِ اثاثہ
کہیں بنتِ وقاع ہم تو بجا ہے! ۱۲۶۲
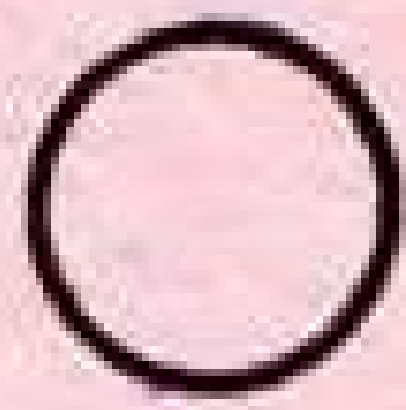
۱۲۶

بناتِ قبائل کو ہمراہ لے کر
احمد ہیں رجز خوان و شورش فزا ہے

چلیں اس کے پیچھے وہ سب رقص کرتی
عجب ماہرو، مشک بو قافلہ ہے!

حسینوں کا جھرمٹ ہے پریوں کا جمگھٹ
ربیعہ ہے جو پرچم افراشتہ ہے

ہنیم و سخن رس، سپید و سہی قد
سراپا قیامت کا ان کو ملا ہے ۱۲۶۸

یہ غوغائیانِ قریشانِ مکہ
یہ دلِ سرِ رہگذر لوٹتا ہے

عقیلہ، جہاں دیدہ، لذت چشیدہ
دف و عود کے ساتھ نغمہ سرا ہے!

"دمکتے ستاروں کی ہم نورِ دیدہ
چراغِ شب افروز ہم کو کہا ہے

کبھی پاؤں رکھے نہ مٹی پہ ہم نے
کہ زیرِ قدم فرشِ مخمل بچھا ہے ۱۲۷۲

دھلیں تازہ مکھن سے چہرے ہمارے
نہانے کو شیر و مُل و غالیہ ہے

سمن فام باہوں میں کلیوں کے گجرے
حواس اپنے کھوتا ہے جو سونگھتا ہے

پکڑتا ہے گہ گر جو دستِ حنائی
پسینے میں بھیگا ہوا ہانپتا ہے

بڑھوگے جو آگے تو پلٹیں گی تم سے
وہ بچھڑے گا ہم سے جو پیچھے ہٹا ہے ۱۲۷۶

ہمارے لئے جو، ہم اس کے لئے ہیں
کہ داد و سند کا یہی سلسلہ ہے

فسوں کار ہیں عشق انگیز عمریں
جوانی کا رنگ انگ سے پھوٹتا ہے

ہر اک خوبصورت، جواں، ناز دیدہ
برودُ الرُّضاب و نؤوُمُ الضُّحیٰ ہے

بھڑکتا ہے اِک نائرہ تن بدن میں
سنا برف سینوں میں پارہ بھرا ہے ۱۲۸۰

بدن سیم سارا ہے دل سنگِ خارا ۱
کسی مردِ آہن کی رہ تک رہا ہے

ہے اُوپر تو برف اور اندر ہے لاوا
جو آیا قریب آگ کے جل گیا ہے

جسے شاہزوری کا دعوےٰ ہے آئے
یہاں لیثِ غابات چت ہو گیا ہے

ہو ہم بستۂ افراطِ مستی ہیں ہم سے
جو بلوانِ کشتی کا فن جانتا ہے ۱۲۸۴

کبھی ہم یہاں پھر اکٹھے نہ ہوں گے
یہ بزمِ رواں دائم آراستہ ہے

مبارز بڑھے خرمنِ حسن لوٹے
پئے خیر مقدم ہر آغوش وا ہے!

جماعت ہے یہ محتشم زادیوں کی
کہ یا اہلِ رایات کا طائفہ ہے؟

○
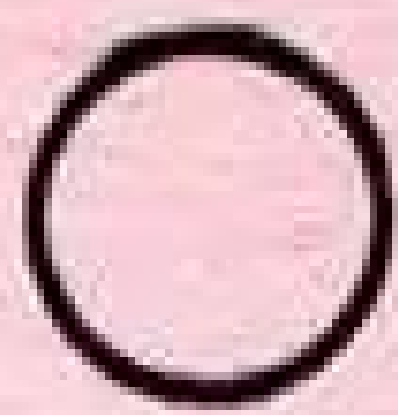
جگر خوار ہے کینہ در بنتِ عتبہ
شہیدوں کی لاشوں کا مُثلہ کیا ہے ۱۲۸۸

رہی برملا آلِ ہاشم کی دشمن
اسی اپنی جدّہ پہ پڑتا گیا ہے

تھی اُمِ جمیل اس کے بابا کی پھوپھی
کہ جس کو گلوبندِ آتش ملا ہے

بچھاتی تھی کانٹے جو راہِ نبی میں
خبیثہ کا دل سفلگی سے بھرا ہے

"ہے دیوانہ تم اس کی باتیں نہ سننا"!
یہ قول اس کے بعلِ سیہ کار کا ہے! ۱۲۹۲
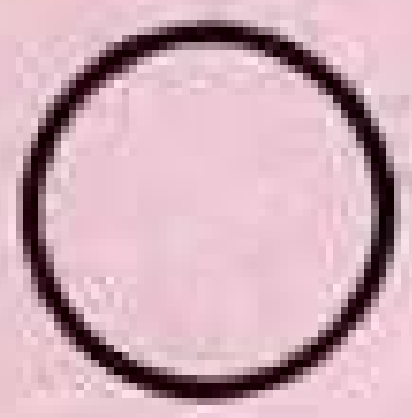
وہ نورِ نگاہِ بتول و پیمبر
مصلّے پہ گردن بریدہ پڑا ہے

رہی جس کا گہوارہ آغوشِ مرسل
لبِ نہرِ خوں، خاک میں لوٹتا ہے

ہے زور آزمائی یہ حق و ہوس کی
یہ جنگ و جدل تا قیامت بپا ہے

۱۲۸

وہ برگ و برِ گلشنِ بوترابی
لعینوں کے خنجر سے کٹ کر گرا ہے ۱۲۹۶

نواسے کے درپے ہے نانا کی اُمّت
تفِ صرصرِ غم سے دل بجھ گیا ہے

وہ روح و روانِ سماعیل و یحییٰ
وہ چشم و چراغِ حبیبِ خدا ہے

اولوالعزمی و استقامت کا پیکر
وہ سردارِ مردانِ راہِ خدا ہے

لڑکپن میں پڑھتا تھا روح القدس سے
نبوت کا وہ پرورش یافتہ ہے ۱۳۰۰

سواری یہ مذبوح کرتا تھا اس پر
انا ابن الذبیحین[۱۲۹] جس نے کہا ہے

علمدار جیشِ وفا پیشگاں کا
یہ میرِ سپہ رب الافواج کا ہے

زباں غلبۂ تشنگی سے ہے باہر
پہ وردِ زباں سورۂ فاتحہ ہے

یہ تنبیرِ دلگیرِ اُمّ اَبیہا
فدائے نبی ہے ذبیحِ خدا ہے! ۱۳۰۴

ہے یہ سر زمین بابلؔ و نینواؔ کی
مدام اس نے خونِ مسافر پیا ہے

نہیں یہ مقولہ حدیثِ خرافہ
کہ جنّت اگر ہے تو یہ بارقہ ہے!

○

۱۳۰

ترے بعد پکڑے گا دل کس کا دامن
ترے بعد بھی کوئی جائے پنہ ہے؟

تجھے ڈھونڈتے ہیں سیہ پوش مسکیں
یتیموں کے سینوں میں ہول اُٹھ رہا ہے ۱۳۰۸

۱۳۱

زباں شدّتِ درد سے گنگ میری ۱
مگر سیلِ اشک آنکھ سے بہ رہا ہے

مجھے کاشکے موت آ جاتی پہلے
تری نعش کو دیکھنا جانگزا ہے

سلامٌ علیٰ آلِ یاسین و طاھا!
کہ سرشارِ صہبائے شکر و رضا ہے

سنو خطبہ زرقاء بنتِ عدی کا
یہی حق پرستوں کا مسلک رہا ہے ۱۳۱۲

ٹھکانا مرا خون آلودہ تربت
یہ ریگِ بیاباں مری خیمہ گہ ہے

سلامی علیکم و قلبی لدیکم
وداد و محبّت کا یہ رابطہ ہے

نہیں ہے یہ فریادِ رُوحِ زمانہ
ربابِ جگر سوختہ کی صدا ہے!

۱۳۲

تمہیں رحم آیا نہ آلِ نبی پر؟
سنا کرتے تھے نیکیوں کی جزا ہے ۱۳۱۶

اسی طرح احسانِ کا دیتے ہیں بدلہ
یہی اے وفادارو! رسمِ وفا ہے؟

دکھاؤ گے مُنہ حشر کے روز کیسے
لعینو! یہ سبطِ رسولِ خدا ہے

کوئی داد رس ہے نہ پرسان و مونس
وہ مظلوم و صابر شہِ کربلا ہے

ہیں گورِ غریباں پہ چھینٹے لہُو کے
یہ اجرِ شہیدانِ خونیں قبا ہے! ۱۳۲۰
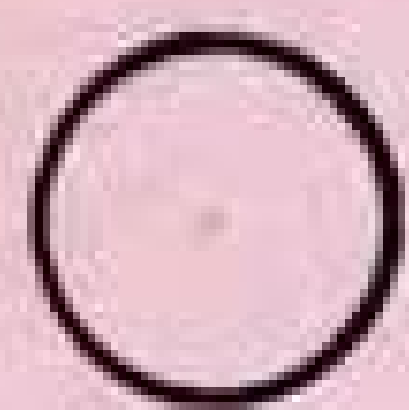
عمر جس پہ مرتا تھا وہ رشکِ لالہ
بھبھوکا بنی زینتِ خوابگہ ہے

پٹکتی ہے سر سنگ سے موجِ طوفاں
اڑاتی ہے جھاگ اور خجلت زدہ ہے

نہ وعدہ خلافی نہ وعدہ وفائی
عجب برزخِ احتمال و رجا ہے

۱۳۳

اسے سرد پایا تو جھنجھلا کے پوچھا :
محبّت کا آتشکدہ بجھ گیا ہے؟ ۱۳۲۴

جدائی میں کرتے تھے جو آہ و زاری
سراسر بناوٹ تھی، یوں لگ رہا ہے!

"وہ شعلہ تو اب بھی فروزاں ہے دل میں
مگر اک نئی روشنی دے رہا ہے

ہوا عہدِ رفتہ فراموش یکسر
عمرؔ اپنے ماضی کو دفنا چکا ہے

نہ وہ عنفوانِ جوانی کا نغمہ
نہ مستی کا وہ نالۂ نارسا ہے ۱۳۲۸

خلافت کے جھگڑوں میں اُلجھا ہوں اتنا
کہ احساسِ حُسنِ بُتاں مٹ گیا ہے

نہیں مجھ کو ردِّ مظالم سے فرصت
تمام آلِ مروان مجھ سے خفا ہے

امیّہ کے بیٹے مجھے زہر دیں گے
بس امروز و فردا مرا خاتمہ ہے!

ملے سایۂ بارگاہِ رسالت
یہی آرزو ہے، یہی التجا ہے!" ۱۳۳۲

جگر بندِ عبدالعزیزِ نکو رُو
یہ آلِ حکمؔ کا دُرِ بے بہا ہے

زمانہ کہے ۱۳۴ جس کو فاروقِ ثانی
جسے امِّ عاصم نے اِبنی! کہا ہے

عدالت سے فقر و صداقت سے جس نے
ابو ذر کی یادوں کو تازہ کیا ہے!

۱۳۵
"خلافت نہ ملتی تو ہیں تشکر کرتی"
یہ شہ بانوئے سلطنت، فاطمہ ہے ۱۳۲۶

"کبھی ایک دن بھی نہ راحت سے کاٹا
یہ تاج و عصا تو عذابِ خدا ہے!"

ساتویں

کتاب

علیٰ نفسِ محزون و قلبِ کئیبِ
سدا فیضِ فیاض نازل ہوا ہے

کہاں سے ملے گی شراباً طہورا؟
کلارن کی مُدرا سے دل بھر گیا ہے

میں عالم نہ فاضل نہ مفتی نہ قاضی
سمجھتی ہے دُنیا، سند یافتہ ہے ۱۳۵

حکومت نہ حکمت نہ صورت نہ سیرت
اپنا لہفَ نفسی! مرے پاس کیا ہے؟

۱۳۶

میں کھاتا ہوں آہیں، میں پیتا ہوں نالے
جبیں گرد آلودِ راہِ خدا ہے

نکلتی ہے شہنا سے آوازِ ماتم
جو گلزارِ نغمہ نوا نشیمن کدہ ہے

۱۳۷

پپوٹوں میں پانی ہے، آتش جگر میں
۱۳۴۴ گُلِ آتشیں آبجو میں کِھلا ہے

ابابیل و سارس کریں جیسے چیں چیں
کبوتر کی مانند دل کڑھ رہا ہے

محبت کا روزہ کب افطار ہو گا؟
جدائی کا دن چودہ سو سال کا ہے

ہے یومُ العرق، یومِ تبلی السرائر
قضا کی گھڑی، ساعتِ زلزلہ ہے

بھریں کاہن آہیں، کریں نوحہ راہب
۱۰ شبِ تارِ فرقت سحر سے خفا ہے

جگر رخنہ رخنہ ہے دل پارہ پارہ
یہ شش دانگِ عالم ہے یا ششدرہ ہے؟

الٰہی! بچا حصر و عیّ و وہن سے
کہ فکر و عمل ہی مرا آسرا ہے

تشعّب ناک ہے خستۂ غم گزیدہ!
شہیدِ بیاں ہے قتیلِ لوا ہے

[۱۳۸]
ہے فی کلِّ وادٍ یہیمون میں سے
حلول اس میں شیطانِ[۱۳۹] فن کر چکا ہے ۱۳۵۲

نصیب اس کو معراجِ فن ہو تو کیوں کر
جو کج مج بیاں خود سرو خود ستا ہے؟

تہی دامنی کا ہے احساس غالب
نہیں جانتا خود بھی کیا چاہتا ہے!

یہ آلودۂ معصیت، مستِ طافح
صریعُ الغوانی[۱۴۰] ہے کفر آشنا[۱۴۱] ہے

مجید و حمید و حمیدہ کا بھائی
اخِ زاہدہ، دلبرِ فاطمہ ہے ۱۳۵۶

عنیزہ و فاروق و لبنیٰ کا آبا
غمِ عصرِ حاضر ہیں جو مبتلا ہے

شریکِ حیات اس کی امّ و حبیبہ
حَصَانٌ جلیعٌ علیٰ زوجِھَا ہے

کتابوں کا عاشق دلارام اس کا
مگر خالدہ صابرہ، شاکرہ ہے

سلمیٰ و زرّینہ، بلقیس و عذرا
دل ان سے طلبگارِ جامِ ولا ہے ۱۳۶۰

جمیلُ المُحیّا، حسانُ الوجوہ
ہر اِک بے گماں جوہرِ فاخرہ ہے

نہ بُعدِ زمانی، نہ بُعدِ مکانی
جدائی کا اپنا انوکھا مزہ ہے!

○

ملی ہے اسے نفس کی بے نیازی
اگرچہ گدائے درِ مے کدہ ہے

۱۴۴

سنے صلصلۃُ الجرَس نیم شب کو
ضمیر اس کی اسرار سے حاملہ ہے ۱۳۶۴

رضیتُ بما قسمَ اللہُ لِیْ کا
وہ ادراک مند و مزاج آشنا ہے

طبیعت میں ہے مادہ ہزل و جِد کا
اسے سانچے میں ڈھالنا مسئلہ ہے

روایت سے تجدید کی سوت پھوٹے
وہی ہے مجدد جو خود آشنا ہے

نیا ذہن لکھتا ہے فرہنگِ تازہ
یہ اسلام کی نشأۃِ ثانیہ ہے ۱۳۶۸

فضا میں پر افشاں ہے تحریکِ احیاء
یہ احیائے تحریکِ مصطفویہ ہے

تمدن ہے آزادیٔ فکر و رائے
وہی ہے ریاست جو جمہوریہ ہے

۱۴۵

وَاِنْ لَم تَجِدْ ؟ اِجْتَهِدْ برائی !
حیات و نمو کا یہی راستہ ہے!

○
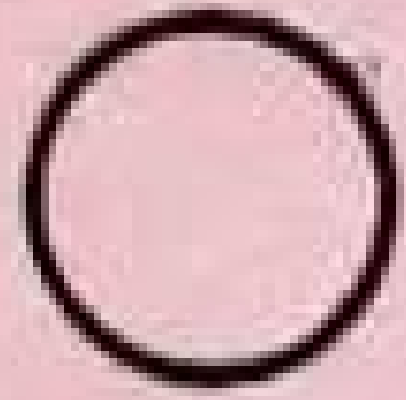
یہ شبدیزِ شب ہے کہ آہوئے مشکیں؟
دما دم، پیاپے، اُڑا جا رہا ہے ۱۳۷۲

ہے زادِ سفر ساربانوں کا گانا
نشید و نوا ان کے دل کی غذا ہے

چمکتا ہے سورج، چہکتی ہے قمری
سخن دھوپ ہے نورؒ ہے زمزمہ ہے

سخن در رہے لفظ کی جستجو میں
کہ لفظوں میں حسنِ معانی چھپا ہے

ہے تحصیلِ فن قوّتِ مدرکہ سے
قوامِ سخن قوّتِ آخذہ ہے ۱۳۷۶

قلم کے سفر میں نہیں ہمرکابی
کر اے دل! شتابی گجر بج رہا ہے

دل اِک رندِ کافر ہے، اشعار مومن
نہان و عیاں میں عجب تفرقہ ہے!

یہ نظارگی شہرِ بیگانگی کا
زباں آشنائے اکرا ہے

ملے ہر کسی کو نہ توفیقِ نغمہ
بہ تخصیص فیضانِ شعر و خدا ہے ۱۳۸۰

۱۴۶

یَصُومُ وَلَا یَرِدُ : اس پہ وارد ۱
جو محفوظ و مانع ہے یہ وہ حمیٰ ہے

کہاں نعت و نامِ رسولِ تہامی
کہاں وہ زباں جو کہ لکنت زدہ ہے!

پیمبر کہے: اِنّیَ لستُ بِشاعر
کہ یہ مرتبہ میرے مملوک کا ہے

وہ مملوک جس کو میں کہتا ہوں خالد
جو جاہل ہے بیباک ہے باولا ہے! ۱۳۸۴

الواح

○

لوح ا صفحہ ۱۱
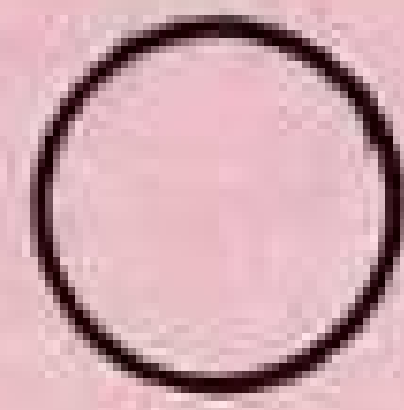
مربنا رجل ظاہر الوضاءۃ ستبلج الوجہ فی اشفارہ وطف۔ فی عینیہ دعج وفی صوتہ صحل۔ غصن بین الغصنین لاتشنأہ من طول ولا تقتحمہ من قصر، لم تعبہ تجلۃ ولم تزرہ صعلۃ۔ کان عنقہ ابریق فضہ، اذا صمت فعلیہ البہاء واذا نطق فعلیہ وقار لہ کلام کخرزات النظم، أزین أصحابہ منظراً واحسنہم وجہاً، اصحابہ یحفون بہ اذا امر ابتدروا امرہ واذا نہی ایتفقوا عند نہایتہ ــــــ

ھذا داۃ صفۃ صاحب قریش

ــــــــــــــ

ـــ ـــ عیون الاثر لابن سید الناس

ابو معبد: صفیہ لی یا أم معبد (الخزاعیہ)

قالت (أم معبد) ظاہر الوضأۃ أبلج الوجہ حسن الخلق لم تعبہ ثجلۃ ولم تزریہ صعلۃ وسیم قسیم فی عینیہ دعج وفی اشفارہ وطف وفی صوتہ صحل وفی عنقہ سطع أحور اکحل أزج أقرن شدید سواد الشعر

إذا صمت علاه الوقار وإن تكلم علاه البهاء، أجمل الناس وأبهاهم

من بعيد وأحسنه وأحلاه من قريب حلو المنطق فصل لا نزر ولا هذر

كأن منطقه خرزات نظمن يتحدرن ربعة لا تقتحمه عين من قصر ولا

تشنؤ من طول غصن بين غصنين فهو أنضر الثلاثة منظرا وأحسنهم

قدرا له رفقاء يحفون به إذا قال استمعوا لقوله وإذا أمر تبادروا إلى

أمره محفود محشود لا عابس ولا مفند۔

فقال ابو معبد: والله هذا صاحب قريش الذي ذكروا من أمره ما

ذكروا لقد هممت أن أصحبه ولأفعلن إن وجدت إلى ذلك سبيلا و

أصبح صوت بمكة عاليا يسمعونه ولا يرون القائل:

جزى الله رب العرش خير جزائه	رفيقين حلا خيمتي أم معبد
هما نزلا بالبر وارتحلا به	وأفلح من أمسى رفيق محمد
فيا لقصي ما زوى الله عنكم	به من فعال لا يجازى وسودد
ليهن بني كعب مكان فتاتهم	ومقعدها للمؤمنين بمرصد
سلوا أختكم عن شاتها وإنائها	فإنكم إن تسألوا الشاة تشهد

زاد المعاد في هدي خير العباد — الجزء الثاني

لأبي عبد الله ابن القيم الجوزيه —

حديث ام معبد ——————

ابو معبد: صفيه لي يا ام معبد

قالت: رأيت رجلا ظاهر الوضاءة، متبلج الوجه حسن الخلق لم

تعبه ثجلة، ولم تزر به صعلة، وسيم، قسيم، في عينيه دعج، و في

اشفاره وطف وفي صوته صحل، احور، اكحل، ازج، اقرن، شديد

سواد الشعر في عنقه سطع وفي لحيته كثاثة، اذا صمت فعليه الوقار

واذا تكلم سما وعلاه البهاء، وكان منطقه خرزات عقد (نظم) يتحدرن

حلو المنطق فصل لا نزر ولا هذر، اجهر الناس واجمله من بعيد

احلاه واحسنه من قريب، ربعة لا تشنؤه من طول ولا تقتحمه

عين من قصر غصن بين غصنين انضر (النظر) الثلاثه منظرا واحسنهم

قدرا له رفقاء يحفون به اذا قال استمعوا (سمعوا) لقوله وان امر تبادروا

الى امره محفود محشود لا عابس ولا مفند ———

قال هذا والله صاحب قريش الذي ذكر لنا من امره ما ذكر ولو

كنت وافقته لالتمست ان اصحبه ولافعلن ان وجدت الى ذلك

سبيلا! واصبح صوت بمكة عالية بين السماء والارض يسمعونه ولا

يرى من يقوله وهو يقول :

جزى الله رب الناس خير جزائه — رفيقين حلا خيمتي ام معبد

هما نزلا بالبر وارتحلا به — فافلح من امسى رفيق محمد

فيال قصي ما زوى الله عنكم — به من فعال لا تجازى وسودد

سلوا اختكم عن شاتها وانائها — فانكم ان تسالوا الشاة تشهد

دعاها بشاة حائل فتحلبت — له بصريح ضرة الشاة مزبد

فغادره رهنا لديها لحالب — بدرتها في (من) مصدر ثم مورد

صفة الصفوة (ج اول) ابو الفرج ابن الجوزي ———

لوح ۲ صفحہ ۱۱

ربیع بنت معوذ بن عفراء

ابو عبیدہ بن محمد بن عمار ابن یاسر نے ان سے رسولؐ کا حلیہ پوچھا تو بولیں:

یا بُنَیَّ لو رأیتَهُ لرأیتَ الشمسَ طالِعةً! ———

لوح ۳ صفحہ ۱۳

وَ إِذا نَظَرْتَ إِلى أَسِرَّةِ وَجْهِهِ

بَرَقَتْ کَبَرْقِ (بررق) العَارِضِ المُتَهَلِّلِ

——— ابو کبیر الھُذَلی

لوح ۴ صفحہ ۱۴

متیٰ یَبْدُ فی اللیل البہیم (الداجی) جبینُہُ

یَلُحْ مِثْلَ مِصباحِ الدُّجیٰ المُتَوَقِّدِ

——— حسّان بن ثابت

لوح ۵ صفحہ ۱۶

لما خرج عبد المطلب بعبد اللہ لیزوجہ مربہ علی کاھنة من خثعم یقال لھا فاطمہ بنت مرمتھودة من أھل تبالة قد قرأت الکتب فرأت فی وجھہ نوراً فقالت لہ: یا فتی! ھل لک أن تقع علیّ الآن وأعطیک مائة من الإبل؟ فقال:

أمّا الحرامُ فالمماتُ دُونَہ — والحِلّ لاحِلَّ فأستبینُہ

فکیف بالأمر الذی تبغینہ — یحمی الکریم عرضہ ودینہ

ثم قال: أنا مع أبی ولا أقدر أن أفارقہ فمضی بہ فزوجہ

آمنة بنت وهب بن عبد مناف بن زهرة فأقام عندها ثلاثاً

ثم انصرف فمر بالخثعمية فدعته نفسه إلى ما دعته اليه

فقال لها: هل لك فيما كنت أردت؟ فقالت: يا فتى! إني والله:

ما أنا بصاحبة ريبة ولكني رأيت في وجهك نوراً فأردت أن يكون

فيّ وأبى الله الا أن يجعله حيث أراد- فما صنعت بعدي؟ قال:

زوجني أبي آمنة بنت وهب فأقمت عندها ثلاثاً- فأنشأت

فاطمة بنت مر تقول:

إني رأيتُ مُخِيلَةً لَمَعَتْ ! فتلألأَتْ بحَناتِمِ القَطرِ

فلماتُها نوراً يُضِيءُ لَهُ ما حَولَهُ كإضاءةِ الفجرِ (البدرِ)

فرجوتُها فخراً أبوءُ به ما كلُّ قادحِ زَندِهِ يُورِي

لِلهِ ما زهريَّةٌ سَلَبَتْ ثوبيكَ ما استَلَبَتْ وما تَدرِي

وقالت أيضاً

بني هاشمٍ قد غادرتْ من أخيكم أُمَينةُ إذ للباهِ يعتركانِ

كما غادرَ المصباحُ عند خمودِهِ فتائِلَ قد مِيثَتْ له بدِهانِ

وكلُّ ما يحوِي الفتى من تِلادِهِ لِعَزمٍ ولا ما فاتَهُ لِتَوانِ

فأجمِل إذا طالبتَ أمراً فإنّهُ سيكفيكَهُ جَدّانِ يعتلِجانِ

سيكفيكَهُ إمّا يدٌ مُقفعلّةٌ وإمّا يدٌ مبسوطةٌ ببَنانِ

ولمّا حَوَتْ منهُ أُمَينةُ ما حَوَتْ حَوَتْ منه فخراً ما لذلِكَ ثانِ

تاريخ الامم والملوك

ابن جرير الطبري

عن ابی الفیاض الخثعمی قال مر عبد الله بن عبد المطلب بامرأة

من خثعم یقال لها فاطمة بنت مر وکانت من اجمل الناس واشبه

واعفه وکانت قد قرأت الکتب وکان شباب قریش یتحدثون الیها

فرأت نور النبوة فی وجه عبد الله فقالت : یا فتی! من انت؟

فاخبرها فقالت : هل لک ان تقع علی واعطیک مائة من الابل؟

فنظر الیها وقال

اما الحرام فالممات دونه والحل لاحل فاستبینه

فکیف بالامر الذی تنوینه

ثم مضی الی امرأته آمنة فکان معها ثم ذکر الخثعمیة و

جمالها وما عرضت علیه فاقبل الیها فلم یر منها من الاقبال

علیه آخرا کما رأه منها اولا فقال : هل لک فیما قلت لی؟

فقالت : قد کان ذلک مرة فالیوم لا فذهبت مثلا وقالت ای شیء

صنعت بعدی؟ قال : وقعت علی زوجتی آمنة بنت وهب۔

قالت : والله انی لست بصاحبة ریبة ولکنی رأیت نور النبوة فی

وجهک فاردت ان یکون ذلک فی فابی الله الا ان یجعله حیث

جعله وبلغ شباب قریش ما عرضت علی عبد الله بن عبد المطلب

وتابیه لها فذکروا ذالک لها

فانشأت تقول

انی رأیت مخیلة عرضت فتلألأت بحناتم القطر

فلمائها نور یضیئ له ماحوله کاضاءة الفجر

فرأيته شرفا ابوءبه ... ما كل قادح زنده يورى

لله ما زهرية سلبت ... ثوبيك ما سلبت (استلبت) وما تدرى

وقالت ايضا

بنى هاشم ما غادرت من اخيكم ... امينة اذ للباه يعتلجان

كما غادر المصباح بعد خبوه ... فتائل قد ميثت له بدهان

وما كل ما يحوى الفتى من تلادة ... لحزم ولا ما فاته لتوانى

فأجمل اذا طلبت امرا فانه ... سيكفيكه جدان يصطرعان

سيكفيكه اما يد مقفعلة ... واما يد مبسوطة ببنان

ولما قضت منه امينة ما قضت ... نبا بصرى عنه وكل لسانى

روقد روى أبو صالح عن ابن عباس ان هذه المرأة من بنى اسد بن عبد العزى وهى اخت ورقة بن نوفل وكذلك قال اسحق (ابن اسحاق ؟) وقال هى ام قتال وقال عروة فى آخرين هى قتيلة بنت نوفل اخت ورقة) وروى جرير بن حازم عن ابى يزيد المدائنى ان عبد الله مر على الخثعمية رأت بين عينيه نورا ساطعا الى السماء فقالت: هل لك فى؟ قال: نعم حتى ارمى الجمرة فانطلق فرمى الجمرة ثم أتى امرأته آمنة ثم ذكر الخثعمية فأتاها فقالت: هل أتيت امرأة بعدى؟ قال: نعم آمنة. قالت: فلا حاجة لى فيك انك مررت وبين عينيك نور ساطع الى السماء فلما وقعت عليها ذهب فأخبرها انها حملت بخير اهل الارض — صفة الصفوة (ج اول) ابن الجوزى —

ابن اسحٰق نے کہا: عبدالمطلب عبداللہ کو ساتھ لئے بنی اسد بن عبدالعزیٰ کی ایک عورت کے پاس سے گذرے۔ جو ورقہ بن نوفل (بن اسد بن العزیٰ) کی بہن تھی اور کعبۃ اللہ کے قریب ہی تھی۔ اس عورت نے عبداللہ کا چہرہ دیکھا تو کہا: اے عبداللہ! کہاں جاتے ہو؟ کہا: اپنے والد کے ساتھ عورت نے کہا: تمہیں اتنے ہی اونٹ دوں گی جتنے تمہارے فدیے میں ذبح کئے گئے ہیں (۱۰۰) شرط یہ ہے کہ میرے ساتھ اختلاط کے لئے راضی ہو جاؤ عبداللہ نے کہا: میں اپنے والد کے ساتھ ہوں۔ نہ ان کے خلاف جا سکتا ہوں۔ اور نہ انہیں چھوڑ سکتا ہوں۔

سیرۃ ابن ہشام (ج اول) ———

لوح ۶ صفحہ ۱۹

وما المرءُ مادامت حشاشۃُ نفسِہ ... بِمُدرِکِ اَطرافِ الخطوبِ ولا آلِ

امرؤالقیس ———

والمرءُ ساعٍ لامرٍ لیس یدرکہ ... والعیش شحٌ واشفاقٌ وتامیلُ

عبدہ ابن الطیّب ———

فلا یغرنک ما منت وما وعدت ... ان الامانی والاحلام تضلیل

کعب بن زھیر ———

لوح ۷ صفحہ ۲۰

عفا جانب البطحاء من آلِ ہاشم ... وجاور لحداً خارجاً فی الغماغم

دعتہُ المنایا دعوۃً فاجابہا ... وما ترکت فی الناس مثل ابن ہاشم

عشیۃ راحوا یحملون سریرہ ... تعاورہ اصحابہ فی التزاحم

وان یک غالتہ المنایا وریبھا ‌ ‌ ‌ ‌ فقد کان معطاءً کثیر الترّاحم

سیّدہ آمنہ ————

لوح ۸ صفحہ ۲۱

وکُلُّ ذی اِبلٍ موروثٌ ‌ ‌ ‌ ‌ وکُلُّ ذی سَلَبٍ مسلوبٌ

وکلُّ ذی غیبۃٍ یؤُبُ ‌ ‌ ‌ ‌ وغائبُ الموتِ لا یؤُبُ

ابوبکرؓ مرض الموت میں ————

اَجارتنا مافات لیس یؤوب ‌ ‌ ‌ ‌ وما ھو آت فی الزمان قریب

ولیس غریبا من تنارت دیارہ ‌ ‌ ‌ ‌ ولکن من واری التراب غریب

امرؤ القیس ————

لوح ۹ صفحہ ۲۴

علی شَیبۃَ الحمد الذی کان وجھُہ ‌ ‌ ‌ ‌ یُضیٔ سوادالّلیلِ کالقمرالبدر

حذیفہ بن غانم ————

لوح ۱۰ صفحہ ۲۴

یُبیتُ یجُافی جنبَہُ عن فراشِہٖ

اذا استثقلَتْ بالکافرِینَ المضاجع

ابنِ رواحہ ————

لوح ۱۱ صفحہ ۲۶

فما حملت من ناقۃٍ فوق کورھا

اَبَرّ و اُوفیٰ ذمّۃً من محمّدٍ ۴

لوح ۱۲ صفحہ ۲۷

ابن اسحٰق نے کہا: مجھ سے عمرو بن عبید نے بواسطہ حسن جابر بن عبداللہ یہ روایت نقل کی ہے کہ قبیلہ بنو محارب کے ایک شخص غورث بن الحارث نے اپنی قوم غطفان اور محارب سے کہا: بولو! کیا تمہارے لیے محمدؐ کو قتل کردوں قوم کے آدمیوں نے کہا: کیوں نہیں؟ مگر کیسے؟ جواب دیا۔ اچانک قتل کر دوں گا۔ جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ پھر غورث رسول اللہ صلعم کے پاس پہنچا آپ استراحت فرما تھے اور تلوار آپؐ کی گود میں تھی۔ غورث نے کہا۔ یا محمدؐ! اپنی تلوار دکھایئے۔ رسول اللہ صلعم نے اچھا کہہ کر تلوار دے دی اور وہ تلوار چاندی سے مزین تھی۔ پھر غورث نے تلوار گھمانی شروع کر دی۔ اور رسولؐ سے مخاطب ہو کر بولا: کیا تمہیں مجھ سے ڈر نہیں لگتا؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں! میں تم سے نہیں ڈرتا۔ پھر غورث نے کہا، کیا اس کے باوجود نہیں ڈرتے کہ میرے ہاتھ میں تلوار ہے؟ فرمایا نہیں بالکل نہیں! میرا خدا مجھے بچالے گا! یہ سنتے ہی غورث پر ایسی ہیبت چھائی کہ تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی۔

بقول جابر بن عبداللہ اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

يا ايها الذين امنوا اذكروا نعمة الله عليكم اذ هم قوم ان يبسطوا اليكم ايديهم فكف ايديهم عنكم واتقوا الله وعلى الله فليتوكل المؤمنين!

۔ سیرۃ ابن ہشام ج ثانی ———

ایک درخت کے نیچے آنحضرت صلعم سو گئے۔ تلوار شاخ سے آویزاں کر دی۔

غورث بن الحارث آیا۔ تلوار نکال کر نبی صلعم کو گستاخانہ جگایا۔ بولا: اب تم کو کون بچائے گا؟ فرمایا: اللہ!۔ وہ چکر کھا کر گر پڑا۔ آنحضرت صلعم نے تلوار اٹھا لی۔ فرمایا: اب تجھے کون بچا سکتا ہے؟ (وہ تھر تھر کانپنے لگا) فرمایا: جاؤ میں بدلہ نہیں لیا کرتا۔

بخاری باب غزوۂ ذات الرقاع بحوالہ "رحمۃ اللعالمین"

لوح ۱۳ صفحہ ۲۹

در کعبہ کا حلقہ پکڑ کر عبدالمطلب نے دعا کی:

لَاھُمَّ اِنَّ العبد لیمنع	رحلہ فامنع حلالک
لَا یَغْلِبَنَّ صَلِیْبُھُمْ	ومحالھم غدوا محالک
اِن کُنْتَ تَارِکَھُمْ وَقِبْ	لتنا فامر ما بدا لک

لوح ۱۴ صفحہ ۲۹

قلیس۔ بمقام صنعاء (یمن)

لوح ۱۵ صفحہ ۳۰

——— جب یمن والوں پر مصیبتوں کا زمانہ طویل ہو گیا تو سیف بن ذی یزن حمیری ابومرہ نے قیصر روم کے پاس پہنچ کر قوم کی حالت زار اسے سنائی اور استدعا کی کہ ان مصیبتوں سے نجات دلائی جائے۔ یہ یقین بھی دلایا کہ یمن پر حکومت کے لئے وہ رومیوں میں سے جسے حاکم بنا کر بھیجے گا اسی کو شاہ یمن مان لیا جائے گا۔ قیصر روم کے ہاں سیف کو بات بنتی نظر نہ آئی تو وہاں سے نکل کر نعمان بن منذر کے پاس پہنچا جو حیرہ اور اس کے متصل ملا نے عراق پر کسریٰ کی جانب سے حاکم تھا۔ اس سے حبشیوں کی حکومت کی شکایت کی۔ نعمان نے کہا: کسریٰ کے دربار میں میری سالانہ باریابی ہوتی ہے چند روز ٹھہر جاؤ کہ وہ

زمانہ آجائے۔ چنانچہ وہ چند روز وہیں ٹھہر گیا۔

پھر جب باریابی کا زمانہ آیا۔ تو نعمان، سیف بن ذی یزن کو لے کر کسریٰ کے پاس گیا۔ کسریٰ اپنے اس ایوان میں بیٹھا کرتا تھا جس میں اس کا تاج تھا۔ تاج لوگوں کے خیال کے مطابق ایک بڑے پیمانے (قنقل) کی مانند تھا۔ جس میں یاقوت، زمرد اور موتی سونے چاندی میں جڑے ہوئے تھے۔ اور وہ ایک سونے کی زنجیر سے اس محراب کی چھت سے لٹکا رہتا تھا جہاں کسریٰ کی نشست گاہ تھی (یہ تاج فتح ایران کے بعد مسلمانوں کے قبضے میں آیا اور بارگاہ فاروقی میں پہنچا) اس مقام پر پردے ڈال دیئے جاتے اور جب وہ بیٹھ جاتا اور سر تاج میں رکھ کر بخوبی مطمئن ہو جاتا۔ تو پردے اٹھا لیے جاتے۔ ہر وہ شخص جس نے اس سے پہلے اسے نہ دیکھا ہوتا اس حالت میں دیکھتا تو ہیبت کے مارے گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتا۔ سیف بن ذی یزن بھی جب اس کے پاس آیا تو گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا

ابن اسحاق نے کہا مجھ سے ابو عبیدہ نے بیان کیا۔ کہ جب سیف اس کے پاس آیا تو سر جھکا دیا۔ بادشاہ نے کہا۔ یہ احمق میرے پاس اس بلند دروازے سے آرہا ہے پھر بھی سر جھکائے ہوئے آتا ہے۔ اور جب یہ بات اس سے کہی گئی تو اس نے کہا میں نے صرف اپنے غم و الم کی وجہ سے ایسا کیا اور میرا یہ غم اتنا زیادہ ہے کہ اس کی سمائی کے لئے ہر چیز تنگ ہے

ابن اسحاق نے کہا پھر سیف نے اس سے کہا اے بادشاہ غیر ملکیوں نے ہم پر اور ہمارے ممالک پر غلبہ حاصل کر لیا ہے۔ کسریٰ نے اس سے پوچھا۔ کون غیر ملکی؟ حبشی یا سندھی؟ جواب ملا حبشی۔ اس لئے میں آپ کے پاس آیا ہوں کہ آپ میری مدد فرمائیں اور میرے ملک پر آپ ہی کی حکومت ہو۔ کسریٰ نے کہا

تیرے ملک میں فائدہ بھی کم ہے اور وہ دُور بھی ہے۔ میں ایسا شخص نہیں کہ فارس سے سرزمین عرب پر حملہ کر کے لشکر کو ہلاکت میں ڈالوں جس کی مجھے چنداں ضرورت بھی نہیں۔ پھر اس نے اسے دس ہزار درہم انعام دیئے۔ اور خلعت فاخرہ پہنایا۔ جب سیف نے اس سے خلعت اور درم حاصل کر لیے اور وہاں سے نکلا تو وہ سکے لوگوں کی طرف پھینکتا ہوا نکلا۔ یہ خبر بادشاہ کو پہنچی تو اس نے کہا یہ تو بڑی شان و شوکت والا معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اسے پھر بلوا بھیجا۔ اور کہا: کیا تو نے بادشاہ کا عطیہ اسی مقصد سے لیا تھا کہ اسے لوگوں میں بانٹ دے؟ سیف نے جواب دیا: کہ اسے لے کر میں اور کیا کرتا؟ کیونکہ میں جس سرزمین سے آ رہا ہوں وہاں کے پہاڑ خود سونا چاندی ہیں۔ وہاں اس کی جانب کوئی رغبت بھی نہیں کرتا۔ آخر کسریٰ نے ارکان سلطنت کو جمع کیا اور ان سے کہا: اس شخص اور جس غرض سے وہ آیا ہے اس کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ اُن میں سے کسی نے کہا: بادشاہ سلامت! آپ کے قید خانے میں بہت سے لوگ ہیں جو قتل کرنے کے لئے قید کر رکھے ہیں۔ اگر انہیں اس کے ساتھ روانہ کر دیں تو بہت ہی بہتر ہو۔ کیونکہ اگر وہ ہلاک ہو گئے تو وہی ہو گا جو آپ نے ان کے باب میں ارادہ کیا ہے اور اگر وہ فتحیاب ہو گئے تو وہ حکومت جسے آپ حاصل کرنا چاہتے ہیں حاصل ہو جائے گی۔ آخر کسریٰ نے ان لوگوں کو جو اس کے پاس قید تھے سیف کے ساتھ بھیج دیا ان کی تعداد آٹھ سو تھی۔

انہیں میں سے ایک شخص کو جس کا نام دہرز تھا ان پر حاکم بنا دیا۔ وہ ان سب میں زیادہ عمر رسیدہ اور شرافت ذاتی و خاندانی کے لحاظ

سے بھی بہتر تھا۔ اس کے بعد وہ لشکر آٹھ کشتیوں میں روانہ ہوا۔ ان میں سے دو کشتیاں تو ڈوب گئیں باقی چھ کشتیاں ساحل عدن پر پہنچیں۔ سیف نے اپنی قوم میں سے بھی جتنوں کو ہوسکا دہرز کی فوج کے ساتھ شامل کردیا اور اس سے کہا میرے اور تیرے آدمی ایک ساتھ رہیں گے حتیٰ کہ یا تو ہم سب کے سب مرجائیں یا فتحیاب ہو جائیں۔ دہرز نے اس سے کہا یہ تو تُو نے انصاف کی بات کہی۔ آخر اس کے مقابلے کے لیئے مسروق بن ابرہہ شاہ یمن نکلا۔ دہرز نے اپنے بیٹے کو مقابلے کے لیئے بھیجا۔ غرض یہ تھی۔ کہ جنگ ہو تو دہرز خود حبشیوں کا طریق جنگ دیکھے۔ دہرز کا بیٹا جنگ میں مارا گیا۔ اس وجہ سے اس کا جوش انتقام اور بڑھ گیا۔ جب لوگ ایک دوسرے کے مقابل جنگ کی صفوں میں کھڑے ہوئے تو دہرز نے کہا مجھے بتاؤ! بادشاہ کون ہے؟ لوگوں نے اس سے کہا کیا تمہیں وہ شخص وہاں نظر آرہا ہے جو ہاتھی پر سوار، تاج سر پہ رکھے ہوئے ہے۔ اور اس کی آنکھوں کے درمیان یاقوت سُرخ ہے؟ اس نے کہا: ہاں! لوگوں نے کہا وہی بادشاہ ہے۔ دہرز نے کہا! اچھا تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ۔ پھر وہ بہت دیر تک ٹھہرے رہے۔ بعد ازاں دہرز نے پوچھا اب بادشاہ کس سواری پر ہے؟ انہوں نے کہا اب اس نے پھر سواری بدل دی ہے اور وہ ایک مادہ خچر پہ بیٹھ گیا ہے۔ دہرز نے کہا گدھی کی بیٹی پر؟ اب وہ ذلیل ہو گیا۔ اور اس کا ملک بھی ذلیل ہو گیا۔ اب میں اسے تیر سے ماروں گا۔ اگر تم نے یہ دیکھا کہ اس کے ساتھیوں نے کوئی حرکت نہیں۔ تو تم بھی اپنی جگہ ٹھہرے رہنا۔ اور انہوں نے کوئی جنبش نہ کی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں نے تیر اندازی میں غلطی کی اور میرا نشانہ

خطا گیا۔ اگر آس پاس کے لوگ حلقہ بنا کر بادشاہ کے اطراف جمع ہو گئے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ میرا تیر ٹھیک نشانے پر بیٹھا۔ اس وقت تم بھی دھاوا بول دینا!

پھر دہرز نے کمان پر چلہ چڑھایا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ کمان بڑی سخت ہے اور اس کے سوا کوئی دوسرا چلہ نہیں چڑھا سکتا۔ پھر اس نے اپنی بھوؤں پر پٹی باندھنے کا حکم دیا۔ پٹی باندھ دی گئی۔ تو اس نے تیر مارا اور وہ ٹھیک اس یاقوت پر بیٹھا جو مسروق کی دونوں آنکھوں کے درمیان تھا۔ تیر کا پھل اس کے سر میں دھنس کر گدی میں سے نکل گیا اور وہ سواری سے اُلٹ کر گر پڑا۔ حبشیوں نے حلقہ باندھ لیا۔ اور اس کے گرد جمع ہو گئے۔ ادھر سے فارسیوں نے ان پر دھاوا بول دیا۔ آخر حبشی شکست کھا گئے اور منتشر ہو کر ہر طرف بھاگے۔ دہرز بڑھا کہ صنعا میں داخل ہو جب وہ شہر کے دروازے پر آیا تو کہا: میرا پرچم ہرگز سرنگوں ہو کر داخل نہ ہو گا دروازے کو گرا دو! چنانچہ دروازہ گرا دیا گیا اور دہرز سربلند پرچم کے ساتھ اس میں داخل ہوا ——— پھر دہرز اور فارس والے یمن میں مقیم ہو گئے۔ یمن میں حبشیوں کی حکومت بہتر سال رہی۔ ان میں چار حکمران ہوئے پہلا اریاط، دوسرا ابرہہ تیسرا یکسوم بن ابرہہ چوتھا مسروق بن ابرہہ ——— سیرۃ ابن ہشام ج اوّل ———

لوح ۱۶ صفحہ ۳۱

قال عبدالمطلب انی لنایمٌ فی الحجر اذاتانی آتٍ فقال: احفر طیبۃَ! قال قلت: وما طیبۃُ؟ قال ثم ذھب عنی فلما کان الغد

رجعت إلى مضجعی فنمت فیہ فجاءنی فقال : احفر بَرَّۃَ ! قال

فقلت : وما بَرَّۃُ ؟ ثم ذھب عنی فلما کان الغد رجعت الی مضجعی

فنمت فیہ فجاءنی فقال : احفر المضنونۃ (المضمونۃ) ! قال قلت : وما

المضنونۃ (المضمونۃ) ؟ قال ثم ذھب عنی فلما کان الغد رجعت الی مضجعی

فنمت فیہ فجاءنی فقال : احفر زمزم قلت : وما زمزم ؟

قال : لا تُنزف ابداً ولا تُذَمُّ ۔ تسقی الحجیج الاعظم

وھی بین الفرث والدم عند نقرۃ الغراب الاعصم عند قریۃ النمل۔

ثم ادعُ بالماءِ الرَّواءِ (الروی) غیر الکدر

یَسقی حجیجَ اللہ فی کُلِ مبَرّ

لیس یخاف منہ شئی ما عمرِ

احفر زمزم انک ان حفرتھا لم تندم وھی تراث مِن ابیک الاعظم لا تُنزف ابداً ولا

تُذم ۔ تسقی الحجیج الاعظم مثل نعامٍ جافلٍ لم یُقسم یُنذر

فیھا ناذرٍ لِمُنعِم تکون میراثاً وعقداً محکم ۔ لیست کبعض ما

قد تعلم وھی بین الفرث والدم ۔

——— سیرۃ ابن ھشام ———

لوح ۱۷ صفحہ ۳۳

وا ذ یرفع ابراھیمُ القواعد من البیت واسماعیل ط ربنا

تقبل منا ——— انک انت السمیع العلیم ۔ ربنا

واجعلنا مسلمَین لک ومن ذرّیتنا اُمّۃً مُسلمۃً لک وارنا

مناسکنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم ۔ ربنا وابعث
فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم آیٰتک ویعلمھم الکتٰب
والحکمۃ ویزکیھم ط انک انت العزیز الحکیم۔

——— القرآن ۲ : ۱۲۸ : ۱۳۰

——— انا دعوۃ ابی ابراھیم ———

وبُشریٰ اخی عیسیٰ - - رسولؐ

لوح ۱۸ صفحہ ۳۲

اور مرد خدا موسےٰ نے جو دعائے خیر دے کر اپنی وفات سے پہلے اسرائیل
کو برکت دی وہ یہ ہے اور اس نے کہا:

خداوند سینا سے آیا
اور شعیر سے ان پر آشکار ہوا
وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا
اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا
اس کے دھنے ہاتھ پر ان کے لئے آتشی شریعت تھی۔
وہ بے شک قوموں سے محبت رکھتا ہے۔

——— استثنا ۳۳ : ۱ - ۳

لوح ۱۹ صفحہ ۳۳

خدا تیمان سے آیا

اور قدوس کوہ فاراں سے

اس کا جلال آسمان پر چھا گیا

اور زمین اس کی حمد سے معمور ہو گئی

اس کی جگمگاہٹ نور کی مانند تھی

اس کے ہاتھ سے کرنیں نکلتی تھیں

اور اس میں اس کی قدرت نہاں تھی

وبا اس کے آگے آگے چلتی تھی

اور آتشی تیر اس کے قدموں سے نکلتے تھے

وہ کھڑا ہوا اور زمین تھرا گئی

اس نے نگاہ کی اور قومیں پراگندہ ہو گئیں

جبالِ مخلّد ریزہ ریزہ ہو گئے

قدیم ٹیلے جھک گئے

اس کی راہیں ازلی ہیں ————

———— جبقوق ۳ : ۳ - ۶

لوح ۲۰ صفحہ ۳۲

وھِرِعشتِی اِتْ کُلْ ھگوْیِم وَبَاوْ حِمْدَتْ کُلْ ھگوْیِم وملِّتِی

اِتْ ھَبَایِتْ ھَزِہ کابُود اَمَر یھوا صِیَاوُتْ

میں سب قوموں کو ہلا دوں گا اور حمد سب قوموں کا آوے گا اور میں اس گھر کو

جلال سے معمور کروں گا کہا خداوند خلاق نے ———— حجی ۲ : ۷

لوح ۲۱ صفحہ ۳۳

دُودی صَحْ وِادُوم دَغُول مِرِبَابَہ رُوشُو کَتِم پَاز قِصُوتَاو

تلتلیم شحوُروث کِعورِیب عنَاوْ کیُونِیم عَلْ اَفِیقِی رُحصُوث

بحالاب یُوشبُوث عَلْ مِلِیّت ؛ لِحَایا وْکعَروغَث ھبمِوسم مِغد

لُوث مِرقاحیم سِفثُوثَا وْشُوشَنِیم نُطَافُوث مُورعُوبیرِ یا

داوْ گلیلِی زَاھَاب مملاَّئیم بزَآسِیش مِعَاو عِشْتِ شِیُن مُعلّفِث

سَپِیرِیم شُوقَاو عَمُّو دی شِیُش مِیُستا دِیم عَلْ اَدْنی پاز

مَرْئِیھُو کلبَانُون بَاحُور کا رازیم ؛ حِکُّو منقیم وخِلُّو محمدِیم

زِہ دُودِی وزِہ رعِی نبوث یرُوشلایم ۔

——— شیرھشیریم ۵ : ۱۰ - ۱۶ ———

لوح ۲۲ صفحہ ۴۴

ویدوں میں تین گُنوں (صفات) کا ذکر ہے۔ تُو ان تینوں صفات سے آزاد ہو جا۔ ہمیشہ ستوگن پر قائم رہ۔ مقبوضات کی پروا نہ کر۔ ہمیشہ روحانیت میں غرق رہ۔ ———

——— بھگوت گیتا

ادھیائے ۲ : ۴۵ (سانکھ یوگ)

——— ترجمہ اجمل خاں

ستوگن ——— یکسانیت سکون روشنی

رجوگن ——— حرکت عمل، جوش

تموگن ——— ظلمت ، حماقت

رجوگن ستوگن تموگن سہ گن　　ہمہ خلق زانہابود بے سخن

ستوگن بود خوئے اہلِ کمال　　کہ یابند زاں دولتِ بے زوال

——— ترجمہ فیضی

رجوگن ——— نفسِ لوّامہ

ستوگن ——— نفسِ مطمئنہ

تموگن ——— نفسِ امّارہ

اسی حساب سے انسانوں کی بھی تین قسمیں ہیں

ستگنی ، تمگنی ، رجگنی

. . . .

۵۔ روشنی (است [illegible] حرکت (رجس) ظلمت (تمس) یہ صفات مادہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ اے قو [illegible] ... یہ صفات غیر فانی باشندہ جسم (روح) کو جسم کے اندر مضبوطی سے مربوط کر دیتی ہیں۔

۶۔ ان میں سے یکسانیت (ستوگن) روشن اور پاک ہونے کی وجہ سے اور اپنی صاف طبعی سے روح کو مسرت اور علم کے ذریعہ بندش میں ڈالتی ہے۔ اے معصوم ہستی۔

۷۔ اے کنتی کے بیٹے! جان لے کہ حرکت کی صفت (رجوگن) جس کا شکل خواہش ہے اور جو خواہش ہی کے تعلق سے پیدا ہوتی ہے وہ روح کو اعمال (کرم) کی زنجیروں میں باندھتی ہے۔

۸۔ لیکن ظلمت (تموگن) جہالت سے پیدا ہوتی ہے اور جسم کے تمام باشندوں (یعنی جانوں) کو فریب میں مبتلا رکھتی ہے۔ اور اے بھارت! یہ ظلمت ،

لاپرواہی، سستی اور نیند کے ذریعے روح کو باندھتی ہے۔

۹۔ ستوگن مسرت میں پھنساتی ہے۔ حرکت عمل میں پھنساتی ہے اور ظلمت عقل پر حجاب ڈال کر بے پرواہی میں پھنساتی ہے۔ اے بھارت!

۱۰۔ اے بھارت! روشنی (ستوگن) اس وقت پیدا ہوتی ہے جب روح حرکت و ظلمت پر فتح حاصل کر لیتی ہے۔ جب حرکت اور ستوگن مغلوب ہو جاتی ہیں۔ تو ظلمت پیدا ہوتی ہے اور جب ظلمت اور ستوگن مغلوب ہو جاتی ہیں تو حرکت یا جوش پیدا ہوتا ہے۔

۱۱۔ جب عقل کی شعاعیں جسم کے تمام دروازوں سے نکلنے لگتی ہیں۔ تب یہ سمجھنا چاہیئے کہ ستوگن بڑھ رہا ہے۔

۱۲۔ حرکت کی زیادتی سے حرص، طبیعت کا میلان، اکتساب اعمال، اضطراب اور خواہش پیدا ہوتی ہے اے بھارتوں کے برگزیدہ انسان!

۱۳۔ اے ارجن! ظلمت کی زیادتی سے تاریکی، بے رغبتی، غفلت اور جھوٹی محبت پیدا ہوتی ہے۔

۱۴۔ اگر اس وقت ستوگن کا دور دورہ ہو۔ جب کہ روح اس جسم سے الگ ہوتی ہے تو واقعہ یہ ہے کہ وہ بڑے بزرگوں کی پاکیزہ دنیاؤں میں جاتی ہے۔

۱۵۔ اگر حرکت (رجوگن) کی حالت میں (روح و جسم کی) علیحدگی ہو۔ تو وہ ان لوگوں میں پیدا ہوتا ہے۔ جو عمل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اگر ظلمت کی حالت میں جسم و جان کی جدائی ہو تو وہ غیر درک جانوروں کے رحموں میں پیدا ہوتا ہے۔

۱۶۔ کہا جاتا ہے کہ عمل صالح کا ثمرہ متوازن اور پاکیزہ ہوتا ہے۔ اور حرکت کا ثمرہ غم والم ہے۔ اور ظلمت کا ثمرہ جہالت ہے۔

۱۷۔ روشنی (ستوگن) سے عقل پیدا ہوتی ہے۔ حرکت سے حرص، اور ظلمت سے لاپرواہی، دھوکا اور جہالت پیدا ہوتی ہے۔

۱۸۔ جو روشنی میں جاگزیں ہیں۔ وہ بلندی کی طرف ابھرتے ہیں۔ حرکت کرنے والے درمیانی درجہ میں رہتے ہیں۔ اور اہل ظلمت پستی کی طرف جاتے ہیں اور ذمیم ترین صفات میں گھرے رہتے ہیں۔

۲۰۔ جب جسم کا باشندہ (روح) جسم سے پیدا ہونے والی تینوں صفات عبور کر لیتا ہے تو وہ پیدائش، موت، بڑھاپے اور غم سے آزاد ہو کر آبِ حیات پیتا ہے۔

۲۴۔ جو مسرت و غم میں یکساں اور خود دار رہتا ہے جس کی نظر میں مٹی کا ڈھیلا پتھر اور سونا سب برابر ہے جو محبت و نفرت میں یکساں رہتا ہے اور مستقل ثابت قدم ہے جو ملامت اور تعریف میں ایک حالت میں رہتا ہے

۲۵۔ جو عزت و ذلت میں یکساں رہتا ہے اور دوست دشمن سے یکساں سلوک کرتا ہے اور جملہ علائق کو ترک کر دیتا ہے وہ کہا جاتا ہے کہ "تینوں صفات سے فارغ ہو گیا۔

—— ادھیائے ۱۴

گن ترے وبھاگ یوگ (تقسیم صفات سہ گانہ
ترگن سبھاگ)

—— ترجمہ اجمل خاں

لوح ۲۳ صفحہ ۴۵

والفضل ماشہدت بہ الاعداء

لوح ۲۴ صفحہ ۴۶

وقدم علیہ رسول اللہ صلعم) وفد النخع وھم آخر الوفود قدموا علیہ فی نصف المحرم سنۃ احدیٰ عشرۃ فی مائتی رجل نزلوا دار الضیافۃ ثم جاءوا رسول اللہ صلعم مقرین بالاسلام و قد کانوا بایعوا معاذ بن جبل فقال رجل منھم یقال لہ زرارۃ بن عمرو: یارسول اللہ: انی رأیت فی سفری ھذا عجبا

قال (رسول) : وما رأیت؟

قال (زرارۃ) : أتانا ترکتھا فی الحی کانھا ولدت جدیا أسفع احوی

فقال لہ رسول صلعم: ھل ترکت أمۃ لک مصرۃ علی حمل؟

قال : نعم

قال : فانھا قد ولدت غلاما وھو ابنک

قال : یارسول اللہ: فمابالہ أسفع أحوی

فقال : ادن منی

فدنا منہ

فقال : ھل بک من برص تکتمہ؟

قال : والذی بعثک بالحق ماعلم أحد ولا اطلع علیہ غیرک

قال : فھو ذلک

قال: یارسول اللہ! ورأیتُ النعمان بن المنذر علیہ قرطان

مدملجان ومسکتان

قال: ذلک ملک العرب رجع الی أحسن زیہ وبہجتہ

قال: یارسول اللہ: ورأیت عجوزاً شمطاء قد خرجت من الارض

قال: تلک بقیۃ الدنیا

قال: ورأیتُ نارا خرجت من الارض فحالت بینی وبین ابن لی

یقال لہ عمرو وھی تقول لظی لظی بصیر و أعمی أطعمونی

أکلکم أھلکم ومالکم

قال رسول صلعم: تلک فتنۃ تکون فی آخر الزمان

قال: یارسول اللہ! وما الفتنۃ؟

قال: یقتل الناس اِمامھم ویشتجرون اشتجار أطباق الرأس

وخالف رسول اللہ صلعم بین أصابعہ یحسب المسیٔ فیھا أنہ

محسن ویکون دم المؤمن عند المؤمن فیھا أحلی من شرب الماء

اِن مات ابنک أدرکت الفتنۃ واِن مت أنت أدرکھا ابنک

فقال: یارسول اللہ! ادع اللہ ان لا ادرکھا

فقال لہ رسول اللہ صلعم: اللھم لا یدرکھا

فمات وبقی ابنہ وکان ممن خلع عثمان رض

——— زاد المعاد ج ثالث

——— ابن القیم

لوح ۲۵ صفحہ ۴۹

وفی قلب نیاز عنی الیہا   وشوق بین اضلاعی حثیث

لوح ۲۶ صفحہ ۵۱

یا ابنِ عَمّ! انی قد رغبتُ فیک لقرابتک وسِطَتِکَ فی قومک
واَمانتک وحُسنِ خُلقک وصدق حدیثک

قالت نفیسة بنت منیة کانت خدیجة بنت خویلد بن اسد بن عبد العزی
بن قصی امرأة حازمة جلدة شریفة اوسط قریش نسبا واکثرھم مالا
وکل قومھا کان حریصا علی نکاحھا لو قدر علی ذلک قد طلبوھا و
بذلوا لھا الاموال فأرسلتنی دسیسا الی محمد بعد أن رجع من الشام
فقلت: یا محمد! ما یمنعک ان تزوج؟ فقال: ما بیدی ما اتزوج
به۔ قلت: فان کفیت ذلک ودعیت الی الجمال والمال والشرف
والکفاءة ألا تجیب؟ قال: فمن ھی؟ قلت خدیجة قال وکیف لی
بذلک؟ قلت: علی قال وانا فانا افعل۔ فذھبت فأخبرتھا فأرسلت
الیه ان ائت لساعة کذا وکذا وارسلت) الی عمھا عمرو بن اسد
لیزوجھا فحضر ودخل رسول اللہ صلعم فی عمومته فتزوجھا
وھو ابن خمس وعشرین سنة وخدیجة یومئذ بنت اربعین
سنة ـــــــ صفة الصفوة ج اول

لوح ۲۷ صفحہ ۵۲

فرجع بھا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یرجف فؤادہ فدخل

علی خدیجة بنت خویلد فقال: زملونی! زملونی! فزملوہ حتی

ذھب عنہ الروع فقال لخدیجة واخبرھا الخبر لقد خشیت علی

نفسی فقالت خدیجة: کلاً! واللہ ما یخزیک اللہ ابداً انک لتصل
یحزنک

الرحم وتصدق الحدیث وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف

وتعین علی نوائب الحق ——————

—————— بخاری کتاب الوحی

انصرفت راجعاً الی اھلی حتی اتیت خدیجة فجلست الی فخذھا مضیفاً

فقالت یا ابا القاسم این کنت فواللہ لقد بعثت رسلی فی طلبک حتی

بلغوا مکة ورجعوا الی قال قلت لھا ان الابعد لشاعر او مجنون

فقالت اعیذک باللہ من ذلک یا ابا القاسم ما کان اللہ لیصنع ذلک

بک مع ما اعلم منک من صدق حدیثک وعظم امانتک وحسن خلقک

وصلة رحمک ——————

—————— الطبری

فاتیت خدیجة فقلت دثرونی وصبوا علی ماء قال فدثرونی وصبوا

علی ماء بارداً فنزلت یا ایھا المدثر

—————— الطبری

عن عائشة انھا قالت اول ما ابتدی بہ رسول اللہ صلعم من
بدی

الوحی الرؤیا الصادقة وکان لایری رؤیا الاجاءت مثل فلق
فکان

الصبح ثم حبب الیہ الخلاء فکان یاتی جبل حراء فیتحنث فیہ

وھو التعبد اللیالی ذوات العدد و یتزود لذلک ثم یرجع الی

خدیجة فتزودہ لمثلہا حتی فجئہ الحق وھو فی غار حرا فجاءہ

الحق / الملک فیہ فقال اقرأ فقال رسول اللہ صلعم فقلت ما انا بقاری

قال فاخذنی فغطنی حتی بلغ منی الجہد ثم ارسلنی فقال اقرأ

فقال ما انا بقاری فاخذنی فغطنی الثانیة حتی بلغ من الجہد

ثم ارسلنی فقال اقرأ فقلت ما انا بقاری فاخذنی فغطنی الثالثہ

حتی بلغ من الجہد ثم ارسلنی فقال اقرأ باسم ربک الذی خلق

حتی بلغ ـ مالم یعلم۔ قال فرجع بہا ترجف بوادرہ حتی دخل

علی خدیجة فقال زملونی زملونی فزملوہ حتی ذہب عنہ الروع

فقال یا خدیجة ما لی / فقالت خدیجة مابک؟ فاخبرہا الخبر فقال قد خشیت علی

فقالت لہ کلا ابشر فو اللہ لا یخزیک اللہ ابدا انک لتصل الرحم

وتصدق الحدیث وتحمل الکل وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق

صفة الصفوة

ج اول

لوح ۲۸ صفحہ ۵۵

السعی منی والاتمام من اللہ ——— رسولؐ

علی المرء ان یسعی علی الخیر جہدہٗ ——— ولیس علیہ ان تتم المطالب

لوح ۲۹ صفحہ ۵۷

ھذا اخٌ لی لم تلدہ امی ——— ولیس من نسل ابی وعمی

فانمہ اللھم فیما تنمی

یا ربنا ابق لنا محمدا حتی اراہ یافعا وامردا

ثم اراہ سیدا مسودا واکبت اعادیہ مع الحسدا

واعطہ عزاً یدوم ابدا

حذافہ —— شیما شمآء

جذامہ السعدیہ بنت حارث

خذامہ

لوح ۳۰ صفحہ ۵۷

ابن اسحٰق نے کہا کہ رسول اللہ صلعم کو عامِ فتح میں بیت اللہ کا طواف کرتے وقت فضالہ بن عمیر بن مُلوح لیثی نے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر جب آپ اس کے قریب ہوئے۔ تو آپؐ نے فرمایا: اُفضالہ ؟ کیا فضالہ ہیں ؟ جواب دیا: جی ہاں، فضالہ ہوں یا رسول اللہ: آپؐ نے فرمایا: ماذا کنت تحدث نفسک ؟ تم اپنے دل میں کیا بات کر رہے تھے ؟ فضالہ نے جواب دیا۔ کچھ نہیں۔ میں اللہ کا ذکر کر رہا تھا۔ راوی کا کہنا ہے کہ یہ جواب سن کر رسول اللہ کو ہنسی آگئی۔ پھر آپؐ نے فرمایا: فضالہ اللہ سے استغفار کرو۔ اور دست مبارک اس کے سینے پر رکھ دیا۔ اس کا دل سکون میں آ گیا۔ چنانچہ فضالہ کہا کرتے تھے۔ خدا کی قسم! آپؐ نے دستِ مبارک میرے سینے سے اٹھایا ہی تھا کہ اللہ کی ساری مخلوق میں ان سے زیادہ میرے لئے کوئی محبوب نہ تھا۔ یہ بھی بیان کیا۔ پھر میں اپنے اہل خانہ کی طرف واپس آ گیا۔ اپنی بیوی سے باتیں کرتا ہوا گزر رہا تھا۔ کہ اس نے پوچھا کوئی خبر لائے ہو ؟ میں نے جواب دیا: کوئی خبر نہیں۔ پھر یہ شعر پڑھے:

قالت هلمّ الی الحدیث فقلت لا	یابی علیک اللہ والاسلامُ
لوما رایتِ محمّداً وقبیلہ	بالفتح یومَ تکسّرَ الاصنامُ
لرأیتِ دین اللہ اضحیٰ بیّناً	والشرک یغشی وجہہ الاظلامُ

سیرۃ ابنِ ہشام ———

لوح ۳۱ صفحہ ۶۱

(عادک — ماعاد — المسھّد)

أَلم تغتمِض عیناک لیلۃَ اُرمدا	وبِتَّ کما بات السّلیمُ مسھّدا
وماذاک من عشق النساءِ وانّما	تناسیتُ قبلَ الیومِ خلّۃَ مھددا

اعشیٰ ———

أَرقتُ وماھذا السُّھادُ الموَرّقُ | وَمابی من سُقمٍ ومابی مَعشقُ

اعشیٰ ———

لوح ۳۲ صفحہ ۶۳

تنام عینی وقلبی یقظان

تنام عینہ ولا ینام قلبہ

الانبیاء تنام اعینھم ولا تنام قلوبھم

نائمۃ عیناہ ولا ینام قلبہ

ان عَینَہ نَایِمَۃٌ والقلبُ یقظانٌ

لاینام قلبی عینای تنام ——— ع

عینی تشنہ ولبی عرقول دردی

— میں سوتی ہوں مرا دل جاگتا ہے — ع

غزل الغزلات ۵ : ۲ ———

گر چشم سرش خسپد بے سرمہ چشمت او
کز دیدۂ جان خود لوح ازلی خواند

شمس تبریزی ———

لوح ۳۳ صفحہ ۶۳

هَلِ المُحِبُّ الازفرةً بعد زفرةٍ   وحرٌّ على الاحشاءِ ليس له بردُ

معدانِ بن المضربَ الكندیؔ ———

لوح ۳۴ صفحہ ۶۵

متى يستريحُ القلبُ امّا مجاورٌ   حزينٌ و إمّا نازحٌ يتذكّرُ

لوح ۳۵ صفحہ ۶۶

مَحَضْتَنِي النُّصْحَ لٰكِنْ لَسْتُ أَسْمَعُهُ
اِنَّ المُحِبَّ عَنِ العُذّالِ فِي صَمَمِ

بوصیری (بردہ) ———

لوح ۳۶ صفحہ ۶۷

لا فتیٰ الّا علی، لا سیف الّا ذوالفقار

لوح ۳۷ صفحہ ۶۹

لبيت تخفق الارواح فيه — احب الی من قصر منيف
ولُبس عباءة وتقرّ عينی — احبّ الی من لُبْس الشفوف
واكل كُسيرة فی كسر بيتی — احبّ الی من اكل الرغيف
واصوات الرياح بكل فج — احبّ الی من نقر الدفوف

—— صرخة بنت الباديه ——

—— ميسون بنت بحدل الكلبيه ——

لوح ۳۸ صفحہ ۷۱

فروة بن عمرو الجذامی ملک عرب الروم

قال ابن اسحٰق وبعث فروة بن عمرو الجذامی الی رسول اللّٰه صلعم رسولا باسلامہ واھدی لہ بغلة بیضاء وکان فروة عاملا للروم علی من یلیھم من العرب وکان منزلہ معان وما حولہ من ارض الشام۔ فلما بلغ الروم ذلک من اسلامہ طلبوہ حتی اخذوہ فحبسوہ عندھم فلما اجتمعت الروم لصلبہ علی ماء لھم یقال لہ عفراء بفلسطین قال:

اَلاھل اُتی سلمی باَن خلیلھا — علی ماء عفرا فوق إحدی الرواحل
علی ناقة لم یضرب الفحل اُمھا — مشذبة اَطرافھا بالمناجل

قال ابن اسحاق وزعم الزھری اَنھم لما قدموہ لیقتلوہ قال:

بلغ سراة المسلمین باَنتی — سلم لربی اَعظمی ومقامی

ثم ضربوا عنقہ علی ذلک الماء

—— زاد المعاد (ج ثالث) —— ابن القیم ——

لوح ۳۹ صفحہ ۷۲

عاصم بن ثابت بن اُبی الافلح (ابوسلیمان) عاصم بن عمر بن الخطاب کے نانا — شاعر احوص (عبداللہ) کے دادا

لوح ۴۰ صفحہ ۷۹

لقد جمع الاحزابُ حولی وألّبُوا ۔۔۔ قبائلهم واستجمعو اکلّ مجمع

وکلّهم مُبدِی العداوة جاهدٌ ۔۔۔ علیّ لانی فی وثاقٍ بِمَضیَع

وقد جمّعوا أبناءهم ونساءهم ۔۔۔ وَقُرِّبْتُ من جذعٍ طویلٍ مُمَنَّعِ

وقد خیّرونی الکفر والموت دونه ۔۔۔ وقد هملت عینای من غیر مجزع

فلست بمُبدٍ للعدوّ تخشّعاً ۔۔۔ ولاجَزَعاً انّی الی الله مرجعی

وما بی (فی) حِذارُ الموتِ انی لَمیّتٌ ۔۔۔ ولکن حذاری جحمِ نارٍ ملفّع

فذا العرش صبّرنی علی مایرادبی ۔۔۔ فقد بضّعوا لحمی وقد یاس مطمعی

الی الله اشکو غربتی ثم کربتی ۔۔۔ وما ارصدَ الاحزاب لی عند مصرعی

فواللہ ما ارجو اذا مِتُّ مسلما ۔۔۔ علی ایّ جنبٍ کان فی اللہ مصرعی

ولستُ (ما) ابالی حینَ اُقتَلُ مُسلِما ۔۔۔ علی اَیِّ شِقٍّ (جنب) کانَ للّٰه (فی اللہ) مَصرعی

وذالکَ فی ذاتِ الإلٰه وإن یَشاءَ
یُبارک علی أوصالِ شِلوٍ مُمزّعِ

خبیب بن عدی — سیرۃ ابن ہشام و بخاری —

(کتاب المغازی، کتاب التوحید)

خبیب (ربیع الارض) نے جنگ بدر میں حارث بن عامر بن نوفل کو قتل کیا تھا بچہ غالباً حارث کی بیٹی (عقبہ کی بہن) زینب کا تھا۔

لوح ۴۱ صفحہ ۸۲

دخلت الجنۃ نسمعت خشفۃً فقلت ما ھذا ؟

فقیل الرمیصاء بنت ملحان ——— رسولؐ

(ام سلیم۔ رمیصا، غمیصا، سہلۃ، رمیلۃ، رمیثۃ، انیفۃ

——— بنت میکہ وملحان) ———

لوح ۴۲ صفحہ ۸۳

سلمان من اھل البیت ——— رسولؐ

لوح ۴۳ صفحہ ۸۳

فُزتُ وَربِّ الکعبہ

لوح ۴۴ صفحہ ۸۴

عن عائشۃؓ قالت لما قدم رسول اللّٰہ صلعم وُعِکَ ابوبکرٍ وبلالٌ

قالت فدخلتُ علیھما فقلتُ: یا اَبَتِ کیف تجِدُک؟ ویا بلالُ

کیفَ تجِدُک؟ قالت: وکان ابوبکرٍ اذا اخذتْہُ الحُمّیٰ یقولُ:

کُلُّ امرِیٍٔ مُصَبَّحٌ فی اَھلِہٖ والموتُ ادنیٰ من شِراکِ نَعلِہٖ

وکان بلالٌ اذا اُقلِعَ عنہ یرفع عقیرتَہٗ فیقولُ:

الالیتَ شِعرِی ھل ابیتَنَّ لیلۃً بوادٍ وحولی اِذخِرٌ وَجلیلٌ

وَھل اَرِدَنْ یوماً مِیاہَ مجنّۃٍ وَھل تبدُوَنْ (یبدُ) لی شامۃٌ وَطفیلٌ

——— بخاری (کتاب المرضیٰ) ———

طفیل اور شامہ، مجنّہ چشمے کے سامنے مکّہ کے دو پہاڑ ہیں

لوح ۴۵ صفحہ ۸۴

مَا رَأَیتُ مِنَ النَّاسِ اَحَداً یُحِبُّ اَحَداً کَحُبِّ اَصحَابِ مُحَمَّدٍ مُحَمَّداً

ابوسفیان بحوالہ ابن ہشام ———

لوح ۴۶ صفحہ ۸۵

..... فلما وصل کعب بن زہیر الی قولہ

ان الرسول لسیف یستضاء بہ مہند من سیوف الہند مسلول

قال رسول اللہ: من سیوف اللہ، ثم رمی الیہ بردتہ التی کانت علیہ

وہی التی بذل معاویۃ فیہا لکعب عشرۃ آلاف فقال کعب ما

کنت لأوثر بثوب رسول اللہ احداً فلما مات کعب بعث معاویۃ الی

ورثتہ بعشرین الفاً واخذہا منہم وتوارثہا الملوک والسلاطین

بعدہ ———

لوح ۴۷ صفحہ ۸۵

اَللّٰہُمَّ لاتعذب احداً من آل یاسر بالنار

صبراً آل یاسر فانا موعدکم الجنۃ

اِصبِرُوا یَا آلَ یَاسِرٍ فَاِنَّ مَوعِدکم الجَنَّۃُ ———

لوح ۴۸ صفحہ ۸۶

لقد اَمِرَ اَمرُ ابن ابی کبشہ ——— ابوسفیان

ابوکبشہ، آنحضرت صلعم کے رضاعی باپ الحارث بن عبدالعزی السعدی

(حلیمہ سعدیہ کے شوہر) کی کنیت

فَاَمسیٰ رسول اللہ قد عزَّ نصرُہٗ وَ اَمسیٰ عداہ من قتیل وشارد

لوح ۴۹ صفحہ ۹۰

إلى اللهِ اشكوُ لا إلى النّاسِ اَنَّنى

اُرى الارضَ تبقىٰ والاَخِلّاءُ تَذهبُ

الخطمش القبيُ

لوح ۵۰ صفحہ ۹۰

المعرفة رأس مالی والعقل اصل دینی والحُبُّ اساسی

والشوق مرکبی وذکر الله انیسی والثقة کنزی والحزن رفیقی والعلم

سلاحی والصبر ردائی والرضا غنیمتی والعجز فخری والزهد حرفتی

والیقین قُوتی والصدق شفیعی والطاعة حسبی والجهاد خلقی

وقرة عینی فی الصلوٰة

لوح ۵۱ صفحہ ۹۲

تَدمعُ العینُ ویحزنُ القلب ولانقول الاما یرضی ربنا یا

ابراهیم لانغنی عنک من الله شیئاً ——— لولا انه امرحق ووعد

صدق وان آخرنا سیلحق اولنا الحزنا علیک حزنا هواشد من

هذا وانا بک یا ابراهیم لمحزونون تبکی العین ویحزن القلب

ولانقول مایسخط الرب

لوح ۵۲ صفحہ ۹۸

عن انسؓ قال لما ثقل النبیؐ جعل یتغشاہ الکرب فقالت

فاطمة علیها السلام : واکرب اَباہ ، فقال لها : لیس علی ابیک

کرب بعد الیوم ، فلمامات قالت : یا ابتاہُ اجاب ربّا دعاہ !

یا ابتاه من [الی] جنة الفردوس مأواه! یا ابتاه الی جبریل ننعاه [النعاه]

لوح ۵۳ صفحہ ۱۰۰

فاطمہ: یا انس! کیف طابت [أطابت] انفسکم ان تحثوا
رسول اللہ صلعم التراب) التراب علی رسول اللہ ؟

حدیث مسلسل بالبکاء ———

لوح ۵۴ صفحہ ۱۰۱

ماذا علی من شم تربۃ احمد   ان لا یشم مدی الزمان غوالیا

صبت علی المصائب لو انہا   صبت علی الایام صرن لیالیا

فاطمۃ الزہراءؓ ———

لوح ۵۵ صفحہ ۱۰۲

اِغبرّ آفاقُ السماء وکُوِّرت   شمس النہار واَظلم العصران

[ف]والارض من بعد النبی کئیبۃ   أسفاً علیہ کثیرۃُ الاحزان [الرجفان]

فلیبکہ شرق البلاد وغربہا   ولتبکہ مضر وکل یمان

یا فخر من طلعت لہ النیران

ولیبکہ الطود الاصم وجودہ   والبیت ذو الاستار والارکان

یا خاتم الرسل المبارک صنوہ   صلی علیک منزل القرآن

فاطمۃ الزہراءؓ ———

لوح ۵۶ صفحہ ۱۰۳

نفسی علی زفراتها محبوسة | یا لیتها خرجت مع الزفرات
لا خیر بعدک فی الحیاة وانما | ابکی مخافة ان تطول حیاتی

فاطمة الزہرا رضؓ ــــــــــــــ

لوح ۵۷ صفحہ ۱۰۴

انا فقدناک فقد الارض وابلها | وغاب مذ غبت عنا الوحی والکتب
فلیت قبلک کان الموت صادفنا | لما نعیت وحالت دونک الترب

فاطمة الزہرا رضؓ ــــــــــــــ

فقدنا الوحی والتنزیل فینا | یروح بہ ویغدو جبریلُ
فاطمہ ان جزعت فذاک عذر | وان لم تجزعی ذاک السبیلُ
فقبر ابیک سیدُ کلِ قبرٍ | وفیہ سیدّ الناسِ رسولُ

ابوسفیان مغیرہ بن الحارث رسولؐ کے رضاعی بھائی ــــــ

لوح ۵۸ صفحہ ۱۰۷

لو توکلتم علی اللہ لرزقکم کما یرزق الطیر :

تغدو خماصًا وتروح بطانا

رسولؐ ــــــــــــــ

لوح ۵۹ صفحہ ۱۰۸

ومن یخذل اللہ یخذل ــــــ القرآن

انی لأصرمُ من یصارمنی | واُجدُ وصلَ من ابتغی وصلی

امرؤ القیس ــــــ

لوح ۶۰ صفحہ ۱۱۰

اری علل الدنیا علی کثیرۃ صاحبہا حتی الممات علیلُ

لکل اجتماع من خلیلین فرقۃ وکل الذی دون الفراق قلیلُ

وان افتقادی فاطمۃ بعد احمدؐ دلیل علی ان لا یدوم خلیلُ

علیؓ ———————

لوح ۶۱ صفحہ ۱۱۲

قال داؤد علیہ السلام یا رب لماذا خلقت الخلق؟

قال کنت کنزاً مخفیاً فاحببتُ ان اُعرف فخلقت الخلق

لکی اُعرف ——— رسولؐ ———————

لوح ۶۲ صفحہ ۱۱۳

یا ابن آدم خلقتُ الاشیاءَ لاجلک وخلقتک لاجلی

حدیث قدسی ———————

لوح ۶۳ صفحہ ۱۱۴

ھَلْ تُرقَیَنَّ اِلی السَّماءِ بِسُلَّمٍ وَلَترجِعَنَّ اِلی العزیزِ ذلیلا

امرؤ القیس ———————

وھذا مثل ما قال اللہ عزّ وجلّ :

فان استطعتَ اَن تبتغِی نَفَقاً فی الْاَرضِ اوسُلَّماً فی السَّمآ

سورۃ الانعام ۳۵ ———————

دامے لار دختو نشتہ د آسمان تہ

خوشحال خان خٹک ———————

لوح ۶۴ صفحہ ۱۱۴

عن انس قال خطب ابو طلحۃ ام سلیم قبل ان یسلم ،
فقالت اما انی فیک لراغبۃ وما مثلک یرد ولکنک رجل کافر
وانا امرأۃ مسلمۃ فان تسلم فذلک مہری لا اسأ لک غیرہ
فأسلم ابو طلحۃ وتزوجہا

وعنہ ان ابا طلحۃ خطب ام سلیم فقالت یا ابا طلحۃ
ألست تعلم ان الٰہک الذی تعبدہ خشبۃ نبتت من الارض
نجرہا حبشی بنی فلان قال بلیٰ قالت أفلا تستحیی ان تعبد
خشبۃ من نبات الارض نجرہا حبشی بنی فلان لئن أنت
اسلمت لم ارد منک صداقا غیرہ قال قال حتی انظر فی أمری
فذہب ثم جاء فقال اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول
اللہ قالت یا انس زوج ابا طلحۃ

صفۃ الصفوۃ ج ثانی

لأبی الفرج ابن الجوزی

لوح ۶۵ صفحہ ۱۱۵

قالؐ حکایۃ عن اللہ تعالیٰ : العظمۃ إزاری والکبریاء
ردائی فمن نازعنی فیہما قصمتہ

لوح ۶۶ صفحہ ۱۱۸

جو چھچھلا ہوتا ہے۔ وہ شور مچاتا ہے۔ لیکن جو سنجیدہ ہوتا ہے

وہ کم بولتا ہے۔ احمق آدھی بھری ہوئی گگری کی طرح اچھلتا ہے۔ لیکن دانا منہ تک بھری ہوئی گگری کی طرح ساکن رہتا ہے۔

گوتم بدھ ——————

لوح ۶۷ صفحہ ۱۲۱

بُرُدُ المنایا تخطی وتصیبُ

فاروق اعظم ——————

—————— ریتر موت کے قاصد ہیں۔ کبھی منزل تک پہنچتے ہیں اور کبھی بہک جاتے ہیں۔

لوح ۶۸ صفحہ ۱۲۲

تن آدمی داں جہانِ صیغر ۔۔۔ بود نقشہ آن جہانِ کبیر

درش نُہ۹ در بود لشنو اے اہل ہوش ۔۔۔ دُو۲ سوراخ بینی دُو۲ چشم و دُو۲ گوش

دہان و مکانہائے بول و براز ۔۔۔ بود جاں دروں پر تو کارساز

بھگوت گیتا ۵ : ۱۳

ترجمہ فیضی ——————

لوح ۶۹ صفحہ ۱۲۵

واللہ ان لہ حلاوۃً ۔۔۔ وانّ علیہ لطلاوۃً

وانّ اسفلہ لمغدقٌ ۔۔۔ وانّ اعلاہ لمثمرٌ

وما یقول ھذا بشرٌ

خالد بن عقبہ ——————

لوح ۷۰ صفحہ ۱۲۵

رسول صلعم : وما الذی معک ؟

سوید بن الصامت الکامل : مجلۃ لقمان

رسول صلعم : اعرضہا علیّ

پیش کرنے پر فرمایا : انّ ھٰذا الکلام حسنٌ والذی معی

أفضل من ھٰذا ۔ قرآنٌ انزلہُ اللہ علیّ ھُوَ ھُدیً وَ نُورٌ

سیرۃ ابن ہشام ج ا ـــــــــــــ

لوح ۷۱ صفحہ ۱۲۷

منذ کم تعبدتم الناس وقد ولدتھم امھاتھم احرارا ؟

فاروق اعظم ـــــــــــــ

L' homme est ne libre, et partout il est dans les fers

———Jean Jacques Rousseau
———Du contrat Social

لوح ۷۲ صفحہ ۱۲۹

رسول صلعم کی تلوار ـ دیبب پر یہ شعر کندہ تھا :

فی الجبن عار و فی الاقبال مکرمۃ

والمرء بالجبن لا ینجو من القدر

ـــــــــــــ

لوح ۷۳ صفحہ ۱۳۷

ان الانسان خُلِقَ ھلوعا   اذا مسّہُ الشر جزوعا

واذا مسّہُ الخیر منوعا

القرآن ۷۰ : ۲۰ : ۲۲ ———

لوح ۷۴ صفحہ ۱۳۸

قدیم حدود کو نہ سرکا

عہدنامہ عتیق ——— امثال ۲۲ : ۱۰ —

لوح ۷۵ صفحہ ۱۴۰

واصبح فؤاد اُم موسیٰ فارغا

القرآن ———

لوح ۷۶ صفحہ ۱۴۳

عہدنامۂ عتیق

ایوب ۲ : ۱۱ ———

لوح ۷۷ صفحہ ۱۴۶

اِذا اَنت اکرمت الکریم ملکتہ   وان اَنت اکرمت اللئیم تمردا

ووضع الندیٰ فی موضع السیف بالندیٰ   مضر کوضع السیف فی موضع الندیٰ

لوح ۷۸ صفحہ ۱۴۷

چھپی محبت سے کھلی ملامت بہتر ہے۔

جو زخم دوست کے ہاتھ سے لگیں، پُر وفا ہیں

لیکن دشمن کے بوسے با افراط ہیں ——— امثال ۲۷ : ۵۔۶ ———

لوح ۷۹ صفحہ ۱۵۲

مثل طالب الدنیا مثل شارب ماء البحر کلما ازداد شربا ازداد عطشا حتی یقتله

مسیح ——————

لوح ۸۰ صفحہ ۱۵۶

لوط کی بیوی کو یاد رکھو جو کوئی اپنی جان بچانے کی کوشش کرے وہ اسے کھوئے گا اور جو کوئی اسے کھوئے وہ اس کو زندہ رکھے گا

لوقا ۱۷ : ۳۳

نزعن الشرف یتبعک الشرف واحرص علی الموت توھب لک الحیاۃ

ابوبکرؓ ، خالد ابن ولیدؓ سے ——————

لوح ۸۱ صفحہ ۱۵۸

میرے دن جلاہے کی ڈھری سے بھی تیز رفتار ہیں

عہد نامۂ عتیق کتاب ایوب ۷ : ۶ ——

لوح ۸۲ صفحہ ۱۶۴

اکھیں سو تنک دیکھنا پر تریا پر دھن روپ

گرو گرنتھ —— دار آسا شلوک محلہ ۱ ——

لوح ۸۳ صفحہ ۱۶۵

فھی الغُلُّ القَمِلِ —— غل قمل یضرب مثلا لکل ما یلقی منه شدۃ واصل انھم کانوا یغلون الاسیر بالقد علیه الوبر فاذا طال علیه قمل ای دفع فیه القمل فیکون جھدا علی جھد قال الاصمعی

ثم ضرب مثلاً للسیئۃ الخلق ومنہ حدیث عمرؓ النساء ثلاث : فھینۃ لینۃ عفیفۃ مسلمۃ تعین أھلھا علی العیش ولا تعین العیش علی اھلھا وأخری وعاء للولد وأُخری غل قمل یضعہ اللہ فی عنق من یشاء ویکفہ عمن یشاء ———

لوح ۸۴ صفحہ ۱۶۵

من مکھ میلی کامنی کلکھنی کو نار | پرچھوڈ گھر اپنا پرلو رکھے نال پیار
ترشنا کدے نہ چوکئی جلدی کرے پکار | نانک بن نا دیں کر دپ کسو ہنی پر ہر چھوڈی بھتار

گرونانک ———

لوح ۸۵ صفحہ ۱۶۶

ماگندیہ نامی ایک برہمن غلطی سے بھگوان بدھ کو شادی کے قابل بر سمجھ کر اپنی بیٹی ماگندیہ کو ان کے پاس لے گیا۔ اس کی بات سن کر بھگوان بولے: "اے برہمن! لالچ، بے اطمینانی اور جنسی میلانات کو دیکھ کر عورتوں کی صحبت میں مجھے راحت نہیں ملتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ناپاک عناصر سے بھرا ہوا جسم پاؤں سے بھی چھونے کے قابل نہیں ہے"!

بھگوان کی ان باتوں سے ماگندیہ کو بہت غصہ آیا۔ اور بھگوان کی دشمن بن گئی۔ آگے چل کر اس کے حسن سے متاثر ہو کر راجہ اُدین نے اس سے شادی کر لی۔ راجہ اُدین کی دوسری رانی ساماوتی اور اس کی داسی کھجُتر ا بھگوان بدھ کی پجارنیں تھیں۔ لہذا ماگندیا نے راجہ کو ان کے خلاف بھڑکانے کی بہت کوشش کی۔ لیکن اسے کامیابی نہ ہوئی۔ بالآخر ماگندیا نے ساماوتی کے محل میں آگ لگوادی۔ جس سے ساماوتی اور اس کی سہیلیاں جل کر راکھ ہو گئیں۔ اُدین

راجہ کو جب اس کا پتہ چلا۔ تو اس نے ماگندیا کے رشتہ داروں کو جمع کر کے انہیں ماگندیا کے سامنے مروا ڈالا۔ اور آخر میں ماگندیا کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔

الواح ۸۶ صفحہ ۱۶۶

مراد زلیخا و زنانِ مصر..... ان عائشۃ قالت: لما استعزَّ برسول اللہ صلعم قال، مُرُوا ابابکر فَلیُصلِّ بالناس قالت: یارسول اللہ ان ابابکر رجل رقیق ضعیفُ الصوت کثیر البکاء اذا قرا القرآن قال: مُرُوہ فلیصلّ بالناس قالت: فعدت بمثل قولی فقال انکنَّ صواحبُ یوسفَ فمُرُوہ فلیصل بالناس۔

سیرۃ ابن ھشام

اِنَّ کیدکُنَّ عظیم —— القرآن ۱۲: ۲۹) ——

الواح ۸۷ صفحہ ۱۶۶

داستانِ سیاوش

شاہنامہ فردوسی ج ۲ ——

الواح ۸۸ صفحہ ۱۶۷

عمرو بن قمیئہ —— کان شاعرا فحلا متقدما وکان شابا جمیلا حسن الوجہ مدید القامۃ حسن الشعرۃ ومات ابوہ وخلفہ صغیرا فکفلہ عمہ مرثد بن سعد بن مالک .... کانت عند عمہ امرأۃ ذات جمال فھویت عمرا وشغفت بہ ولم تظھر لہ ذلک فغاب مرثد لبعض امرہ (مضی یضرب بالقداح) فبعثت امرأتہ

إلی عمرو تدعوہ علی لسان عمه وقالت للرسول أنتنی به من

وراء البیوت ففعلت فلما دخل أنکر شأنها فوقف ساعة ثم راودته

عن نفسه فقال لقد جئتِ بأمرٍ عظیم وما کان مثلی لیدعی لمثل

ھذا والله لو لم امتنع من ذلک وفاء لعمی لامتنعن منه خوف

الدنارة والذکر القبیح الشائع عن فی العرب قالت والله لتفعلن أو

لأسوءنک قال الی المسارة تدعیننی ثم قام فخرج من عندھا و

خافت ان یخبر عمه بما جری فأمرت بجفنةٍ فکفئت علی أثر

عمرو فلما رجع عمه وجدھا متغضبة فقال لھا مالکِ؟ قالت

ان رجلا من قومک قریب القرابة جاء یستامنی نفسی ویرید

فراشک منذ خرجت قال: من ھو؟ قالت اما انا فلا اسمیه

ولکن قم فانتقد أثرہ تحت الجفنة فلما رأی الاثر عرفه وکان

لمرثد سیف یسمی ذو الفقار فأتی لیضربه به فھرب فأتی

الحیرة۔

کتاب الاغانی ج السادس عشر

الواح ۸۹ صفحہ ۱۶۷

اولاد باغِ زندگانی کا سب سے شیریں میوہ ہے، جو بقائے نام کے شجر پر بصورت اُمید پیدا ہوتا ہے۔ سالبا بن راجہ تھا، سیم وزر کے ڈھیر لعل ویاقوت کے انبار لگے ہوئے تھے۔ گوہر شب چراغ محلات کو روشن کرتے تھے مگر تہ خانۂ دل کی شمع امید بجھی ہوئی تھی۔ لختِ جگر کے نہ ہونے سے خونِ جگر

پہنچا تھا۔ بیاہ میں خاطر احباب سرودِ مطرب کو متوجہ ہو کر سنتا۔ مگر اس کے ساز جسم کا ہر تار ٹوٹا ہوا تھا۔ پیر شہید منائے، دھاگے، تعویذ کرائے، فقیروں کی خدمت سادھوؤں کی سیوا میں رات دن بسر ہوئے۔ مندر شوالوں میں بھوجن، مسجدوں، خانقاہوں میں تیل بھیج بھیج تھکا۔ سالباہن کی رانی اچھراں بھی کیڑوں کی بھون پہ چاول، سوکھے درختوں کی جڑوں میں پانی ڈالتی رہتی کہ کسی طرح ہماری جڑ ہری ہو جائے۔ جب سب جتن کر ہارے تو ہرِ داہر پر چھایا کہ ہے ہر نام! تیرا نام سپھل ہے تو ہر کام کو سپورن کرنے والا ہے۔ ہم تیرے سیوک ہیں۔ تیری سہائتا چاہتے ہیں۔ جب انسان ماسوا اللہ سے دل پھیر لے، غیر خدا سے منہ موڑ لے اور بینتی خالصتہً للہ ہو تو دستِ طلب اٹھانے کے لیے قبول دُعا کا اثر ظاہر ہو جاتا ہے۔

ایک دن جب کہ رات کا آدھا بجا تھا۔ راجہ رانی نے عین اضطراری حالت میں جبین نیاز کو اُس بے نیاز کے حضور میں جھکا دیا۔ دل بے قرار کی زاری کو سن کر رحمت حق ابر بن کر صدف امید پر برسی۔ گوہرِ مقصود رانی اچھراں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ اس چاند کے ٹکڑے کو دیکھ کر ماں باپ کی آنکھوں میں اجالا سا ہو گیا۔ مملکت بھر میں گھر گھر چراغاں ہوا۔ راجہ نے دھن اتنا دیا کہ دھرتی پر کوئی بے دھن نہ رہ گیا۔ اس ماہ نو کا نام پورن رکھ کر والدین نے کمال ہی کر دیا۔

زمانۂ ماضی کے مزے یا تکالیف خواب و خیال سے زیادہ نہیں۔ زمانہ حال وعدم کے درمیان ہے۔ اس لئے وہ بھی کالعدم ہے۔ باقی رہا زمانۂ مستقبل۔ بہ نظر غائر دیکھو دُنیا میں انسان کا یہ انہماک سارا اسی زمانہ کی تیاریوں کے لئے ہے۔ علم سامدرک جوتش نجوم، رمل، فال۔ خواہ اس پر کسی کو اعتقاد ہو یا نہ ہو مگر بلاشبہ انسان کے مستقبل کے لئے بیش بندیوں اور تیاریوں کا نتیجہ ہے اگر انسان میں آئندہ کو جاننے کی خواہش

نہ ہوتی تو یہ علم کبھی ایجاد نہ ہوتے۔ یہ تڑپ انسان کی فطرت ہے۔ دیکھو انسان کی آنکھیں بھی تو آگے کو دیکھ رہی ہیں۔ زمانہ کے سیل میں جو آئے گا بہتا ہی چلا جائے گا اس بہاؤ میں بہنے والے کو پیچھے نہ دیکھنا چاہیئے کہ کیا ہونا ہے بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ آگے کس کس بلا کا سامنا ہے۔ رانی اچھراں چالیس دن کے بعد نہائی۔ راجہ تخت پر شاد کام بیٹھا وزرا نے پایۂ تخت کو تھاما۔ امرا نے آکر بوسہ دیا۔ منجم و جوتشی طلب ہوئے تا کہ سیاروں کی گردش دیکھ کر اس ماہِ نو کے کمال و زوال کا پورا پتہ لگائیں۔ پنڈتوں نے زائچے کھینچے ٹھوڑیوں کے نیچے ہاتھ دھرے کر بیٹھ گئے۔ آخر غور عمیق کے بعد قلم کان پر رکھ کر بولے "ہے راجہ! تو جگ جگ جیئے اور راج کمائے۔ سات دیس کی راجائی تیرے پرن دھو دھو پیئے۔ کلیش دور رہے۔ شانتی راس رہے، سن، ہماری بینتی یہ ہے کہ جگت میں پورن ساکوئی بھگت نہ ہوگا۔ تپ دھاری، ماتا پتا کا آگیا کاری ہوگا۔ مگر جو مدھ لگن میں سورج ٹھہر گیا تو سر پہ بھاری ہوگا۔ اٹھارہ برس کی عمر میں ایک جھپٹ آئے گی، جو خالی نہ جائے گی۔ یہ ایشور کی اچھیا ہے۔"

یہ سن کر دربار پر سناٹا طاری ہوا۔ امرا کے منہ پر مہرِ سکوت لگی۔ وزرا کے جسم پر تپِ لرزہ چڑھا۔ پرندوں کو پر مارنے کی تاب نہ رہی۔ راجہ کا خون سرد اور رنگ زرد ہوا خوشی کی ہری ڈالی سوکھ گئی۔ دل کا کنول مرجھا گیا۔ سانس سینہ میں رک گیا۔ فرطِ غم میں ادھر ادھر دیکھا اور بے تاب ہو کر بولا "کیا یہ گرہ کسی بدھ ٹل نہیں سکتی؟" یہ کہا اور یاس و امید سے پنڈتوں کے منہ کی طرف دیکھنے لگا۔

زمانہ قدیم اور عصر جدید کے خیالات میں بُعد المشرقین ہے۔ جو تدابیر کام کو سرانجام دینے میں قدما کرتے تھے آج کل خوان مغرب کے خوشہ چین ان کا مضحکہ اڑاتے ہیں۔ پنڈتوں نے راجہ کے جواب میں عرض کی "معلوم ہوتا ہے کہ آج سے چھ سال بعد سے اٹھارہ برس

تک مدھ لگن میں سورج کا رتھ ٹھہرے گا۔ کچھ ایسی تدبیر ہو جائے کہ اٹھارہ برس تک

سورج کی کرن راج کنور پر نہ پڑے۔ ماتا پتا، بھرا تا اس کے درشن نہ کریں تب ہے راجا!

تجھے سُکھ پراپت ہوگا اور دُکھ دُور رہے گا۔ راجکمار پر سے یہ جھپٹ دور ہو جائے گی۔"

جس طرح دن کو سورج کی تپش سے مرجھائی ہوئی کلیاں رات کی ٹھنڈی ہوا میں شبنم صبح

سے تر و تازہ ہو جاتی ہیں اسی طرح مایوسی کے بعد راجہ کے چہرے پر امید کی جھلک سے

تر و تازگی پھر عود کر آئی۔ آج ہی سے حکم دیا گیا کہ پنڈتوں کے حسب ہدایت مکان تیار

کیا جائے۔ راجاؤں کے حسب الحیثیت سامان سے وہ مکان مزین کیا جائے تعلیم و تربیت

کے ذمہ دار بڑے بڑے عالم با عمل طلب ہوئے۔ رموز حکومت و سیاست، علم و ادب سب

علوم کے ماہر بلائے گئے۔ سب سے زیادہ اخلاقی تعلیم پر زور دینے کے لیے راجہ نے

خاص ہدایت کی۔ خوشی کے برس گذرتے بھی دن نہیں لگتے۔ چھ برس چھ دن معلوم ہوئے

آخر پورن کو آغوش مادر سے چھین کر تہ خانے میں ڈال دیا گیا۔

کبھی امیر گھروں کے چوچلے بھی دیکھے ہیں کہ اول شادی تب ہو جب دودھ کے

دانت بھی نہ ہوں۔ پھر دوسری شادی تب کرائیں جب نہ تو منہ میں دانت ہوں نہ پیٹ میں

آنت ہو۔ سالباہن کی پہلی شادی رانی اچھراں سے صغرسنی میں ہوئی اب جب کہ جوانی روٹھ

گئی اور بڑھاپا چھا گیا حرص حسب معمول جوان ہو گئی۔ بوڑھوں کی رانیں اپنی عمر سے بھی

لمبی لمبی ہوتی ہیں۔ بہار عیش تو دور جوانی کے لئے مخصوص ہے جب گلشن جوانی پر

خزاں چھا جائے اور عالم پیری آ جائے پھر تو بوڑھوں کے ہاتھ میں صرف دامن حرص

ہی رہ جاتا ہے جس کو ربڑ کی طرح جتنا بڑھاؤ بڑھتا ہے جتنا پھیلاؤ پھیلتا ہے۔ غریب

کو کون پوچھتا ہے۔ امیر کے منہ سے نکلتے دیر لگتی ہے مگر خواہش کے پورا ہونے میں دیر نہیں

ہوتی۔ راجہ نے خواہش کی۔ کسی نے لڑکی کا ڈولا محل میں لا دھرا۔ نئی رانی کی نمکینی کو دیکھ

کہ راجہ نے لُونا نام رکھا۔ رانی وہ مرچ مصالحہ لگا کر بات کرتی کہ راجہ پاس بیٹھا چٹخارے بھرتا۔ بھتی تو بال عمر، مگر بال بال راجہ کو محبت میں بِدھ لیا۔ نئی رانی کو دیکھ کر اچھراں کا خیال دل سے دُور کیا اور نو عروس کا کلمہ بھرنے لگا۔ کوئی ایشور کا بھگت اتنی بھگتی نہیں کرتا جتنی بوڑھا میاں جوان بی بی کی خدمت کرتا ہے۔ تاکہ بڑھاپے کی کمزوری کی یوں تلافی ہو جائے۔ سال خوردہ بی بی نوجوان خاوند کو ہاتھوں چھاؤں کرتی، اور پاؤں تلے ہتھیلی دیتی ہے شاید کہ حسن رفتہ کا خاوند خیال نہ کرے اور اس کی محبت کی طرف متوجہ ہو جائے۔ کاریگر خواہ کتنا زور دے مگر صنعت حقیقت کا لگا نہیں کھا سکتی۔ دُنیا کے اندر اس سے نیک بی بی کون جو بوڑھے میاں سے مل کر دن کاٹے اور اس سے نیک مرد کون جو بوڑھی بیوی کی آرزوؤں کو خاک میں نہ ملائے انسان کی طبعی شرافت اور رذالت کی پرکھ بھی یہی ہے ورنہ جوان جوڑے میں محبت تو ہوا ہی کرتی ہے۔

خدا کرے طبیعت کی اُفتاد اُلٹی نہ پڑے ورنہ انسان کا کوئی ٹھکانا نہیں رہتا۔ بازار میں بیسوائیں بیٹھی ہوئی ہر راہرو کے ہاتھ کوڑیوں کے مول گوہر عصمت فروخت کرتی ہیں۔ ان کے حالات جا کر پوچھو تو اکثر ایسی نکلیں گی جنہوں نے بلند مکانوں سے پردۂ شرافت کو پھاڑ کر برقعۂ بے حیائی پہن لیا۔ جن کے اسلاف کے دامن شرافت کی قسم فرشتے کھاتے تھے آج بے آبروئی کے سمندر میں موج تلاطم کے رحم پر ہیں۔ تخم تاثیر ایک مضحکہ ہے۔ ہاں اثر صحبت معجزہ نما ہے۔ رانی لونا کی ایک خدمت گذار لونڈی جو سایہ کی طرح ساتھ رہا کرتی تھی، رنگین مزاج تھی۔ اس کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے سے لونڈی کے مزاج کا رنگ رانی کی طبیعت پر چڑھا۔ اپنے فروغ حسن کو دیکھ کر راجہ کی چڑھتی عمر پر غور کرنے کی طبیعتِ ثانی ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پران پتی کی محبت گھٹتی چلی گئی اور لونڈی کے اس عیارانہ فقرے نے کہ راجہ کے بڑھاپے اور تیرے اُٹھتے جوبن کو دیکھ کر مجھے

رحم آتا ہے۔ رانی کا دل راجہ سے کھٹا کر دیا۔ خواہشات کی آگ کو تم سو برس بجھاتے رہو، ایک دن بد صحبت میں بیٹھو بس آگ پر تیل پڑ جاتا ہے۔

بچوں کو بچپن میں شاگرد پیشہ لوگوں کی صحبت سے بچا کر رکھنا چاہئے امراء کے گھر برباد بھی ان لوگوں کے ہاتھوں ہوتے ہیں۔ رانا کونا جانتی تھی کہ یہ لونڈی، غلام، محل وایوان، آسائش و آرام سب راجہ ہی کی نظر کرم سے ہیں۔ اس کی آنکھیں پھرتے ہی یہ امن و آرام حرام ہو جائے گا۔ اسی لئے راجہ کو دیکھ کر گو دل میں پیچ و تاب کھاتی۔ مگر ماتھے پر شکن نہ ڈالتی۔ غرض کی غرض سے بھی کوئی اپنے فرائض میں وفاداری کرے وہ بھی قابل تحسین ہے۔ بشرطیکہ وفاداری دائمی ہو۔ مگر جب دل کے دریا میں سیل جذبات حیوانی چڑھ آئے تو کشتی شرافت بلاخیزی طوفان کے رحم پر رہ جاتی ہے۔ اور اس سے کنارہ سلامتی پر پہنچنے کا یقین نہیں کیا جا سکتا۔ اور تمام حالتوں میں صاحب غرض وفادار رہ سکتا ہے۔ لیکن شہوت پرست دل ایک دن موقع ہاتھ لگنے پر ضرور چادر حیا کو پھاڑ کر آغوش رذالت میں جا پڑے گا۔

راجہ کی نئی شادی کو کچھ دن اوپر برس ہو چکا تھا اور راج کنور کو بھونرے میں پڑے کچھ دن کم بارہ برس ہونے کو آئے۔ ماں کی ممتا، باپ کی شفقت اتنے تاب ہو رہی تھی کہ وہ ماں کے دل کی ٹھنڈک، باپ کا نور العین کب آغوش محبت میں آ بیٹھے گا۔ جس طرح خوشی کے برس دنوں میں گذرتے دکھائی دیتے ہیں اسی طرح انتظار کے دن برسوں کے برابر معلوم دیتے ہیں۔ راجہ رانی نوجوان راجکمار کے انتظار میں بوڑھے ہو گئے۔ پورن نند خانہ کے دن پورے کر کے ماہ عید کی طرح نکلا۔ رعایا نے عید منائی۔ راجدھانی میں جگہ جگہ جشن ہونے لگا۔ راجہ کے ساتھ پرجا کبھی عذر نہیں کرتی جب تک کہ اس کے اپنے احکام کی درشتی اور اس کے اپنے اعمال کی سختی لوگوں کو راجہ کے مقابلے میں خود کھڑا کرنے پر مجبور نہ کر دے

نیک راجہ کی وفاداری پر جالکے بچے سے لے کر بوڑھے تک سب نے اُجلے کپڑے پہنے
خوشی سے خود بخود گھروں کو بجایا۔ جس راستہ سے پورن کا گذر ہوتا تھا بازار چھت، مکان
مرد عورت سے پٹے پڑے تھے۔ راجکمار ہاتھی پر سب کو سلام کرتا ہوا گذرا۔ لوگوں نے
پھول برسائے۔ بارہ برس کے بعد ماں کا جگر سے کٹا ہوا ٹکڑا پھر جگہ سے آلگا۔ اگرچہ پورن
کی عمر اٹھارہ برس کی تھی۔ مگر رانی اچھراں کے لیے تو کل کا بچہ تھا۔ گود میں لے کر بیٹھ گئی
اور چھاتی سے لگا لیا۔ ماتھے کو بار بار چوما۔ ممتا کا جوش سنبھال نہ سکی۔ دفور خوشی اور فرط
محبت سے آنکھیں بھر آئیں دو آنسو ٹپک کر پورن کے چہرے پر گرے۔ پورن نے پیار
سے آنکھیں بند کر لیں۔ دیر تک آغوش مادر میں بچوں کی طرح بے حس بیٹھا رہا۔ ماں نے
بیٹے کے چاند سے ٹکڑے کو دیکھا پھر اس خیال سے منہ پھیر لیا کہ کہیں میری نظر نہ لگ جائے
مائیں اولاد کی کیا کیا خیر مناتی ہیں۔ سر آسمان کی طرف اُٹھا کر بچے کو چھاتی سے لگا کر بولی
"عمر دراز! صاحبِ نصیب ہو!!"
جہاں نگاہ بے حجابیاں دکھائے وہاں شرافت رختِ سفر باندھ کر چل دیتی ہے
نظر بازوں کی آنکھ ماں بہن کے حسن کے جائزہ لینے سے نہیں چوکتی۔ جب پردہ حیا پھٹ
جائے تو ماں کے دل میں بیٹے کی ہم نشینی کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ رانی اچھراں نے
نہلا دھلا شاہانہ کپڑے پہنا پورن کو لوناں کے سلام کے لئے بھیجا، کہ جا بیٹا! وہ بھی
تیری ماں ہے۔ لونڈیوں نے لوناں کو پہلے آکر خبر دی کہ راجکمار آتے ہیں۔ رانی لوناں درپہ
سنبھال کے تیار ہو بیٹھی۔ لونڈیوں نے لوناں کی طرف سے شگن اُتارا۔ پورن کے محل میں
داخل ہوتے ہی رانی کی عقل خارج ہو گئی۔
سوتیلی ماں اس چاند کو دیکھ کر چکور کی طرح محو دید ہوگی۔ عشق اور غصہ کی ایک
ایسے مجنون کی سی کیفیت ہے جو دارفتگی میں جامہ چاک کر کے برہنہ جسم ہو بیٹھتا ہے۔ اور

بی بی عقل دامنِ حیا سے منہ ڈھانپ کر گوشۂ تنہائی میں دبک جاتی ہے۔ پس عقل کو ان دونوں دیوانوں سے خوف ہے۔ پرتوِ حُسن کے پڑتے ہی سوتیلی ماں کے ہوش کے پر جلنے لگے۔ پورن نے آکر ماں کے پاؤں پکڑے، پاسِ ادب سے گردن جھکا کر کھڑا ہو گیا۔ اس آفتابِ خوبی پر لُونا کی نظر نہ جم سکی۔ دونوں ایک دوسرے کے سامنے خاموش کھڑے تھے۔ نظریں تو دونوں کی ایک دوسرے کے پاؤں پر پڑ رہی تھیں۔ مگر ایک کی حصولِ سعادت کے لیے۔ دوسرے کی طلب زکوٰۃِ حُسن کے لیے۔ لونڈیاں سمجھیں کہ ہم عمری کے تقاضے سے لُونا کو شرم دامن گیر ہے۔ کہا۔ "رانی جی! بیٹے بڑے ہو۔ا ہی کرتے ہیں مگر مائیں جوان کو بھی بچہ کہہ کر پکارا کرتی ہیں۔ خود بیٹھو، بیٹے کو پاس بٹھاؤ۔"

رانی اس عالمِ بے خودی سے ہوش میں آئی۔ پلنگ پر خود بیٹھی۔ پورن کو بٹھایا۔ انسان جس درجہ اور عمر کا ہو اُسی درجہ اور عمر کی بات تو کر سکتا ہے۔ مگر چھوٹے منہ سے بڑی بات جو نکلتی ہے تو بڑے تکلف سے نکلتی ہے اور کہنے والے کو خود اوچھی معلوم ہوتی ہے۔ اور سننے والے کی سمع خراشی کا موجب ہوتی ہے۔ رانی پورن کو بیٹا کہہ کر پکارنے لگی۔ زبان لڑکھڑا گئی۔ پورا لفظ نہ نکلا تھا کہ ضمیر نے زبان پکڑ لی۔ لُونا عرقِ خجالت میں ڈوب گئی۔ گردن شرم سے جھکا لی۔ منہ پر ایسا قفل لگا کہ کئی گھنٹہ بھر سامنے رہا۔ لُونا ایک حرف زبان پہ نہ لا سکی۔ آخر کنور کبیدہ خاطر اُٹھ آیا۔

ہر ایک چیز کو انسان اپنے ہی زاویہ نگاہ سے دیکھتا ہے۔ پورن سمجھا کہ سوتیلی کا پُوت ہونے کی وجہ سے میرے سر پر دستِ شفقت نہ رکھا۔ لونڈیوں نے خیال کیا کہ جوان ماتا ہم عمر بیٹے کو بیٹا کہتے رُک گئی۔ صرف لُونا یا اس کا خدا حقیقت حال کو جانتا تھا جو گناہوں کو جاننے کے باوجود سر نہیں آتا۔ اس کی شان ستار العیوبی کو دیکھ کر غلط قیاس کی بنا پر بعض لوگ گناہ کے میدان میں قدم بڑھاتے چلے جاتے ہیں

اس میدان کی پھسلنی زمین پر گر کر آخر چاروں شانے چت ہو جاتے ہیں۔ عقوبت گناہ سے بچ کر اور گناہوں پر حوصلہ نہ کرنا دانائی ہے ورنہ اس کا انجام جہان کی رسوائی ہے بعض لوگ گناہوں کو تقدیس کے پردے میں چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ لیکن بھڑکتی ہوئی آگ کو پردوں سے ڈھانپا نہیں جا سکتا۔

پاکیزہ تعلیم سے پاکیزہ خیال پیدا ہوتے ہیں۔ شمع روشن سے ضیائے نور نکلتی ہے پورن لونا سے رنجیدہ خاطر ہو کر منہ موڑ کر چلا تو آیا۔ گھر آتے ہی سوچنے لگا کہ لونا کا تو ماتا اچھراں کے برابر درجہ ہے۔ کیا میں ماتا اچھراں سے اس طرح رنجیدہ ہو سکتا ہوں۔ اگر ماتا لونا سے ذرا لاپرواہی ہوئی تو مجھ سے ایسا گناہ سرزد ہوا جس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ میرا رنج سعادت مندی سے دور ہے۔ ماتا لونا کے دل میں بھی تو خیال آیا ہی ہو گا کہ اگر میں حقیقی بیٹا ہوتا تو اٹھ کر کیوں چلا جاتا اور ابھی بگڑا کیا ہے وہ ماتا۔ میں اس کا بیٹا۔ چلو لونا کے خاکِ پا کا سُرمہ آنکھوں میں لگائیں۔ خونِ جگر کا پانی ظرفِ چشم میں بھر کر ماتا لونا کے چرن دھوئیں۔ اگر وہ میری گذشتہ گستاخی کی وجہ سے مجھے نوکِ کفش سے بھی ٹھکرائے تو میں وفادار کتے کی طرح اس کے پاؤں پر ہی لیٹا رہوں گا۔ میں اقرار کروں گا' ماتا لونا! مجھ سے خطا ہوئی۔ مجھے بخش دے کہ مائیں پتروں کو بخش ہی دیا کرتی ہیں۔ میں نے اس کو بہت رنجیدہ کر دیا ہے۔ وہ ان باتوں سے نہ مانے گی تو میں پھر اٹھ کر اسی طرح اس کی گود میں لیٹ جاؤں گا جس طرح میں تہ خانہ سے نکل کر ماتا اچھراں کی آغوش میں جا لیٹا تھا۔ میں اسی طرح بے حس بیٹھا رہوں گا حتیٰ کہ میری خطا بخشی کرے، اور اچھراں کی طرح آغوش میں پڑے پڑے میری کمر سے کپڑا ہٹا کر ماما سے میری پیٹھ اور میری پیشانی پر بوسہ دے۔ پھر میں شکرانہ کے طور پر آبگینہ چشم سے گوہر ریزی کروں گا

کیا بیٹے کی آنکھوں کو بھرا دیکھ کر ماتا لونا کا دل نہ بھر آئے گا؟ کیوں نہیں، میری چشم پرنم کو دیکھ کر وہ ضرور پسیج جائے گی۔ تو چلو تو چل کر دیکھیں۔" یہ کہا اور بستر نکمہ سے اٹھ کر کلاہِ سعادت پہن کر بھولا ناتھ پھر لونا کے محل کی طرف آیا۔ فرشتوں نے سارا راستہ ہاتھوں سے سایہ کیا اور بار بار دعا کی کہ پروردگار باغ شرافت کے اس نونہال پر چشم فلک نگاہ تیز نہ ڈالے۔

طبیعت کو گناہ پر ایک دفعہ جسارت ہو جائے تو توبہ کا تار و پود بکھر جاتا ہے جتنا چاہو عہد مضبوط کر لو کہ گناہ کا پھر اعادہ نہ کریں گے مگر وہ مرض جسم کے ساتھ یک جان ہو جاتا ہے۔ گناہ سے پرہیز عین شرافت ہے۔ گناہ سے توبہ مرض گناہ کا علاج ہے علاج سے پرہیز اچھا ہے۔ توبہ کو پورا کرنا آسان نہیں۔ منہ سے لفظ توبہ نکالنا کچھ مشکل نہیں۔ کسی کو تم نے اپنی عمر میں توبہ پر کاربند ہوتے بھی دیکھا ہے۔ میں نے دنیا میں شریف پرہیزگار بہت دیکھے مگر مجھے تائب بہت کم ملے ہیں۔ ان لوگوں کا توبہ پر کاربند ہونے والوں میں شمار نہیں ہو سکتا جن کو گناہ جواب دے چکے ہوں۔ مال مسروقہ کو باپ کی روح کے لئے باعث ثواب کر دانا سخاوت نہیں۔ سخی وہ ہے جو اپنا پیٹ کاٹ کر کسی کو دے۔ تائب صرف وہی ہے جو گناہ کو خود جواب دے کر الگ ہٹ جائے پھر توجہ نہ کرے۔ عین شباب میں کنارہ آب پر سایۂ ابر کے نیچے پہلوئے یار میں بیٹھ کر کسی کو خوف خدا یاد آ جائے۔ پھر اس کے برابر جگت میں بھگت نہیں ورنہ نہ ملے کے جتی تو سبھی ہیں۔

رانی لونا پورن کی موجودگی میں تو آگ کے سامنے موم رہی مگر چلے جانے کے بعد عرق خجل میں ڈوب کر بولی کہ میں سوتیلے پر ڈورے ڈالنے لگ گئی۔ پورن بے شک گل گلاب ہے۔ اس گل خوبی کی رعنائیاں دلفریب ہیں۔ مگر میرے دیدۂ شوق کو نگاہ

اطاعت اس پر نہ ڈالنی چاہیئے۔ کیا یہ کامل پشیمانی تھی؟ کامل توبہ تو ہر تائب کی زندگی کے لیئے مبارک افتتاح ہے مگر اس توبہ کا کیا اعتبار جو حرص و حیا کی کشمکش کے درمیان ہو۔ زبان دل کی ترجمان ہے۔ الفاظ سے خیالات کا پتہ چلتا ہے۔ لُونا کا پورن کو گلِ خوبی سے تشبیہہ دینا اس کی توبہ کے پہلو میں خار تھا جو محسوس کرنے والے کو خواہ مخواہ کھٹکتا ہے۔ کیونکہ شوقِ دید کو دل میں رکھ کر نگاہِ الفت کو باز نہیں رکھا جا سکتا۔ جب شرافت کی کشتی نظر بازی کی نذر ہو جائے تو پھر ورطۂ گناہ سے اس کو خدا ہی نگاہ میں رکھے تو رکھے۔

گناہ کے آتشیں سمندر کے سبکساران ساحل بھی بُرے۔ کیونکہ اس کے کنارے پر پہنچ کر بے ساختہ اس کی آغوشِ بلا میں چلے جانے کو جی چاہتا ہے۔ اس کی امواج کی آتش مزاجی میں کس کو کلام ہے مگر اس کی شعلہ روئی کو دیکھ کر کون مثلِ پروانہ نہ جل بجھا۔ آغوشِ عصیاں میں اللہ جانے کیوں اتنی کشش ہے کہ عقلِ سلیم طعنۂ خلق کی زنجیروں کو تارِ عنکبوت کی طرح توڑ کر انسان خوفِ خدا سے بھی لاپروا ہو جاتا ہے۔ یہ ابن آدم کی رُوحانی موت ہے۔

لُونا اپنی گذشتہ مذموم حرکت پر غور کر کے انگلیوں کو بار بار کان کی لو سے لگاتی اور توبہ توبہ کرتی تھی۔ سر کو بار بار ہلاتی اور پشیمان ہوئی جاتی تھی کہ اتنے میں پورن پہنچا۔ لُونا کے پاؤں پر جھٹ سر رکھ دیا۔ معصوم کے چشمہ ہائے چشم سے آنسوؤں کی گنگا جمنا بہنے لگی۔ جس میں نہا کر نہیں بلکہ دیکھ کر ہی پاپ اور گناہ کی غلاظت دل سے دُور ہو جاتی ہے مگر لُونا کی توبہ اس آتش رو کو دیکھ کر پاگل ہو گئی۔ دعشۂ گناہ سے کانپتے ہاتھوں سے سر پاؤں سے اُٹھایا۔ دامن سے رُخساروں کو پونچھ کر بولی۔ کہ کیوں پورن کیسے آئے؟ پورن پھر پاؤں پر پڑا کہ ماتا تیرا غصہ میری موت کا باعث ہے۔ تیری آگیا کے بغیر میں

اُٹھ کر چلا گیا۔ اس فرد گذاشت نے مجھے پا بہ زنجیر کر کے بیڑے پائے نوازش میں لا گرایا ماتا لونا! میں تیرا داس پہلے، ماتا اچھراں کا آگیا کاری پیچھے۔" لونا نے پھر پورن کو فرش سے اُٹھایا۔ مکلف پلنگ پر پاس بٹھایا۔ ایک انداز سے کہا کہ "مجھے تیری خفگی کا ڈر ہے میں تو اب عمر بھر تجھ سے خفا نہیں ہو سکتی۔" پورن اس کو تجاہل عامیانہ سمجھا اور بدیں خیال کہ ماتا لونا کے دل میں رنج ضرور ہے۔ بچوں کی طرح پھر رونے لگ گیا۔ اس کے گلابی رخساروں پر آنسوؤں کے قطرے شبنم کی طرح چھلکنے ڈھلکنے گئے۔ لونا بلبل کی طرح لوٹ پوٹ ہو گئی، تو بہ سے تائب ہو کر بیٹے کو گود میں کھینچا۔ اور پورن نے آغوش مادر سمجھ کر جسم کو ڈھیلا کر دیا۔ لونا نے سینہ بریاں کو سرد کرنے کے لئے اسے چھاتی سے لگایا۔ اس کے رخساروں کے آنسوؤں کو اپنی آتشیں زبان سے خشک کرنے لگی پورن سمجھا کہ ماتا ممتا سے بلائیں لے رہی ہے جوں کا توں ہی لیٹا رہا۔ کاش وہ اس محبت کی حقیقت کو جانتا۔ دیکھو لذتِ گناہ نے ایک کو فرش زمین سے بھی نیچے گرا دیا دوسرے کو اوج سعادت نے عرش بریں کے بھی اوپر بٹھا دیا۔

نیکی اور بدی کی عظیم جنگ جاری ہے تم بتاؤ کہ تمہارا دل کس طرف ہے جس طرح بیڑا اٹھاؤ گے اس طرف سے تمہیں امداد ملے گی۔ اگر نیکی مطلوب ہے تو پاک فرشتے تمہارے ساتھ ہیں اور نیک روحیں تمہارے لئے دست بہ دعا ہیں۔ اگر بدی مرغوب ہے تو شیطان اور اس کی افواج باطلہ کے سردار بیٹھے پڑے ہیں۔ ایک طرف ہو کے دیکھو۔ تمہارے ہر کام میں غائبانہ امداد پہنچتی رہے گی اور تم حیران ہو جاؤ گے۔ افسوس ہے ان لوگوں پر جنہوں نے شیطان کا ساتھ دیا۔ مبارک ہیں وہ انسان جنہوں نے نیکی کا دم بھرا۔ اس وقت لونا پورن کے ساتھ ہم آغوش تھی۔ بلکہ نیکی اور بدی دست بگریباں ہو رہی تھی۔ گناہ پے درپے اپنے حربوں کا استعمال کر رہا تھا۔ مگر نیکی کے

جسم پر چیونٹی نہ رینگتی تھی۔ اس لیے شیطان بے قرار ہو گیا اور اس نے اسی لونڈی
کو موقعۂ جنگ پر روانہ کیا کہ وہ کارِ گناہ میں لونا کی صحیح امداد کرے۔ تصویر کا مذکورہ الصدر رُخ
تھا۔ لونا محوِ بوس و کنار ہی تھی کہ لونڈی آ پہنچی۔ رانی جھینپ گئی۔ پورن سے پرے
سرک گئی۔ مگر لونڈی بولی "سرکار! سرکنے کی کیا وجہ؟ جوانی کا جوش ہم عمری کا تقاضا
ایک آفتاب، دوسرا مہتاب، ایک کا حسن دوسرے کو شرمائے۔ پھر شرم کی کیا بات ہے
میں تو یونہی چلی آئی۔ لو چلتی ہوں۔" یہ کہا اور پیٹھ موڑ کر چل دی۔

تجربہ انسان کو بے شک عقل مند بناتا ہے مگر ہزاروں ٹھوکریں کھانے کے بعد۔ جس
بچے کو غور و فکر کی عادت ہو جائے وہ بوڑھوں سے بھی بلا ٹھوکر کھائے گوئے سبقت
لے جاتا ہے۔ دریائے فکر کی تہہ میں موتیوں کی چادر بچھی ہے جو اس میں غوطہ لگائے وہ
تجارب سے دامنِ ہوش کو بھر سکتا ہے۔ عقل عمر کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ غور و فکر سے
متعلق ہے۔ جو سوچ وبچار کا عادی ہو اس پر ہزار تجربے قربان ہیں۔ پورن بارہ برس
رہا تو تہ خانہ میں مگر اس نے سمجھ اور سوچ کی وجہ سے دل کی تہہ تک پہنچنے کی اہلیت
پیدا کر لی تھی۔ لونا کے دل کی سیاہی کو تو ہوشیار سے ہوشیار بیٹے کی دوربین آنکھ نہ
دیکھ سکتی تھی کیونکہ ماتا کے دل میں ایسا خیال آسکنے کی امید کس کو ہو سکتی ہے۔ ہاں
لونڈی کے کنایہ کو سمجھ کر مارے شرم کے زمین میں گڑ گیا۔ کیونکہ ہم عمری میں اس بوس و کنار
سے یہی کنایہ سمجھا جا سکتا تھا۔

بے خبری یا لاعلمی میں کوئی نیک یا بد فعل جزا کا مستحق یا سزا کا مستوجب نہیں ہو
سکتا جب تک اس کے ساتھ علم یا نیت شامل نہ ہو۔ لونا کی اس حرکتِ بد میں پورن کی
لاعلمی اس کے لئے ڈھال تھی۔ سو شیطان نے اس لونڈی کے ذریعے پورن سے وہ
ڈھال چھینی۔ تاکہ نیکی اور بدی کی دست بدست لڑائی ہو جائے۔ شیطان ہمیشہ

مٹکتی چال چلتا ہے۔ مگر اس سنم کی کہ مدمقابل سب چال ڈھال بھول جاتا ہے۔

پورن لونڈی کی بات سن کر چوکڑی بھولا۔ اپنے دل کی طرح وہیں بیٹھ گیا۔ لونا کو بھی ایک خیال آتا، ایک جاتا۔ کیونکہ موقع پہ پکڑی گئی۔ سر دھننے لگی کہ توبہ! میں کس بُرے وقت توبہ سے تائب ہوئی جو پھر اس آفت میں پھنسی۔ گناہ پہ جھکی ہوئی طبیعت کا زبانی توبہ سے کچھ مقصود نہیں۔ کیونکہ شیطان کے پنجے میں پڑ کر نکلنا آسان نہیں جب آدمی کا دل مرکز پہ نہ رہے تو وہ ہر چکنی چپڑی چیز کو دیکھ کر پھسل جاتا ہے۔ دل کو قابو میں رکھنا پھر اس کے بس کی بات نہیں رہتی۔ لونا کی زبان سے دوبارہ توبہ توبہ نکلی۔ پھر پورن کے عارضِ رعنا پر پڑتے ہی توبہ کا ورد بھول گئی بے تاب ہو کر پھر ہاتھ اس کی گردن میں حمائل کیے۔ لب لب سے ملا دیئے اور بولی "پورن لونڈی کو کچھ خلل ہے وہ یونہی دن بھر اناپ شناپ ہانکا کرتی ہے۔" یہ سن کر پورن کے دل سے وہم دور ہو گیا۔ مگر یہ خیال ضرور ہو گیا کہ اگرچہ میرا اور لونا کا تعلق ماں پتر کا ہے لیکن جو کوئی کچھ کہہ ہی اُٹھے تو اس کی زبان نہیں پکڑی جا سکتی ہے۔ یہ سن کر لونا سے رخصت لی۔ وہاں سے چل دیا۔

لونا کے جذبات کا جادو پورن کے چلے جانے سے اُترا پھر وہ اپنی حرکت پہ نادم ہو کر لیٹ گئی۔ بعد تامل کے جوش سے بولی کہ مجھے دل سے آخری فیصلہ کرنا چاہیئے کامل توبہ ہو یا آغوشِ یار ہو۔ ابھی وہ کوئی فیصلہ کرنے نہ پائی تھی کہ وہی لونڈی دبے پاؤں آئی۔ پاؤں دابنے لگ گئی۔

"لونڈی! تو ابھی کیا کہہ گئی تھی؟"

"حضور دعا دے گئی تھی۔"

اگرچہ لونا جانتی تھی کہ خود کردہ پر پشیمانی اور خاموشی بہتر ہے مگر رُک کر بولی۔

"اچھی تیری دعا تھی کہ ماتا پیترے بھوگ بھوگے۔ کیا زمین نہ پھٹ جائے۔ آسمان نہ ٹوٹ پڑے۔ تو جل جائے۔ تیری زبان میں کیڑے پڑیں۔ منہ سے بات نکالتے ہوئے نہ سوچا کہ کیا بڑ ہانکتی ہوں۔"

لونڈی جو آنکھوں سے آدمیوں کو پہچانتی تھی۔ جانتی تھی کہ اگر تونا کی نیت نیک ہوتی تو ہم عمر بیٹے سے تنہائی میں چوما چاٹی کیوں کرتی۔ اس وقت تونا کا چہرہ بھی بے نور تھا۔ آنکھوں میں سرد رنگ تھا۔ میرے پہنچنے پر تڑپ کر الگ ہوئی اور پھر یہ میرے ہی منہ میں لگام دے رہی ہیں وہ ہو میں رانی میں ٹھہری لونڈی۔ کون کہے رانی آ گا ڈھانک زور آور مارے بھی تو رونے نہ دے مگر خیر! ناک بھوں چڑھا کر کولھا مٹکا کر بولی۔

"بھلا رانی جی کیا حسن کو دیکھ کر عشق نہیں مچلتا۔ حضور کا خیال تو بے شک پاک تھا مگر حضور کی جگہ میں ہوتی تو یہی کرتی۔ اس محل میں کون لونڈی۔ راجدھانی میں کون بی بی بہن ہے جس نے پورن جیسے البیلے جوان کو نظر بھر کر دیکھا اور اس پر لٹو نہ ہو گئی ہو۔ جاگیں اس کے بھاگ جس کی قسمت میں ایسے رنگیلے رسیلے کے حسن کے مزے لکھے ہوں۔"

عند اللہ گناہ سے توبہ کرنے والے کا درجہ تو صرف خدا ہی جانتا ہے، زبان کو بیان کی اور قلم کو تحریر کی کہاں طاقت، لاکھ برس کی عبادت ایک طرف اور خدا اور محض خوف خدا کی بنا پر گناہ سے شرم دوسری طرف

خوف رسوائی و طعنہ خلق سے ڈر کر عیب سے پرہیز شریفوں کا کام ہے۔ جسے نہ خوف خدا ہو، نہ خلقت کی شرم۔ وہ رذالہ ہے۔ رذیل فطرت شیطان کا شاگرد ہے۔ اور اس پر ابدی لعنت ہے۔ تونا کے دل میں خوفِ خدا کہاں۔ صرف طعنہ خلق اور خوف رسوائی کچھ تھا۔ لونڈی کی بات سے پھر جذبات بہیمیہ نے زور

کیا اور اُٹھ کر کہا۔" اری! اگر میری جگہ ہوتی، جو تو منہ سے بکتی ہے کر ہی بیٹھتی۔ کیا سننے گننے والے کا خوف نہ کرتی؟"

لونڈی رانی کے طرزِ سوال کو بھانپ گئی۔ جواب میں بولی۔" سنے کیا گننے کون؟ رانی جی جو میں کسی کام کے کرنے پر آؤں تو سننے والے کے کان۔ دیکھنے والے کی آنکھیں کہنے والے کی زبان بند کر دوں۔ رسوائی کا کیا خوف، طعنۂ خلق کا کیا ڈر۔ موقعہ ایسا ڈھونڈوں گی کہ وہاں خیال کے بھی پر جلیں۔ وہم گمان بھی گزر نہ سکے۔

کونتا نے دھیمی آواز سے کہا۔ "یہ تو سب ہوا مگر مات پُتر کا ساتھ کیا؟"

لونڈی ایک فتنہ تھی۔ سوال منہ سے نکلنے سے پہلے سوال کو تاڑتی اور جواب تیار رکھتی۔ اُسے خوب معلوم تھا کہ راہِ محبت میں یہی رشتہ رکاوٹ ہے۔ بولی۔ رانی جی! بُرا نہ مانو تو کہوں۔ پورن آپ کا پُتر کیونکر؟ آپ اس کی ماتا کیسے؟ اگر انہی خیالی رشتوں ناطوں کے ہیر پھیر میں پڑ جاؤ گی تو راجہ ہی کو جہادیو کی اولاد سے اپنا بھائی سمجھنے لگو گی۔ رانی جی! وہم کو جتنا بڑھاؤ۔ بڑھتا ہے مگر یاد رکھو کہ جوانی کے دن اور اس کی بہار کب لوٹ کر آتی ہے۔ ہنسی کھیل کا زمانہ بچپن، ارمان و شوق کے سمے جوانی۔ بچپن جا چکا۔ جوانی جا رہی ہے۔ ارمان کیوں رہ جائے۔ شوق کیوں پورا نہ ہو۔ میں تو اب بھی ٹھونک بجا کے کہتی ہوں کہ متاعِ ایمان کے بھاؤ ہی حسن یار مل جائے تو ایامِ جوانی میں خرید لینا چاہیئے۔ دعویٰ پارسائی بڑھاپے میں ہو سکتا ہے جوانی میں اس پلڑے کون پورا اُترا۔ شباب میں زہد جنوں ہے۔ ہنگامِ نشاط توبہ سرگرانی ہے۔ اُمڈی گھٹاؤں اور پڑتی بوندوں میں شرابِ ناب سے دست کش ہونا بُرے وقت کی توبہ ہے۔ تم پر بہار اور پورن پر جوبن چھایا ہوا ہے جو بہار میں جوبن نہ لوٹا تو باغِ زندگی میں قدم دھرنے سے کیا حاصل؟"

لونڈی کی تقریر سن کر رانی نے انگڑائی لی اور آنکھیں بند کر لیں۔ پورن کی شکل سامنے آگئی گویا کھڑا مسکرا رہا ہے۔ ایک آہ سینے کو توڑتی نکلی۔ آنکھیں کھول کر بولی "وہ بھولا بھالا بھلا ان باتوں کو کیا سمجھتا ہے کیونکر راہ پر آئے گا؟"

لونڈی نے جواب دیا "راہ پر آنے کی ایک ہی کہی۔ تم خالِ رُخ پہ دام زلف تو ڈال کر دیکھو کہ وہ بھولا بھالا کبوتر دام زلف میں کیوں نہ اُلجھے۔ تم ناک میں مچھلی ڈال کر دیکھو۔ مثل ماہی بے آب تیر عشق کھا کر کیوں نہ لوٹے۔ جھمکا کان میں ڈال کر دیکھو کیسے حلقہ بگوش نہ ہو۔ ذرا نہا کھا کر نگاہ ناز تو اس پہ ڈالو پھر دیکھوں کہ دل آرام رام کیوں نہ ہو"

ہمیشہ متکلم کے انداز گفتگو اور طرز بیان سے راز دل افشا ہوتا ہے بعض اوقات نفی سے اثبات اور اثبات سے نفی کے معنی لیے جاتے ہیں۔ فرق صرف طریقہ ادا کا ہوتا ہے۔ رانی نے صاف عشق کا دم تو نہ بھرا اور جرأت سے آغوش گناہ گرم کرنے کا اقرار نہ کیا۔ مگر دبی زبان سے بولی "مجھے پورن کی ہمبستری اچھی نہیں کوئی دیکھ لے گا۔"

شیطان بچوں کی طرح خوشی میں آکر بغلیں بجانے لگا۔ لونڈی سر ہلا کے منہ کے سامنے ہاتھ اک انداز سے گھما کر بولی "واہ کوئی دیکھ لے گا؟"

جس طرح سنگ چقماق کے سینہ کے اندر دبی ہوئی آگ تھوڑی سی ٹھوکر سے صورت اخگر پیدا ہو اٹھتی ہے۔ اسی طرح انسان کے دل میں جذبات بہیمیہ موجود ہیں جو ہلکی سی ٹھیس سے بھڑک اُٹھتے ہیں۔ بھاڑ جھونکنے والی بھٹیاری جانتی ہے کہ سلگتی چنگاری بھڑکانے کے لئے زور زور سے پھونکی جاتی ہے کہ سر خالی ہو جاتا ہے۔ اور اور آنکھوں سے پانی نکل آتا ہے مگر جب ایک دفعہ آگ بھڑک اُٹھے پھر بے فکر ہو کر اور کام کاج میں لگ جاتی ہے۔ لونڈی نے رانی کے دل میں آتش شہوت کو جنوں۔

سے سلگایا۔ جان کاہی سے بھڑکایا۔ جب وہ بھڑک کر جہنم صفت ہوگئی تو خود چپکے سے کھسک گئی۔

اب رانی کو آرام کہاں۔ فوراً بلا کر پاس بٹھایا۔ پہلے تو ادھر ادھر کی باتیں شروع کیں تاکہ ازدیاد شوق کسی پر ظاہر نہ ہو۔ پھر اسی گفتگو کے سلسلے میں سرشتہ عشق کو جا پکڑا۔ بظاہر ایسی صفائی سے دل کے ٹوٹے ہوئے تار پر ہاتھ جا رکھا کہ ازدیاد شوق کا کسی پر اظہار نہ ہو۔ مگر وہ کمبخت مشّاق لونڈی دل میں ہنسی کہ شاگرد استاد کو ہاتھ دکھاتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتی تھی جس مقام پر درد ہو ہاتھ بے ساختہ اسی جگہ جا لگتا ہے۔ متانت سے بولی "رانی جی! دایہ سے پیٹ چھپایا نہیں جا سکتا۔ محرم رازِ عشق کو انگلیوں پر نچایا نہیں جا سکتا دیکھو تو کہاں سے چلا اور کہاں آ کر بھانڈا پھوٹا۔ پہلے ذکر کیا شروع کیا تھا اب قصہ کیا لے بیٹھیں۔ اگر مبالغہ نہ سمجھو تو عرض کروں۔ حضور! میں تو وادیٔ محبت کے ہر چپہ زمین سے واقف ہوں۔ عندلیب چمن نے بھی سبق عشق مجھ سے حاصل کیا ہے۔ شاید آپ مجھ کو ناداں سمجھ رہی ہیں۔ ناک کو گردن کے پیچھے سے ہاتھ لے جا کر پکڑ رہی ہیں۔ میں صاف سیدھی ہوں۔ صاف سیدھی بات پسند کرتی ہوں۔ آپ ٹٹی کی آڑ میں شکار نہ کھیلیں یا تو شوق سے انکار یا پورا اقرار کریں تاکہ میں راہنمائی کروں اور اگر آپ کا خیال ہو کہ کسی کو الو بنا کر اپنا سیدھا کیا جائے تو یہ نہیں ہو سکتا۔"

مکڑی جب دیکھتی ہے کہ مکھی جال میں آ الجھی تو اپنے شکار پر شیر ہو جاتی ہے اور لمبی لمبی ٹانگوں سے اس پر پے در پے حملے کرتی ہے تاکہ وہ بھڑکے اور الجھنوں میں پڑ کر نا دروں سے مضبوط جکڑی جائے۔ لونڈی نے بھی تیز تیز باتیں اس لئے کیں کہ اس رگڑے سے لوح عشق اور چمکے۔ رانی کو یہ صاف صاف سنا کر لونڈی بے اعتنائی سے پھر اٹھ کر چلی گئی۔ گونا کا اب پہلا سا دل ہی نہ رہا تھا۔ وہ توبہ کی طرف مائل بھی نہ ہوئی کیونکہ

اب گناہ نے کامل تسلط جما لیا تھا۔ اب تو شمع کی طرح آتش عشق سر سے لگ کر پاؤں
میں آ کر بجھ رہی تھی۔ پھر لونڈی کو بلایا کہ اب چھپانے کی کیا بات ہے میں تو کشتی دریا
میں ڈال چکی خواہ ڈوبے یا کنارے لگے۔ خدا تو نہیں مگر ناخدا تجھ کو ضرور سمجھتی ہوں۔

آج حق و باطل کی آخری آویزش، خیر اور شر کی فیصلہ کن جنگ تھی۔ رانی نے اہتمام
سے حمام کیا۔ لونڈی نے رانی کے بالوں کو جو زینت اناث کے بہترین سرمایہ دار ہیں الجھایا
سر پر بالوں کے سانپ بنائے، نفیس زیور، قیمتی سرخ جوڑا پہنایا، رنگ صاف، چہرہ
مثل آئینہ شفاف تھا۔ جوڑے کا عکس چہرہ پر پڑ کر رانی لونا شعلہ طور ہو گئی۔ لونڈی
کو بھیجا کہ پورن کو بلا لائے۔ خود فروغ حسن پر تسلی کی نظر ڈالنے کے لئے آئینہ قد
آدم کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ وہ آئینہ دیکھ کر مبہوت اور آئینہ اس کو دیکھ کر حیران
ہوا کہ لب لعل و در دندان آپس میں دست بگریبان تھے کہ بازار حسن کے کسی جوہری
کے پاس کہ نقد دل دے کر کس کو خریدنا ہے۔ ابروئے خمدار خنجر بکف صف مژگاں
کے مقابل اور تیر مژگاں سامنے ایک دوسرے کو زخمی و گھائل کرنے کے لئے تیار۔
باہم تکرار کہ کون دلِ عشاق کو زخمی اور چھلنی کرنے میں زیادہ مؤثر ہے۔ دام گیسو
اور خال رخ میں تو تو میں میں ہو رہی تھی۔ زلف پریشان ہو کر کہہ رہی تھی کہ واہ خال!
خدا کی شان، تجھے بھی دعوئے ہمسری۔ جو میں نہ ہوں تو مرغ نگاہ کہاں الجھے۔ خال رخ
غصہ سے نیلا ہو رہا تھا کہ ہیں! جو میں نہ ہوں تو مرغ نگاہ تیری طرف نگاہ بھر کر کیوں
دیکھے۔ لونا تھوڑی دیر آئینہ کے مقابلہ میں ڈٹی رہی۔ اپنے حسن کی افواج کی اس
خانہ جنگی کو دیکھ کر پہلے تو مسکرائی پھر تیوری بدل کر زبان حال سے بولی کہ کیا بوالعجبی
ہے۔ آج تو کسی اور کے مقابلے میں تیرے جوہر دیکھنے ہیں۔ اب ترکش کو تیروں سے
یونہی خالی نہ کر لینا۔ رانی کو آئینہ کے سامنے کھڑے کھڑے خیال آیا۔ عطریات کی

صندوقچی سے عطر نکال کر کپڑوں میں بسایا۔ فتنۂ خوابیدہ کو جگایا۔ پھر آئینہ کے مقابل ہو گئی۔

داناؤں نے کہا ہے کہ اگر انسان تنہائی میں دیکھتا ہو یا بیوی بچوں ہمجولیوں کے ساتھ خوش وقت ہو رہا ہو تو وہ اس وقت دیوانہ ہو جاتا ہے۔ بچے کو گود میں اٹھا کر آئینہ کے سامنے رکھ کر کس حرکت کی کسر اٹھا رکھتا ہے۔ منہ بناتا ہے۔ دانت دکھاتا ہے ہنستا ہے۔ تیوری چڑھاتا ہے۔ کبھی نیچی نظریں کر کے مسکراتا ہے۔ کبھی خشمگیں ہو جاتا ہے۔ ہمجولیوں اور بیوی کے پاس یا علیحدگی میں انسان کیا کچھ نہیں کرتا اساسِ تہذیب کو سوختہ کرتا ہے۔ دانی لوناتے آئینہ رد ہو کر کئی کئی صورتیں بنائیں تا کہ معلوم کرے کہ کونسی ادا زیادہ دلربا ہے۔ یک بیک اسے پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔ اس نے آخری نگاہ غلط انداز آئینہ پر ڈالی اور جھٹ سے اس آراستی کمرہ کی مکلف آرام چوکی پر نہایت تمکنت سے لیٹ گئی۔ اور شوق سے آنے والے کا انتظار کرنے لگی۔

جہاں غیرت اُٹھ جائے وہاں چار دیواری بھی پردہ داری سے معذور ہو جاتی ہے۔ جن خانہ نشین عورتوں کو تانک جھانک کی عادت ہو جائے وہ قد آدم دیوار پر سے گردن نکال کر دیکھنے کا انتظام بھی کر لیتی ہیں۔ وہ پردہ نشین بھی بازار نشینوں سے کم نہیں جو دروازہ کی دراڑ یا چلمن کے پردہ سے لگ لگ کر غیر مردوں کو دیکھ کر اپنے دل کے لئے سامان زحمت پیدا کرتی ہے۔ لعنت ہے ایسی عورتوں کی اس زینت پر جو نامحرم کے ربودۂ شوق کے لئے ہو۔ اے کاش! لونا کا یہ شوقِ زینت صرف راجہ کی دلربائی کے لئے ہوتا۔ مگر اس کے شبستان دل میں شمع حیا بجھی ہوئی تھی۔ اس کو ثواب سوائے پورن کے کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ فضائے آسمان پر جھلملاتے ہوئے تارے

کیسے بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ مطلع ابر آلود ہوتے ہی ان کی وہ تاب کہاں رہتی ہے درخشاں ہوا رہے اگر آب نہ رہے تو وہ کوڑی کے بھاؤ سیپ ہے۔ عورت جو دامن عصمت کو ہاتھ سے دے بیٹھے خواہ کتنی ہی صورت زیبا نہ رکھتی ہو مگر خاوند کی عزت کے لئے کلنک کا ٹیکہ ہے۔ اس وقت اگرچہ لونا صورت میں رتنک پری تھی مگر سیرت میں افعی تھی۔ جس کا سانس راجہ کے ناموس کے لئے پیغام بربادی تھا۔ کیا لونا ان بیسواؤں سے تولہ رتی کم تھی جو ہر شام کمال آرائش سے اپنے طالبوں کے لئے چشم براہ رہتی ہیں!

جذبۂ دل کہو یا وقت کی بات کہو کہ پورن نے بھی نہا کر ایک نہایت عمدہ لباس پہن رکھا تھا۔ لونڈی نے آ کر پیغام دیا۔ پورن کھڑے کا کھڑا چلا آیا۔ لونا تو راہ میں آنکھیں بچھائے اور آہٹ پر کان لگائے بیٹھی تھی پاؤں کی آہٹ پا کر چارپائی پر جا لیٹی۔ پورن آیا۔ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔

"ماتا! کیا آ گیا ہے؟"

لونا بولی۔ "یونہی پیارے پورن تیرے دیکھنے کو جی چاہتا تھا!"

کون نہیں جانتا کہ جسمانی صفائی اور پاکیزگی لباس حسن کے دو بازو ہیں جن سے زور پر یہ اڑتا ہے۔ لونا کا دل اس سبز پوش کو دیکھتے ہی شکار ہو گیا ایک آہ سی بھری انگڑائی سی لی، تاب نظارہ نہ رہی۔ گردن جھکا لی۔ آنکھیں نیچی کر لیں۔ کسی اچانک جذبہ کا اثر کمزور طبیعت پر تشنج کی حالت پیدا کر دیتا ہے۔ اس کے حسن ہوشربا کے خیال میں لونا کو اور انگڑائیاں جمائیاں آنے لگیں۔ گویا رانی اپنے خیال میں آغوش کھول کھول کر اس سے گلے مل رہی تھی۔ پھر یک بیک نظر اٹھا کر دیکھا۔ پورن کو جوں کا توں کھڑا پایا۔ بولی:-

"پورن! تمہاری کیا عادت ہے۔ جب آتے ہو ہاتھ باندھ کر کھڑے رہ کر بولتے ہو؟"

"پورن:- ماتا! چیز کا یہی کام ہے۔ ہاتھ باندھ کر حکم سننا، آداب بجا لا کر پاؤں پڑنا"

رانی نے پورن کا ہاتھ کھینچ کر اپنے پہلو میں بٹھایا۔ لونڈی نظر بچا کر چلی گئی۔

کون دھرماتما ہے، کون ایماندار ہے جو گناہ کے اتنا قریب پہنچ کر بچ نکلے خوبصورت مرد عورت، جوانی کے رن، تنہائی کا موقعہ ہو تو پھر جو خوفِ خدا کو دل میں رکھ کر گناہ سے نفور ہو جائے اسے کہو کہ تیری سات پشت پر دوزخ حرام، دنیا و مافیہا پر تیرا تسلط بحر و بر پر تیری حکمرانی، تیرا قدم فرشتوں کے کاندھوں پر، غلمان تیری غلامی کو فخر اور حوریں تیری خدمت میں عزت سمجھیں گی۔ خدا تیری آنکھ سے دیکھے گا۔ تیری زبان سے بولے گا۔ تیرے کان سے سنے گا۔ انسانوں میں تیرا نام عزت سے لیا جائے گا۔ قومی کہانیوں میں تیری مثال دی جائے گی، تو مر جائے گا تیرا نام زندہ رہے گا۔ تیری شمعِ حیات گل ہونے پر بھی تیرا نام روشن رہے گا۔ اے عزیزو! دل کو ہی سمجھانا ہے سمجھا لو۔ گو بات بہت بڑی ہے مگر کچھ بات بڑی بھی نہیں۔ تھوڑی لذت کے لئے ابدی لعنت کو مول کیوں لیتے ہو!

آج کل مغربی تہذیب کی برکت سے غریب کے گھر میں بھی اگر اس کا باپ گھس آئے تو بیٹا ناک بھوں چڑھاتا ہے کہ آرام میں خلل آتا ہے۔ یہ تو راجہ کا محل تھا یہاں جانور کو پھڑکنے کی مجال کہاں تھی۔ میدان صاف تھا۔ سمندِ جذباتِ بہیمیہ بد لگامیوں پر آ گیا۔ کیوں نہ آتا کہ موقع تنہائی کا تھا، کوئی تماشائی نہ تھا۔ یہی امر تو اس کے بھڑکانے کے لئے تازیانہ ہے!

لونا اپنے عشق کا صاف اظہار کرنا تو چاہتی تھی مگر خوفِ ندامت سے حرفِ آرزو زبان پر نہیں لا سکتی تھی۔ خطرہ تھا کہ جواب حسبِ خواہش نہ ہوا تو ذلت کا سامنا ہو گا۔ اس لئے اس نے سوچا کہ اس پیکرِ حسن کو شیشہ میں اتارنے کا کوئی ادا ڈھنگ چاہیے

اور ناز کو سامنے سے پکڑنے کی کوشش نہ کرنی چاہیے شاید کہ بھڑک جائے۔ نادان ہے جوایک دفعہ بگڑ گیا تو اس کا بننا مشکل ہے پہلے ذرا اس کو ٹوہ لینا مناسب ہو گا پھر وقت دیکھ کر راز سربستہ کو کھولنا چاہیے۔ اس خیال کے آتے ہی بولی:۔

"پورن سنا ہے تم نے شادی سے انکار کر دیا ہے یہ کیوں؟"

پورن:۔ ماتا جی! انکار نہیں کیا ایک عرصہ کی مہلت اور بڑھانے کی بنا پر عرض کی ہے تاکہ علم کو اور حاصل کر سکوں۔ آدمی کو اول تو عمر کا کوئی لمحہ بغیر تحصیل علم کے ضائع نہ کرنا چاہیے۔ پھر پچیس برس تک تو از روئے شاستر سوائے تعلیم کے کسی کام کی طرف توجہ نہ کرنی چاہیے۔"

لونا:۔ پورن تم جوان ہو۔ خوشی کے دن ہیں شادی کراؤ۔ جوان خوبصورت بیوی بیاہ لاؤ۔ زندگی کے دن ہنسی خوشی بسر کرو گے۔ علم بھی خاصا حاصل کر لیا ہے۔ اب بس بھی کرو کب تک اس کے پیچھے مارے مارے سرگرداں پھرو گے کیا کچھ عورتوں سے نفرت ہے؟"

اس آخری فقرہ کو کہتے ہوئے مسکرا کر گوشہ چشم کو ایک خاص انداز سے حرکت دی جو عورتوں کی مخصوص ادا ہے۔ پورن کی جگہ کوئی اور ہوتا تو جگر تھام کر رہ جاتا مگر اس کی آنکھیں چہرہ کی طرف نہ تھیں بلکہ پائے مادر کی سمت تھیں کامل اطمینان سے بولا:۔

"نہیں ماتا! علم کے لئے سرگرانی خوش نصیبی ہے۔ علم ہے مترادف انسانیت اور جہالت حیوان کی صفت ہے اور دوسرے رہا عورتوں سے اُنس و نفرت کا سوال سو اس کے حل میں وہی زندگی ضائع کریں جن کی چشم شوخ نظربازی کی خوگر ہو اور جن کا دل اپنے مرکز پر قائم نہ رہے۔ ماتا! اس لئے نگاہ اونچی نہیں اٹھائی اور آنکھوں کو کسی سے دوچار ہونے کا موقع نہیں دیا۔ چنانچہ دل بھی بے قرار نہیں ہوا۔ نگاہیں تمہارے ماتا اچھراں کے اور پتا کے چرن پڑنے اور دل خدا سے لگانے کے لئے رکھ لیا ہے شریف

انسان بزدل سے نفرت اور نیکوں سے اُلفت کرتا ہے کسی خاص سے اُنس یا دشمنی نہیں
جس کی زندگی کے حالات میری طبیعت کو نیکی کی طرف رجوع کرتے ہیں اس کا میں ذکر۔
جس کی صحبت سے طبیعت اچاٹ اور لاابالی ہو جائے اس کے پاس بیٹھنا پسند نہیں کرتا"

یہ آخری فقرہ رانی کی آرزوؤں کے لئے پیام موت تھا۔ اگر لرنا کے دل پر پورن
کی محبت کا نقش گہرا نہ ہوتا تو وہ اس ناکام کوشش سے سبق حاصل کرتی مگر وہ اس کی
دلربائیوں پر مرمٹی تھی۔ مرتا کیا نہ کرتا۔ اس نے تو اس کی محبت حاصل کرنے کے لئے نقدِ
ایمان تک کو اس جوئے میں لگایا ہوا تھا باقی بات کیا رہ گئی تھی جس کے لئے کسر اٹھا رکھتی بولی:۔

"سنو پورن! تم شبنم کی طرح پاک دامن سہی مگر خدا کے باغِ حسن کے پھول ہو۔
پھر جو تمہاری محبت کا کانٹا کسی بدقسمت کے دل میں چبھ جائے تو اس کی طرف تو تم توجہ ہی
نہ کرو گے۔ چاہے کوئی تمہارے سامنے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرجائے۔ مجھے میری ایک لونڈی
نے بتایا ہے کہ ایک نصیبوں جلی بھی اس دنیا میں موجود ہے جو تمہاری یاد میں بے چین رہتی ہے"

پورن:۔ حسن رنگ و روغن کا نام نہیں۔ اصل حسن قلبی شرافت کا نام ہے ماتا!
اگر کوئی واقعی میری صورت ظاہری کا پرستار ہے تو میں کہوں گا کہ اس کو پرماتما کا گیان نہیں
اور اُسے میری سچی محبت نہیں۔ صنعت کو دیکھ کر ہمیشہ صانع کی محبت دل میں پیدا ہوتی
ہے۔ چینی اور مٹی کی مورتوں پر دل لگانا اور اس کے بنانے والے کے دستِ نگارین کو
نہ دیکھنا نہ صرف کوتاہ بینی ہے بلکہ یہ ان بدچلنوں کا وطیرہ ہے جو دنیا کی مردار لذتوں
کے پیچھے مر رہے ہیں۔ نہ کم ہونے والی بلکہ بیش از بیش رہنے والی لذت پرماتما کا گیان
اور خدا کا ادراک ہے اور سچی خوشی کی راہ میں اپنی قربانی کرنے سے حاصل ہوتی ہے تاکہ
اس لایزال کا نام دنیا میں سب ناموں سے بلند ہو جائے۔ ماتا! تمہیں سمجھانا چاہیئے شاید
تمہارے ہی کہنے سے اس کا دل نصیحت پکڑے!"

لونا:- نہیں پورن وہ تمہارے سمجھائے ہی سمجھ جائے تو سمجھ جائے!"

پورن:"ماتا! اگر تمہیں ایسی امید ہے تو مجھے کیا عذر ہے!"

لونا:- نیکی کا پرچار بہت اچھا ہے۔ میں اُسے بلاتی ہوں دیکھو اسے دیکھ کر ندمت نہ کرنا بلکہ اس پر رحم کرنا اگر اس سے کوئی امر خلافِ مزاج ہو جائے تو اس سے برہم نہ ہونا وہ شریف ہے۔ دیکھنا کہیں غصہ یا رنج میں آ کر اس کے راز کو افشا کر دو وہ دنیا میں منہ دکھانے کے قابل نہ رہے گی۔"

پورن:- ماتا جب پرچار اور وعظ کا دعوٰے کیا جائے تو شانتی اور صبر انسان کے پیشِ نظر ہونے چاہئیں۔ اپنا دل ہی بڑا کر لیا جائے تو دوسرا اطمینان حاصل کر سکتا ہے؟ میں سچ کہتا ہوں ماتا! مجھے تو ایسے شخص پر رحم آتا ہے جس کی زندگی رائیگاں جا رہی ہے۔ کاش کوئی اس کو سمجھانے والا ہو کہ جو گلشن خزاں کے رحم پر ہو اس کی بہار چند روزہ پر مفتون ہونے سے کیا فائدہ!"

لونا:- پورن! تم ہی درد ہو تم ہی دوا ہو جاؤ۔ کون سمجھائے عشق اور نصیحت کا تو بڑا بھاری بیر ہے۔ انسان دیوانہ ہو جاتا ہے۔"

پورن:- بے شک ماتا یہ سچ ہے۔ نظر بازی ابتدا ہے، عشق اُس کی انتہا ہے۔ سچ پوچھو تو مرض لگائے ہی لگتا ہے۔ نگاہ کو قابو میں نہ رکھا جائے تو پھر انسان کا یہی حشر ہوتا ہے۔ روحانی امراض کے لئے تو گیان کی باتیں ہی مفید ہو سکتی ہیں۔ حقارت کی نظر سے دیکھنے، عیب پوشی کے بجائے افشائے راز کرنے سے مجھے سخت نفرت ہے۔ میں ایسا کرنے کو برائی اور بے ایمانی کے مترادف سمجھتا ہوں۔"

لونا:- اچھا پورن! مجھے آئندہ ماتا نہ کہنا۔ میں ہی وہ تشنہ کامِ محبت ہوں جس کا مذکور تھا، تری نگاہِ ناز کے صدقے، تری اداؤں کے قربان، نصیحت کرنے والی زبان کی

ضرورت مجھے کم ہے۔ اے کاش۔ کہ محسوس کرنے والا دل تیرے پہلو میں ہوتا۔ عقل سے تو فارغ ہو چکی، نصیحت سے تو جنگ کی ٹھان لی۔ جب دھیان ہی کسی اور طرف ہو گیا۔ تو گیان کی فکر سے کیا فائدہ؟ گیان بغیر دھیان کے نہیں ہو سکتا۔ مجھے تو تیرا دھیان لگ رہا ہے۔ بھونرے کے سامنے بیٹھ میٹھے راگ اور سریلے نغمے گانے سے کیا حاصل۔ انسان کو چاہیئے کہ کارِ خیر میں ثابت قدمی دکھائے۔"

میدانِ گناہ میں بڑھے چلے جانے میں بہادری نہیں بلکہ شجاعت اس امر کی متقضی ہے کہ اس میدان میں اُترے ہی نہیں ورنہ اگر بدقسمتی سے قدم ڈال دیا تو لوٹ آنے میں ہی شجاعت و تہور سمجھے۔ لونا اگر اس راہ سے باز آنا چاہتی تو بلاشبہ اس ساری گفتگو کو ناواجب ہنسی کہہ کر ٹال سکتی تھی مگر اپنے جوشِ جوانی کو کیونکر نکال ڈالتی، اور فرسودہ خاوند سے نفرت، جو اس کے دل میں تھی کیونکر نکال ڈالتی جو اس گل کے پہلو میں خار کی طرح کھٹکتا تھا۔ وہ راجہ کو آنکھوں سے دیکھنا پسند نہ کرتی تھی۔ اس نے پورن کو محبت کے لیے انتخاب کر لیا تھا اور سب سے بڑی بات یہ کہ لونڈی کا سبق اس کے بہت دل نشین تھا کہ جوانی کے ایام میں ہر ناجائز کام جائز ہے۔ اس میں صبر کہاں کہ اس کا نخل آرزو جوانی کی بہار میں بے برگ و ثمر رہے بولی:-

"پورن! اب تک تو میں زخم پر ہاتھ رکھ کر بیٹھی رہی۔ تجھے گمان ہے کہ میں زخم خوردہ نہیں۔ آہ پورن! میرا زخم نہاں کھول کر دیکھ اور میرے حال کا اندازہ لگا۔ اظہار رازِ الفت سے جو مجھے پشیمانی ہو رہی ہے، پسینے کے اُن قطرات سے ظاہر ہے۔ جو میری پیشانی سے ٹپ ٹپ برس رہے ہیں۔ گھٹ کے مرجانا مجھے منظور نہیں۔ خواہ میری فریاد بے اثر رہے مگر فریاد کیے بغیر نہیں رہ سکتی۔ پورن دیکھو۔ میں آتشِ عشق سے بے رنگ شمع جل رہی ہوں، تیرا وصال حیات بخش ہو گا، اور تیرے منہ پھیر کے چلے جانے سے

میں جل جھوں گا۔ تیری زبان سے حرفِ تسلی میرے لئے نزید بہار ہے۔ اور تیری برہمی میرے گلشن آرزو کے لئے حکم خزاں رکھتی ہے۔ آ اے گل رعنا، اِس بلبلِ نالاں سے مل بیٹھ، یہ تر و تازگی ابر رنگ و بو بے بقا ہے!!"

رانی کی زبان سے یہ کلمات سن کر راج کنور کا چہرہ غیرت سے تمتما اٹھا۔ بولا:۔

"رانی جی! کیا بہکی بہکی باتیں کرتی ہو۔ بے شک میں نے وعدہ کیا ہے کہ میں کسی بات کا غصہ نہ کروں گا۔ مجھے یہ خیال تھا کہ یہ سخن کسی اور بد نصیب کو ہو گا۔ مگر ماتا کے منہ سے ان الفاظ کو سننے کی مجھ میں تاب نہیں۔ بس نہ اس قسم کی بات سننا چاہتا ہوں نہ اس کا جواب دینا پسند کرتا ہوں۔"

لُونا کے دل میں یہ بات کھٹکی کہ مجھے بھی تو پہلے اسی رشتہ کے تربُّب کے باعث الجھن آئی تھی یقین ہے کہ اگر میں بحیثیت اس کے باپ کی بیاہتا نہ ہوتی تو ضرور نخلِ مراد پھلتا پھولتا۔ اس لئے اس کا پژمردہ دل اسی امید پہ تازہ ہو گیا کہ اگر لونڈی کی وہ معقول دلیل جو اس نے ایسے موقعہ کے لئے کہی تھی پیش کروں گی تو پورن لاجواب ہو جائے گا۔ ذرا ہنس کر لاپروائی سے بولی:۔

"ثمر تو جس درخت سے لگے، اسی کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔ جس کی کوکھ میں پاؤں پسار کر انسان نکلے، اسی کا پتر کہلاتا ہے۔ اپنے سے کم عمر کی عورت کو ماتا کہنا اس کی توہین اور اپنی عقل کا خاکہ اڑانا ہے۔ کنور جی! مجھے ماتا کہنا اور اپنے آپ کو پتر خیال کرنا اپنے آپ کو وہم کی زنجیروں میں جکڑنا ہے۔ ابھی کچھ مدت نہیں گذری کہ میں خود اسی بکھیڑے میں پھنسی ہوئی تھی۔ مگر کسی دانا نے مجھے کیا اچھا بتایا کہ اگر ان واہی خیالی اور بناوٹی رشتوں ناطوں کے ہیر پھیر میں پھنس جائے تو آدم کی اولاد سے سب ایک دوسرے کے بھائی بہن ٹھہرتے ہیں۔ پھر تو شادی بیاہ ہی سب کا حرام ٹھہرے۔ تمہارے بڑھے ہوئے

وہم ہے۔ مجھے گمان ہوتا ہے کہ شاید اسی بنا پر تم نے شادی سے انکار کر دیا ہے۔ اگر واقعی تم ایسے تنگ خیال نہیں ہو تو پھر مجھے ہی حرماں نصیب سمجھنے میں کیوں عذر ہے جس کے اپدیش کا تم نے وعدہ کیا تھا۔ جس کی حالت کو سن کر تم نے رحم اور افسوس کا اظہار بھی کیا۔ اے غنچہ دہن! اس تنگ دلی کے کیا معنی، اے سست پیماں! کچھ وعدہ ہی کر کہ آس تو رہے۔ اپنے اس خیالِ غلط پر نظر ثانی کر کہ لونا بھی کسی کی ماتا ہے۔"

پورن:- ماتا! میں حیران ہوں کہ تمہارے اس اصرار و تکرار کو کیا سمجھوں، مجھے شبہ ہو رہا ہے، یا تو آپ ہوش میں نہیں یا میں خواب پریشان دیکھتا ہوں۔ ماتا! اگر حسن داہ گزر بھی بنظر بد دیکھا جائے تو انسان میں شرم، دھرم، کرم کا ناش ہو جاتا ہے۔ مگر تم مجھے اس جہنم میں کودنے کی دعوت دیتی ہو جو ساری نسلِ آدم کی نیکیوں کو خاکستر کر دیگی۔ بدی بدی انتر ہے، گناہ اپنے گرد و پیش کے حالات کی رُو سے وزن میں کم و بیش ہو سکتا ہے۔ اوّل تو بُرا کام خواہ پرائے ہی سے کیا جائے وہ انسان کے لئے لعنت ہے ماتا! پھر اس سے بڑھ کر کیا ظلم، کیا اندھیر ہوگا جو تمہاری باتوں کو صبر و سکون سے سنوں۔ زمین کیا نہ پھٹے گی۔ آسمان کیا نہ ٹوٹے گا۔ پانی کی جگہ کیا آگ نہ برسے گی؟ ماتا! تیرا صلاح کار انسان نہیں شیطان ہے۔ اس کی نصیحت شیشہ عزت کے لئے سنگ ہے اگر میرا تمہیں ماتا کہنا وہم اور سنگ دلی ہے تو عقل و بلند خیالی کے معنے اس کے سوا اور کیا ہو سکتے ہیں کہ پتا پتری سے، بھائی ہمشیرہ سے، ماں بیٹے سے روسیاہی کرے۔ غیرت مند اس عقل اور بلند خیالی پر لعنت بھیجے گا۔ یہ شریعت جس کی تم حامل ہو شریفوں کے لئے نہیں بلکہ شیطان کا شیوہ ہے جس شخص کے دل میں یہ وہم بھی گذرے سمجھ لینا چاہیئے کہ اس کا دل شرم و حیا سے آشنا نہیں۔ ماتا! سنا نہیں کہ سات گھر تو ڈائن بھی چھوڑ دیتی ہے۔" ابھی پورن کلام ختم کرنے نہ پایا تھا کہ لونا نے بات کاٹی "جس کو مرض عشق

لاحق ہو چکا ہو وہ کیا کرے؟"

پورن: چاہئے کہ غیرت کرے۔"

لونا: جو تاب نہ رہے؟"

پورن: تو ڈوب مرے۔"

یہ کہہ کر پورن اُٹھ کر چلا چاہتا تھا کہ رانی بے تاب ہو کر لپٹ گئی۔ لونا کا حسن جوانی، جذبات کو برانگیختہ کرنے والے عطر سے بسا ہوا لباس۔ تنہائی کا موقع ایک طرف تھا خوف خدا دوسری طرف۔ یہ بدی کا آخری اور فیصلہ کن حملہ تھا تاکہ یہ لڑائی ترازو کے تول تلی نہ رہے۔ یہ اونٹ اِدھر کروٹ بدلے یا اُدھر۔

گھوڑے کو تم دریا پر تو لے جا سکتے ہو مگر پانی پینے پر مجبور نہیں کر سکتے۔ لونا نے گلے میں ہاتھ حمائل کر دیئے مگر دل پر قابو کیونکر حاصل کرتی۔ وہ گل رنگ و بو دروازے سے نکل گیا۔ رانی نرگس کی طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگی۔

سوائے اللہ کے کوئی کسی کی دوستی و محبت کا اعتبار کیا کرے۔ اس سے لمحہ بھر پہلے لونا پورن کے ہاتھوں بن داموں بک چکی تھی، اب وہ عشق و محبت کا آتش کدہ تو یک بیک بجھ گیا۔ مگر نفرت و انتقام کی دوزخ اس کے سینے میں بھڑک اٹھی کیونکہ جب عورت کا حسن کسی بے اعتنا کی ٹھوکروں سے ٹھکرا یا جائے تو اس کا غصہ اس کے نتھنوں میں چڑھ آتا ہے۔ لونا نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا "جب تک میری آتش انتقام اس خودسر کے سامانِ عزور کو نہ جلائے گی تب تک مجھے آرام کی نیند نہ آئے گی۔ قبل اس کے کہ وہ میری رسوائی اور اپنی پاکدامنی کے ذکر کی مہلت پائے میں اس کی زبان اور کھال کھنچواؤں گی۔ اس شوریدہ سر کو پاک بازی کا ایسا مزا چکھاؤں گی کہ طائران ہوا اور ماہیانِ آب اس کے حال پر دستِ تاسف ملیں گے۔" یہ کہہ کر رانی نے دروازہ پر دستک

دی۔ وہی لونڈی نمودار ہوئی۔ بھرائی ہوئی آواز، تھرّاتے ہوئے ہونٹ، کانپتا ہوا جسم رانی کی آرزوؤں کی ناکامی کی شرح کر رہے تھے۔ لونڈی سمجھ گئی کہ وہ حسن کی چڑیا عشق باز کے چنگل سے نکل گئی۔ لونڈی نے پُر معنی نظروں سے رانی کی طرف دیکھا۔ نگاہ کے ملتے ہی بغیر حرف زبان پر لائے تبادلۂ خیال ہو گیا۔ رانی نے کہا: "جا کر باندی، راجہ کو بلا لا۔ میں یہ سب سوچ چکی ہوں۔"

لونڈی پچھلے قدم واپس راجہ کو بلانے چلی گئی۔ لُونا مُسمسی صورت بنا کر پلنگڑی پر لیٹ گئی۔ باندی نے راجہ کو بلایا۔ راجہ سر پر پاؤں رکھ کر آیا کیونکر نہ آتا۔ جوان بیوی کا بلاوا بوڑھے میاں کے لئے پیغامِ شادی سے کم نہیں ہوتا۔ دُور سے لُونا کو بیربہوٹی بنی ہوئی دیکھ کر دل میں فخر کرنے لگا کہ میری دلبستگی کے لیے بے چاری کو کیا کچھ اہتمام کرنا پڑتا ہے۔ اندر آ کر راجہ نے رانی کی صورتِ غم کو دیکھا۔ کلیجہ دھک سے رہ گیا پُوچھا خیر تو ہے؟"

عورتیں سچے آنسو تو بہاتی ہی ہیں مگر جھوٹے آنسوؤں کی جھڑی لگانے میں بھی کمال رکھتی ہیں۔ رو رو کے ساون کا سماں باندھا۔ راجہ پوچھ پوچھ تھکا، آنسو پونچھ پونچھ ہارا۔ مگر اس خدا کی بندی کے کان پر جُوں تک نہ رینگی۔ کچھ جواب نہ دیا۔ راجہ نے اس رونے سے حیران اور جواب نہ ملنے سے پریشان ہو کر باندی کو ڈانٹ بتا کر پوچھا کہ "یہ رو رو کر ہلکان اور میں دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہا ہوں تو ہی بتا کیا ماجرا ہے؟"

رانی باندھی کا تو گھونگھٹ ایک تھا۔ بولی: "حضور! رانی جی کے یہی نہانے نکھرنے کے دن ہیں۔ حضور کے اقبال کا سایہ سر پر رہے۔ ابھی ابھی کنگھی چوٹی کر کے ہنسی کھیلتی چھوڑ کے میں اُدھر جا کر واپس آتی ہوں۔ اندر سے آواز سنی "ہیں ہیں! کچھ شرم کر ماں سے ایسے کرم کی خواہش، پتا ہے یہ غدّاری؟" میں اندر آئی۔ حضور جو دیکھا بیان نہیں

کر سکتی۔ یہ راجاؤں کے مقدمے، نہ سچی کہے بن آئے نہ جھوٹی کہے جان چھوٹے۔" یہ کہہ کر باندی خاموش ہو گئی۔

رانی نے ہچکیوں کا تار باندھا۔ راجہ بادل کی طرح گرج کر بولا۔ "بے کم و کاست بیان کر۔ اظہارِ صداقت میں کسی کی پروا اور خوف نہ کر!"

لونڈی گدائے سرباد یدہ کی طرح لرز کر اور ہونٹ زبان پر پھیر کر بولی "حضور! میں اندر آئی۔ دیکھا، راجکمار رانی جی کو ہلکے رہے ہیں۔ بُری جگہ ہاتھ ڈالا ہے۔ رانی تھر تھر کانپ رہی ہیں۔ کبھی حضور کا واسطہ دیتی ہیں کبھی ایشور کا۔ میرے پہنچنے پر راج کنور جی ہوا ہو گئے۔ حضور جو کان آنکھ نے سنا دیکھا زبان نے بیان کر دیا۔ میری جان بخشی فرمائی جائے۔"

رانی نے ایک جگہ پاش دھاڑ تصدیق بیان کے طور پر ماری۔ راجہ تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھ کر چلا گیا۔

تعزیری دربار منعقد ہے۔ سوائے دو سیاہ پوش جلّادوں کے تمام درباریوں نے سُرخ خونیں لباس پہنا ہوا ہے۔ پورن مجرموں کی طرح زنجیروں میں جکڑا گردن ندامت جھکائے کھڑا ہے۔ راجدھانی کے در و دیوار پر حسرت برس رہی تھی۔ گلی کوچوں میں عورتیں اپنے دروازوں پر کھڑی ہاتھ مل رہی تھیں بازاروں میں مرد آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ایک دوسرے کو تک رہے تھے۔ ایوانِ حکومت کے آگے لوگوں کا اژدحام اور سب گوش بر آواز تھے کہ دربار سے خیر کی خبر آئے۔ راجہ کے غصہ کو دیکھ کر کسی مشیر کو یارائے دم زدن نہ تھا۔ وزیر دم بخود تھے۔ بس اک راجہ سراپا غضب۔ دوسرے راج کنور ہمہ تن لرزش۔ باقی اہلِ دربار تصاویرِ خاموش۔ آخر ایک لمبے دفترِ دشنام اور بہرہ دلیری کا الزام لگانے کے بعد بیٹھے کو دیئے

موت کا حکم سنا دیا گیا۔

خبر نکلتے ہی دربار سے باہر مرد و زن کے نالہ و بکا سے شور محشر بپا ہو گیا۔ رانی اچھراں کا دل سینے میں خون ہو گیا۔ خلقت نے کھانا حرام کیا۔ آگ کی جگہ چولہوں سے خاک اڑی۔ اشارہ پا کر جلاد ایک چمکتا ہاتھ ہلا رہا تھا کہ گردن کا تسمہ باقی نہ رہے اتنے میں سب درباریوں کے دل میں آئی۔ برہنہ سر گلے میں گردن میں ڈالے ہاتھ باندھے کرسیوں سے اٹھ کھڑے ہوئے کہ حضور رحم کریں جاں ستانی کے علاوہ کوئی اور تعزیر دیں۔"

راجہ نے کمال غصہ سے اپنی خون آلود نگاہیں اٹھا کر کہا۔ "اچھا یہی تمہاری استدعا اور اسی پر میرا فیصلہ ناطق۔ کہ جن پاؤں سے چل کر گیا، جن ہاتھوں سے اس نے عزت پر ہاتھ ڈالا دونوں کاٹے جائیں۔ یہ بے باک آنکھیں نکال کر ملک کی سرحد کے پار گمنامی و ذلت کے گڑھے میں ڈال دیا جائے تاکہ اس کی زندگی موت سے بدتر ہو جائے۔"

پورن نے باپ کے اس آخری فتویٰ پر بھی گردنِ تسلیم جھکا لی۔ مگر باپ کے سامنے آنکھ نہ اٹھائی۔ اس نیک دل بے وقوف نے بہ تقاضائے شرافت حقیقت کو بے نقاب کر کے لوناں کو رسوائے جہاں کرنا پسند نہ کیا بلکہ اپنی خاموشی سے اس کی داستان کذب و افترا پر مہر تصدیق لگا دی۔

اللہ کی راہ میں ہتھیار بند ہو کر نکلنا، اعلائے کلمۃ الحق کے لئے قربانی کرنا اور دوسروں کی رسوائی و بدنامی سے بچانے کے لئے اپنی گردن مظلومیت کو آگے کر دینا ان لوگوں کا شیوہ ہے جن لوگوں کو خدا نے آخرت کی برتری، بزرگی اور فلاح و بہبود کے لئے چن لیا ہے۔ کتنے انسان فی زمانہ پورن کی مثال قائم کر کے خدا کی خوشنودی حاصل کرتے ہیں۔ کتنے ایسے مظلوم ہیں جو بہ تقاضائے شرافت ظالموں کی گردن سے پھندا نکال کر اپنی گردن میں ڈالنے کے لئے تیار ہیں۔ رات کے پردے میں اپنے اوپر بند اور

آرام کو حرام کرکے اللہ اللہ کرتے رہنا کتنا آسان ہے۔ مگر مخالفوں کی خون آشام تیغوں کے سایہ تلے صرف اللہ کے لئے بلا تامل جا کھڑے ہونے کا کتنوں میں شوق اور حوصلہ ہے؟

سورج کالی گھٹاؤں کے نیچے چھپ تو جاتا ہے۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ ہمیشہ کے لئے اپنی روشنی سے دنیا کو محروم کر دے۔ اسی طرح حق اور راستی کبھی باطل کے سامنے گریز پا اور مغلوب ہوتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ مگر جلدی ہی آفتاب کی طرح حق زیادہ آب و تاب سے دنیا پر ظاہر ہوتا ہے۔

غصہ، عقل و ایمان، ہمدردی و محبت کو جو انسان کی کل کائنات شرافت ہے برباد کر دیتا ہے۔ غصہ اور رنج میں آکر راجہ نے جو نہ کہنا تھا کہا جو نہ دینا تھا وہ حکم دیا۔ پھر بھی پورن بیٹا، سالباہن باپ تھا۔ جب مطابق حکم، دست و پا کے قطع و برید کا وقت آیا تو راجہ گھبرایا اور فرمایا، کہ وزیر! میری آنکھوں سے دور اس مغرور کو لے جاؤ اور بموجب ہمارے حکم کے اسے اپنے کئے کا مزا چکھاؤ۔ چنانچہ راجہ کے حکم کے مطابق وزیر پورن کو دربار سے لے گیا۔ صاحب اولاد وزیر کو بیٹے کے دکھ درد پر مامتا کی تڑپ کا احساس تھا اُسے ضمیر نے اس ظلم کی اجازت نہ دی۔ پورن کو کہا "بیٹا! اگرچہ میری کوشش راجہ کے غصہ کو فرو نہ کر سکی۔ دیکھ خدا نے یہ ایک فرصت دی ہے تیری زندگی میرے ہاتھ میں ہے اور میری عزت تیرے اختیار میں۔ آنکھوں سے راستہ دیکھو، پاؤں جہاں لے جائیں جاؤ۔ جو ہاتھ کمائیں کھاؤ۔ یہ لو کچھ زاد راہ۔ میں تمہیں آزاد کرتا ہوں۔ مگر بہادر بچے! مڑ کر اس سلطنت میں نہ آؤ جس سے تیری جان عذاب میں اور میری عزت خطرہ میں پڑ جائے گی۔ لو راج کنور خدا حافظ! بیٹا! تجھے ایشور کو سونپتا ہوں۔"

نیک فطرت، نمک حلال، وفادار وزیر بوقت رخصت آنکھوں میں آنسو بھر لایا۔ آج سلطنت سے محروم پورن گردن شرافت جھکا کر چل دیا۔

کل جس چمن کا ہر پھول اس کے لیے فرش راہ تھا آج اس باغ کا ہر کانٹا اس کے توڑنے کے لئے زبان نکالے ہوئے ہے کل جس طلوع ہونے والے ستارے کی طرف ہر ذرہ مملکت عزت سے دیکھتا تھا اسی پر آج دنیا تنگ ہو رہی ہے اے ایمان و قوم زردشتی سے اسم اور وجاہت پر فخر کرنے والے انسان تو بتا کہ دنیا میں تیرے لئے کیا دوام، اطمینان باقی ہے اور تیری خوشی کو کتنے دن اور قیام ہے۔ مظلوموں پر ستم کر کے یتیموں کا گلا کاٹ کر اپنی بنا کو استوار کرنے والے انسانوں سے کوئی پوچھے کہ زندگی کی بہار اور کامرانی کی مدت جو تمہارے لئے مقرر ہے اس کا تمہیں علم ہے کہ کتنی ہے؟ کیا کچھ معلوم ہے کہ بدنصیبی کب گھیرا ڈالے گی۔ موت کب آ دبوچے گی۔ ظالم تو بتا! اچھر آں کے نہال آرزو کو تباہ و برباد کر کے تیرا نخل مراد کب تک پھولا پھلا رہے گا؟ باغ دنیا میں فصل گل کے لئے تو بہت تھوڑی مدت مقرر ہے اس چمن کا ہر گل نذر فنا ہونے کو ہے۔

پورن آبائی ملک سے نکل کر دیار غیر میں چلا آیا۔ اس انقلاب نے طبیعت کو دنیا سے اچاٹ کر رہا تھا۔ وہ چند روزہ دنیا میں شخصی آرزوؤں کی تکمیل کے لئے زندہ رہنا نہ چاہتا تھا۔ بلکہ پیٹ پالنے کی فکر سے جب آزاد ہوتا تھا تو دوسروں کی خوشیوں میں اضافہ کرنے کی سبیل کرتا تھا وہ اس فکر میں رہتا تھا کہ اہل دنیا کس طرح فکر سے آزاد ہوں خصوصاً غریب طبقہ کی مصیبتوں کا کیونکر خاتمہ ہو؟ باوجود حکمران نسل سے تعلق رکھنے کے وہ سرمایہ داری کے اختیارات کا مخالف تھا۔ ابتدا میں اسے اپنی روزی کی پریشانی تھی جب ان مشکلات سے نکل گیا تو اس نے خدام خلق کی بنیاد ڈالی۔ فکر معاش سے فارغ وقت وہ بنی نوع

انسان کی خدمت کے لئے وقف کرتا تھا۔

لُونا آخر انسان تھی۔ اسے اپنے کئے پہ ابتدا میں سخت ندامت ہوئی۔ اور وہ جوگیوں کے لباس میں رام کا جپ جاپ کرنے لگی۔ لیکن جسے عشق کی چاٹ لگی ہو، عبادت سے اس کا دل جلدی اچاٹ ہو جاتا ہے۔ رنگین طبیعت لُونا جلدی ہی رنگ رلیوں کی آرزوؤں میں بے تاب رہنے لگی۔ نیک مزاج وزیر کا خوش طبیعت لڑکا محل میں آمد و رفت رکھتا تھا۔ وہ اب لونا کی خواہشات کا مرکز بن گیا۔ وزیر زادہ گو اوباش نہ تھا مگر لونا کی توجہ سے ناراض نہ تھا بلکہ خوش طبعی کے لئے عشق کے اشاروں کا محبت کے کنائے سے جواب دینے لگا۔

بیلنے میں ہاتھ دے کر اس سے واپس کھینچنا آسان نہیں۔ مرد اور عورت کی معصوم چھیڑ چھاڑ بھی کہیں کا کہیں اُٹھا پھینکتی ہے لیکن لگاوٹ کی باتیں تو گناہ کے گہرے دریا میں لے جاتی ہیں۔ طبیعت کی ذراسی طغیانی گناہ کے سمندر کی تہہ میں پہنچا دیتی ہے جس جگہ سے ابھرنا ممکن نہیں ہوتا۔ آنکھیں ملانے کی عادت ڈال کر حیا کا کون پابند رہ سکا ہے۔ بے حیائی نے دونوں کا محاصرہ کر لیا۔ نیکی دونوں سے دُور بھاگ گئی۔ لونڈیوں کی آنکھوں کے اشارے لونا کے عیش کو تلخ کرنے لگے۔ محبت کی پینگیں جب بڑھ بڑھ کر آسمان کو پہنچیں تو اُسے عافیت کا فکر دامن گیر ہوا ایک دفعہ تو معصومیت کا رنگ جما چکی تھی مگر اب رنگین مزاجی کے الزام میں کیا عذر پیش کر سکے گی۔ ہر سچے الزام پر عذر تراشنا ممکن نہیں۔ اسے سوائے اس کے کوئی چارۂ کار نظر نہ آیا کہ تشویش کے اس خار زار سے نکل کر کہیں اور عشق کی دنیا آباد کرے۔ افشائے راز کے غم سے عیش و عشرت کا محل بھی جہنم ہے اور وہ جھونپڑی میں بھی جنت نگاہ ہے جہاں اطمینان کا سانس نصیب ہو۔ چنانچہ اس نے وزیر زادے کو افشائے راز کا خوف دلا کر اس راہ پہ لگایا

کہ محل سے مشک کی طرح اُڑ جائیں۔ کسی اور شہر اور بستی میں امن اور چین
گزاریں۔ چنچل طبیعت لڑکا کبھی مان جاتا کبھی انکار کر دیتا۔ یہ اصرار و انکار بھی کئی دن تک
جاری رہا۔ اشاروں کی بجائے اب انگلیاں اُٹھنے لگیں۔ آخر لونا نے ایک دن فیصلہ کن
بات کی کہ پورن کے حشر پر غور کرو۔ میں تو ڈوبی ہوں تجھ کو بھی لے ڈوبوں گی۔ اب
وزیر زادہ کو عشق بازی کا انجام معلوم ہوا۔ عشق میں رسوائی اور سزا کے خوف سے اس
نے بستی سے بھاگ جانے کا فیصلہ کر لیا۔

ایک رات مقرر کر کے پردۂ شب میں وہ جواہرات کا صندوقچہ اٹھا کر محلات سے
نکل کھڑی ہوئی۔ باہر نکل کر وزیر زادے کا انتظار کرنے لگی۔ تیرہ و تار رات میں وہ درخت
کے نیچے کھڑی تھی۔ ستارے جھلملا کر ایک دوسرے سے آنکھوں کے اشاروں میں اس عورت
کی کوتاہ اندیشیوں کا ذکر کرتے تھے جو محلات کے آرام کو چھوڑ کر گناہ کے طوفان میں جا
رہی ہے۔ اور اپنی طرح دوسرے گنہگار ساتھی کے انتظار میں کھڑی ہے۔ وہ کھڑی تھی
اور پریشانی سے چار سو دیکھ رہی تھی۔ اتنے میں ایک سوار آتا دکھائی دیا اس کی جان
میں جان آئی۔ سوار کے ہاتھ میں ایک اور گھوڑے کی باگ تھی۔ جس پر کوئی اور سوار نہ
تھا۔ لونا خوش ہو گئی کہ وہ حسب وعدہ آگیا۔ گھوڑے قریب آکر ہنہنائے۔ وہ تعاقب
کے خوف سے گھوڑے پر جلدی چڑھی بغیر منہ سے بولے دونوں نے ایڑ لگائی۔ گھوڑے
ہوا سے باتیں کرنے لگے۔

جب وہ اپنے خیال میں خطرے سے نکل گئی تو لوچ دار آواز میں کہا کہ "میں
تمہارے انتظار میں پریشان ہو گئی تھی۔ تم آئے تو جسم میں جان آئی۔" سوار نے کہا کہ "آقا
تو نہیں البتہ غلام خدمت کے لئے حاضر ہے۔ میں آپ کے لئے تمام خطرات برداشت
کرنے کو تیار رہوں۔"

قریب تھا کہ لونا زمین سے گر جاتی۔ مگر وہ گھوڑا روک کر کھڑی ہو گئی سر چکرا گیا۔ گردن جھک گئی۔ دنیا آنکھوں تلے اندھیر ہو گئی۔ کچھ دیر اس پر سکتہ طاری رہا مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ غلط راستے میں جو قدم اُٹھ چکا تھا اس کی واپسی کا کوئی موقع باقی نہ تھا۔ صبح قریب تھی۔ محلات میں چرچے ہو چکے ہوں گے۔ عافیت اسی میں ہے کہ ریاست کی حدود کو پار کر کے تقدیر کے کھیل کو دیکھوں۔ چنانچہ وہ سارا راستہ خاموش رہی اور صبح تک ریاست کے پار ہوئی اسی شہر میں اقامت گزیں ہوئی جہاں پورن اپنی زندگی کے دن ایک عام آدمی کی طرح بسر کر رہا تھا۔ وزیر زادہ کا فرستادہ غلام نوجوان اور خوبرو اوباش تھا وہ غلام کی لونڈی بن کر دن کاٹنے لگی۔ جواہرات بیچ کر روپے کو پانی کی طرح بہا کر دادِ عیش دی۔ غلام شہزادوں کی طرح بسر اوقات کرنے لگا۔ لونا کے حسن سے اس کا دل اکتا گیا اور وہ بازارِ حسن میں جا کر عشق کی رسوائی کا سامان کرنے لگا۔ چند برس تو وہ محفل نشاط میں بیٹھا دھن برساتا رہا لیکن جب لونا کی پونجی ختم ہو گئی تو غلام نے ٹھکانا اور جگہ بنایا۔ تنہائی اور تنگ دستی نے اس کے سامنے عزت لٹانے کی بھی راہیں کشادہ کر دیں۔ جب تک باغ حسن میں بہار رہی بلبلیں چہچہاتی رہیں۔ جب حسن خاک میں مل گیا تو بلبلوں نے نشیمن اور جگہ جا بنایا۔

قحبہ پیر ہو کر دلالہ بن گئی۔ گناہ کا راستہ صاف کر کے پیٹ پالنے لگی۔ اب خدا کے غضب نے آگھیرا۔ وہ فسادِ خون کے مرض میں مبتلا ہو گئی۔ ناک بیٹھ گئی۔ انگلیاں گر گئیں۔ وہ جوانی کی حرکات کو یاد کر کے بڑھاپے میں رو دی۔ ندامت کے آنسو رات دن جاری رہنے لگے۔ پانی بلندی سے گر کر اوپر نہیں جا سکتا۔ وہ عملِ ناصواب سے ہزار بار اور بار بار توبہ کرتی تھی۔ اب توبہ کا دروازہ بند ہو کر سزا کا دروازہ کھل گیا تھا۔ لوگوں نے بستی کے باہر اس کو جھونپڑی میں ڈال دیا تھا۔ ہر راہ گزر کی نگاہ نفرت

اس پر پڑتی تھی۔ لوگ اس سے منہ پھیر کر نکل جاتے تھے اب وہ بیماری اور موت کے منہ میں تھی۔ دنیا میں اُسے کوئی پوچھنے والا نہ تھا۔ پورن کے کان میں اُڑتے اُڑتے یہ خبر پہنچی کہ کوئی گنہگار عورت بے کسی میں موت کی گھڑیاں گن رہی ہے وہ رحم کے جذبے سے بے تاب ہو کر اپنی جماعت کے چند آدمیوں کو ساتھ لے کر وہاں آیا جہاں لونا عبرت کا پیکر بنی پڑی تھی۔

انقلاب عالم کی نیرنگیاں دیکھو۔ دانی اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑا مار کر مر رہی ہے گناہ جب عبرت ناک بیماری کی شکل اختیار کر لے تو انسان ندامت کے گہرے سمندر میں غرق ہو جاتا ہے۔ جب پورن بیمار کی جھونپڑی میں پہنچا تو لونا اعمال کی جوابدہی کے لئے سفر آخرت پر تیار تھی۔ آواز دینے پر اس نے آنکھیں کھولیں۔ پورن کو سامنے دیکھ کر سنبھلنے لگی۔ کچھ کمزوری کا پسینہ اور کچھ عرق انفعال لونا کی پیشانی سے ٹپکنے لگا معصوم اور مظلوم پورن ہیبت ناک فرشتہ کی شکل میں سامنے کھڑا نظر آیا یا یوں کہو کہ خود اس کے اعمال بھیانک صورت بنا کر سامنے آ گئے۔ آخری وقت میں وہ اس ندامت خیز ملاقات کی تاب نہ لا سکی۔ بے ہوش ہو کر ایسی گری کہ پھر ہوش میں نہ آئی۔ عبرت پکاری کہ بدی کا انجام بُرا ہے۔

لونا جب حیا کا پردہ پھاڑ کر بے حیائی کے دامن میں پناہ پانے کے لئے نکلی تو راجہ ندامت کے مارے جیتے جی مر گیا۔ اگرچہ موت مانگے بھی نہ آتی تھی تاہم زندگی حرام ہو گئی۔ جسم پر زخم ہو تو مرہم لگایا جا سکتا ہے مگر روح کے گھاؤ کا کیا علاج کرے راجہ سوکھ کر کانٹا ہو گیا۔ جان خدا جانے کہاں اٹکی تھی کہ برسوں مبتلائے مصیبت رہ کر نکلی۔ برسوں کے بعد اب وقت آیا کہ موت تمام مصیبتوں کا علاج ہو جائے۔ ایک دن سخت نڈھال ہو کر پڑا تھا۔ امرا پاس کھڑے تھے۔ راجہ کے ہونٹوں سے دھیمی سی آواز

نکلی "پورن! تو بے گناہ تھا، لے، یہ سرداری کا نشان ۔ میری انگوٹھی سنبھال!" راجہ
نے عالم بے ہوشی میں انگلی میں سے انگوٹھی نکالنے کی کوشش کی۔ مگر ناکام رہا اور آنکھیں
چھت سے لگ گئیں اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

رانی اچھراں بیٹے کے غم میں زندہ درگور تھی۔ راجہ کے مرنے کے بعد وزیر نے
رانی کے کان میں وہ راز سنایا کہ ماتا رانی! تیرا فرزند زندہ ہے۔ باپ کے مرنے کی خبر سن
کر ضرور لوٹ آئے گا۔ اور میں بھی ہر طرف تیز ہرکارے دوڑاؤں گا۔ رانی بیٹے کی زندگی
کی امید میں اٹھ بیٹھی۔ بے تاب ہو کر اس کے صحیح سلامت واپس آنے کی دعا مانگنے لگی۔

لونا کی عبرت ناک موت کے بعد پورن کو خیال آیا کہ لونا ضرور خاندان کو بٹہ لگا کر
نکلی ہوگی۔ اور میری بے گناہی سب پر ثابت ہو گئی ہو گی۔ چنانچہ وہ بھی تبدیل لباس ریاست
میں آگیا۔ جاتے ہی باپ کی موت کی خبر سنی اور لونا کی حرکت کا علم بھی ہوا۔ لوگ اس
کے لئے چشم براہ تھے۔ حالات مساعد دیکھ کر وہ سیدھا محلات کی طرف چلا آیا۔ دروازے
پر دربان نے روکا۔ لونڈیوں نے رانی اچھراں کو خبر دی کہ کوئی پورن نام بتاتا ہے
اندر آنے کے لئے اصرار کرتا ہے۔ رانی بیٹے کا نام سن کر بے تاب ہو کر باہر نکل
آئی۔ ماں بیٹے کو نہ پہچانے یہ ممکن نہیں۔ آتے ہی گلے لگا کر رونے لگی۔ دربان سکتہ
کے عالم میں خاموش کھڑے رہے۔ رانی پورن کی بلائیں لیتی ہوئی اندر لے گئی۔ شہر
میں شہرہ ہو گیا کہ اچھراں کا گمشدہ لعل مل گیا۔ مرد و زن محلات کے گرد جمع ہو گئے
ماتا اچھراں نے بیٹے کو نہلایا دھلایا۔ شاہی لباس پہنایا۔ پورن نے جھروکے سے
سب کو درشن دیئے۔ اچھراں کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو نکل آئے؛

—— جواہرات

—— چوہدری افضل حق

لوح ۹۰ صفحہ ۱٦۷

سرودِ رفتہ صفحہ ۹۸

The story of Cinyras and Myrrha——Ovid
Metamorphoses
BOOK TEN

لوح ۹۱ صفحہ ۱٦۷

Phaedra, sister of king Deucalion, the Creton was married by Theseus — the Athenian king. After marrying her, Theseus sent his bastard son Hippolytus (son of Antiope — Queen of Amazons, the former illegal wife of the king) to Pittheus who adopted him as heir to the throne of Troezen. The son inherited his mother's exclusive devotion to chaste Artemis and raised a new temple to the goddess at Troezen. Thereupon Aphrodite, determined to punish him for what she took as an insult to herself, saw to it that when he attended the Eleusinian Mysteries, Phaedra should fall passionately in love with him.

Since at that time Theseus was away in Thessaly with Peirithous (or in Tartarus), Phaedra followed Hippolytus to Troezen. She disclosed her incestuous desire to no one, but ate little, slept badly and grew so weak that her old nurse guessed the truth at last, and officiously implored her to send Hippolytus a letter. This Phaedra did; confessing her love; we women of the Cretan Royal House, she wrote, are doubless fated to be dishonoured in love; witness my grandmother Europa, my mother Pasiphae, and lastly my own sister Ariadne! Ah, wretched Ariadne deserted

by your father, the faithless Theseus, who has since murdered your own royal mother — Why have the Furies not punished you for showing such unfilial indifference to her fate? ——— and must one day murder me! I count on you to revenge yourself on him by paying homage to Aphrodite in my company. Could we not go away and live together, for a while at least, and make a hunting expedition the excuse? Meanwhile none can suspect our true feelings for each other. Already we are lodged under the same roof, and our affection will be regarded innocent, and even praiseworthy.

Hippolytus burned this letter in horror and came to Phaedra's chamber, loud with reproaches; *but she tore her clothes*, threw open the chamber doors and cried out: "Help! help! I am ravished!" Then she hanged herself from the lintel, and left a note accusing him of monstrous crimes.

Theseus, on receiving the note, cursed Hippolytus and gave orders that he must quit Athens at once, never to return. Hippolytus set out for Troezen. Along the beech of Corinth he was pursued by a white bull and was dragged to death by his scared horses.

Artemis (who appears as a deus ex machina) then told Thesues the truth and rapt him in the twinkling of an eye to Troezen, where he arrived just in time to be reconciled to his dying son; and then Artemis revenged herself on Aphrodite by procuring Adonis's death.

The story has been dramatised by Euripides, Seneca and Racine (the French dramatist).

Euripides' Hippolytus is considered by many to

be his finest play. The play is a study of the conflict between the two forces symbolized by Artemis and Aphrodite — asceticisin and passion.

Euripides centres his tragedy on the character of Hippolytus; Seneca like Racine in his Phedre, makes Phaedra the protagonist and portrays her passion in the most realistic terms. The Senecan Phaedra does not kill herself immediately after Hippolytus has scorned her love, but remains to denounce him to this father. It is not until the mangled remains of Hippolytus are brought back after his horrible death, that she commits suicide, and before doing so she confesses the truth and exonerates Hippolytus of the alleged crime.

The French play (perhaps the greatest play of Racine) is far more Senecan than Euripidean. Phedre and not Hippolyte is the central figure of the tragedy. Phedre lives on to the end of the play and admits her guilt before her death. Phedre is not only a passionate woman struggling vainly against overpowering emotion; but she has also been made a jealous woman because of Hippolytus' love for Aricia.

Ovid also briefly narrates the story of Hippolytus in Metamorphoses Book Fifteen.

لوح ۹۲ صفحہ ۱۶۷

عہدنامۂ عتیق

اسموئیل ۱:۱ ۲

لوح ۹۳ صفحه ۱۶۸

نخستین کسی که اندر جهان مذهب معطله آورد مردی بود که اندر زمین عجم بیرون آمد
واو را موبد موبذان گفتندی نام وی مزدک بامداد آن بروزگار ملک قباد بن فیروز پدر
نوشیروان عادل خواست که کیش گبری بر گبرکان بزیان آرد و راه بد در جهان گسترد و
سبب آن بود که آن مزدک نجوم نیکو دانستی و از روش اختران چنان دلیل می کرد که
اندرین عهد مردی بیرون آید و دینی آرد چنانک کیش گبران و کیش جهودان و ترسان
و بت پرستان را باطل کند و بمعجزات و زور کیش خود در گردن مردمان کند و تا قیامت
دین او بماند و را تمنا چنان افتاد که مگر این کس او باشد پس دل در آن بست که چگونه
مردم را دعوت کند و مذهب نو بدید آرد نگاه کرد خویشتن را بمجلس پادشاه حرمتی
تمام دید و بنزدیک همه بزرگان و هرگز کس از او محالی نشنیده بودند پیش از
آنک دعوی پیغمبری کرد پس غلامان خویش را فرمود تا از جای پنهان نقبی کردند
در زمین همی سنبیدند بتدریج چنانک سر سوراخ میان آتش گاه بر آوردند راست
آنجا که آتش می کردند سوراخی سخت خرد پس دعوی پیغمبری کرد و گفت مرا فرستاده
اند تا دین زردشت تازه کردانم که خلق معنی زند و استا فراموش کرده اند و فرمانها
یزدان نه چنان می گذارند که زردشت آورده است همچنانک هر یک چندی بنی
اسرائیل فرمانهای موسی علیه السلم که در توریت از خدای عز و جل آورده است
نداشتندی و خلاف کردندی پیغمبری فرستادیم بر حکم توریة تا خلاف از بنی اسرائیل
بیفکندی و حکم توریة را تازه کردانیدی و خلق را بر طریق راست می آوردی این
سخن بگوش ملک قباد افتاد روز دیگر بزرگان و موبدان را بخواند و مظالم کرد و مزدک
را بخواند و بر سر ملا مزدک را گفت تو دعوی پیغامبری میکنی گفت آری و بدان

آمده ام که دین زردشت را خلاف بسیار است و در وی شبهه بسیار ظاهر گشته
من همی بصلاح باز آرم و معانی زند واستا نه آنست که بکار می دارند باز نمایم معنی
آن پس قباد گفت معجزهٔ تو چیست گفت معجزهٔ من آنست که آتش را قبله و محراب
شماست. من بسخن آرم و از خدای تعالی درخواهم تا آتش را فرمان دهد که به
پیغامبری من گواهی دهد چنانک ملک و جماعت او آواز بشنوند ملک گفت ای
بزرگان و موبدان درین معنی چه گویید موبدان گفتند اول چیز آنست که ما را
بکیش و کتاب ما میخواند و زردشت را خلاف نمیکند و در زند واستا سخنا نیست
که هر سخن ده معنی دارد و هر موبدی و دانائی را در او قولی و تعبیری بیست ممکن باشد
که قول را تفسیری نیکوتر و عبارتی خوشتر بیارد اما اینک میگوید آتش را که معبود
ماست بسخن آرم این شگفتست و در قدرت آدمی نیست پس ملک بهتر داند
آنکه ملک مزدک را گفت اگر تو آتش را بسخن آری من گواهی دهم که تو پیغمبری مزدک
گفت ملک وعده بنهد و بدان وعده با موبدان و بزرگان بآتشگاه آید تا بدعای
من خدای عز و جل آتش را بسخن آرد اگر خواهد هم امروز دهم این ساعت باد
گفت بر آن بنهادیم که فردا جمله بآتشگاه آییم دیگر روز مزدک راهی را زیر
آن سوراخ فرستاد و گفت هر وقت که من بآواز بلند یزدان را بخوانم تو بزیر زمین
سوراخ آی بگو که صلاح یزدان پرستان زمین در آنست که سخن مزدک بکار دارند
تا نیک بختی در جهان یابند پس قباد و بزرگان و موبدان بآتشکده شدند و مزدک
را بخواندند و مزدک آمد و بر کنار آتش بایستاده و بآواز بلند یزدان را بخواند و بر
زردشت آفرین کرد و خاموش گشت از میان آتش آوازی آمد بر آن جمله که یاد
کردیم چنانک ملک و بزرگان بشنیدند و از آن در شگفت ماندند و قباد در دل کرد

که بوی بگرود چون از آتش کده بازگشتند بعد از آن قباد مزدک را پیش خود
بخواند و هر ساعت مقرب تر بود تا بوی بگرود و بدو و از جهت وی کرسی زر مرصع فرمود
تا بر تخت بارگاه بنهند بوقت بار و قباد بر تخت بنشست و مزدک را بر آن کرسی
بنشاند و بسیاری از قباد بلندتر بودی و مردمان بهری برغبت و بهوا و بهری بموافقت
ملک در مذهب مزدک همی آمدند و از ولایات و نواحی روی بحضرت نهادند و
پنهان و آشکارا در مذهب مزدک میشدند و لشکریان رغبت کم کردند و از قبل حشمت
پادشاهی چیزی نمی گفتند و از موبدان هیچکس در مذهب مزدک نشد و گفتند بنگریم تا از
زند و استا چه بیرون می آید چون دیدند که پادشاه در مذهب او آمد مردمان از دور و
نزدیک دعوت او قبول کردند والحاد در میان می کردند و مزدک گفت مال بخشیده ایست
میان مردمان که همه بندگان خدای تعالی اند و فرزندان آدمند و بچه حاجتمند گردند باید که
مال یکدیگر خرج کنند تا هیچکس را بی برگی نباشد و درماندگی و متساوی الحال باشند چون
قباد را بیشتر برین راه بنهاد و باباحت مال راضی شد آنگه گفت زنان شما چون مال شماست
باید که زنان را چون مال یکدیگر شناسید تا هیچ کس از لذات و شهوات دنیا بی نصیب نماند
و در مراد بر همه خلق گشاده بود و بس مردمان از جهت اباحت مال و زن بمذهب
او بیشتر رغبت کردند خاصه مردم عام چنان آیین نهاد که اگر مردی بیست مرد را بخانهٔ
خویش مهمان بردی و نان و گوشت و شراب و نقل و مطرب رادی بنوبت همه یک
یک با زن او گرد آمدندی و عیب نداشتندی و عادت چنان بود که هر که در شدی تا با زنی
گرد آید کلاه بر در خانه بنهادی پس چون دیگری را رغبت افتادی و کلاه را دیدی بر در
خانه نهاده بازگشتی و توقف کردی تا او بدر آمدی پس نوشیروان در سر بموبدان کس
فرستاد که چرا چنین خاموش می باشید و عاجز گشتید و معنی مزدک هیچکس سخن نمی گوید

پدرم را پند نمی دهید که این چه حالست که بر دست که فته است و بزدق این حراد
در جوال شده اید این سک مال مردمان بزیان می برد و ستر از حرم مردمان برداشت
و عامه را مستولی کرد باری بگوئید که این بچه حجت میکند که فرموده است و اگر شما پیش
از این خاموش باشید مال شما و زنان شما همه رفت و ملک در دولت از خاندان ما رفت
باید که جمله پیش پدرم روید و این حال باز نمائید و پندش دهید و با مزدک مناظره کنید
و بنگرید تا حجت آرد و بنزدیک معروفان و بزرگان پیغام همچنین فرستاد که سودائی
فاسد بر پدر غالب شده است و عقل او مختل آمده است مفسدت خویش از مصلحت باز
نمی داند و در تدبیر معالجه او باشید تا سخن مزدک نشنود و بقول او کار نکند و شما نیز چون
پدرم فریفته نشوید که او بر حق نیست و بر باطلست و باس را القا نشود و فرد اشما را شوند داد
بزرگان از سخن او بشکوهیدند و اگر چه بعضی قصد کرده بودند که در مذهب او شوند از جهت
نوشیروان پای باز پس کشیدند در مذهب او نشدند گفتند بنگریم تا کار مزدک بکجا رسد و
نوشیروان این سخن از کجا می گوید و نوشیروان در آن وقت هژده ساله بود و پس بزرگان
و موبدان جمع شدند و پیش قباد رفتند و گفتند ما از عهد و از باز تا اکنون در هیچ
تاریخ نخوانده ایم و از چندین پیغمبر که در شام بودند نشنیده ایم اینک مزدک می گوید و می فرماید
ما را عظیم منکری آید قباد و گفت با مزدک بگوئید تا چه گوید مزدک را بخواندند و گفت چه حجت
داری در این که می گوئی و می کنی مزدک گفت زردشت چنین فرموده است و در زند
استا چنین است و مردمان تفسیر این نمی دانند اگر مرا استوار نمی دارید از آتش بپرسید
باز دیگر باره با آتشکده شدند و از آتش پرسیدند از میان آتش آوازی آمد که چنین است
که مزدک می گوید چنانک شما می گوئید نیست دیگر باره موبدان خجل باز گشتند و دیگر روز
پیش نوشیروان شدند و احوال باز گفتند نوشیروان گفت این مزدک دست بدان می

بود که مذهب او در همه معانی مذهب زردشت است الا این دو معنی چون بر این
حدیث مدتی بگذشت روزی میان قباد و مزدک حدیثی می رفت بر زبان مزدک چنان رفت
که مردمان برغبت در این مذهب در آمدند اگر نوشیروان رغبت کردی در این مذهب
فراپذیرفتی نیک بودی قباد گفت او درین مذهب نیست گفت نه قباد گفت نوشیروان
را بیارید و هر چه زود تر بخوانید چون بیامد او را گفت ای جان پدر تو بر مذهب مزدک
نیستی گفت نه الحمد لله گفت چرا گفت از بهر آنکه او دروغ میگوید و محالست گفت چون
محال باشد که آتش را بلخن می آرد گفت چهار چیز از امهات است آب و آتش و خاک
و باد چنانکه آتش را بلخن آرد بگو بیش تا آب و باد و خاک را بلخن آرد تا من بری بگردم
و فریفته شوم گفت او هر چه میگوید از تفسیر زند را نا میگوید نوشیروان گفت او لفظ بود که
مال و زن مردمان مباحست و از عهد زردشت تا امروز هیچکس از دانایان این تفسیر
نکرده است دین از بهر مال و حرم بکار است چون این هر دو مباحست آنگه چه فرق
باشد میان چهارپای و آدمی که این روش و طریق بهایم است که در چریدن و مجامعت
کردن یکسان باشند نه مردم عاقل گفت باری مرا که پدر توام چرا خلاف کنی گفت من این
از تو آموخته ام اگرچه هرگز این عادت نبود چون دیدم که تو پدر خویش را خلاف کردی
من نیز ترا خلاف کردم تو از آن باز گرد تا من از این باز گردم پس سخن قباد و نوشیروان
و مزدک بجای رسید که مطلق بگفتند که با حجتی بیار که این مذهب رد کند و سخن مزدک باطل کرداند
یا کسی را بیار که حجت او از حجت مزدک قوی تر و درست تر باشد و الا ترا سیاست فرمایم
تا دیگران عبرت گیرند نوشیروان گفت مرا چهل روز زمان دهید تا حجتی بیارم یا کسی را بیارم
که جواب مزدک باز دهد گفتند نیک آید زمان داریم بر این جمله پراکندند نوشیروان از
پیش پدر باز گشت هم در روز قاصد و نامه بپارس فرستاد بشهر گول بموبدی که آنجا

نشستی مردی پیر دانا که هر چه زودتر بیابی که چنین کاری رفته است میان من
و پدر و مزدک چون چهل روز بر آمد قباد بار داد و بر تخت بنشست و مزدک بیامد و بر
تخت رفت و بر کرسی نشست و نوشیروان بیاوردند مزدک قباد را گفت بپرسش تا چه
آورده است قباد پرسید تا چه جواب آوردی نوشیروان گفت در آن تدبیرم قباد گفت
کار از تدبیر گذشت مزدک گفت برگیرید او را و سیاست فرمایید قباد خاموش گشت مردم
در نوشیروان آویختند نوشیروان دست در دار بزین ایوان زد و پدر را گفت این چه
تعجیلست که در کشتن من بسته که هنوز وعدهٔ من تمام نشده است گفت چون گفت من چهل
روز تمام گفته ام امروز آن منست تا امروز بگذرد آنچه شما دانید پس سپه سالاران و
موبدان بانگ بر آوردند گفتند راست میگوید قباد گفت امروزش نیز رها کنید دست
ازوی بداشتند و از چنگال مزدک برست چون قباد برخاست و موبدان پراکندند و
مزدک باز گشت نوشیروان بسرای خویش آمد و این موبد که خویش نوشیروان او را از پارس
خوانده بود در رسید بر جمازه نشسته تا بدر سرای نوشیروان فرود آمد و در سرای شد
خادمی را گفت برو و نوشیروان را بگوی که موبد پارس در رسید خادم سبک در حجره رفت
و نوشیروان را بگفت نوشیروان از حجره بیرون آمد نوشیروان از شادی پیش او دوید و
او را در کنار گرفت و گفت ای موبد چنان دان که من امروز از آن جهان می آیم و احوال
پیش موبد بگفت موبد گفت هیچ دل مشغول مدار که همه چنان است که تو گفته حق با تو است
و خطا با مزدک و من نیابت تو جواب مزدک دهم و قباد را از مذهب او باز گردانم
ولیکن چاره آن کن که پیش از آنک مزدک خبر آمدن من بشنود ملک را ببینم گفت این
سهلست پس نماز دیگر نوشیروان بسرای پدر رفت و بار خواست چون پدر را دید ثنا
گفت پس گفت موبد من از پارس در رسید که جواب مزدک بدهد و لیکن می خواهد که تخت

مک را بہ بیند تا ملک سخن بخلوت بشنود گفت شاید بیاورد اورا نوشیروان بازگشت و
چون تاریک شد موبد را پیش پدر برد موبد قباد را آفرین کرد بیم و پدر ان او را بستود
پس ملک را گفت این مزدک را غلط افتاده است این کار نہ او را نہادہ اند کہ من او را
نیک شناسم و قدر دانش او را دانم و از علوم نجوم اندکی داند و لیکن در احکام او را غلط
افتاد در این قران کہ در آید مردی بیرون آید و دعوی پیغمبری کند و کتابی غریب آرد و
معجزہای عجیب نماید و ماہ در آسمان بدو نیم کند و خلق را بہ راہ حق خواند و دین پاکیزہ
آرد و کیش گبرکی و دیگر کیشہا باطل کند و بفردوس وعدہ کند و بدوزخ تبرساند و مالہا
و حرمہا بحکم شریعت در حصن کند و مردم را از دیو بہ ہاند و با سروش تولا کند و آتشکدہا
و بتکدہا ویران کند و دین او ہمہ جہان برسد و تا قیامت بماند و زمین و آسمان بر
دعوت گواہی دہند اکنون این مزدک را تمنا چنان افتادہ است کہ این مرد او باشد و آن
پیغامبر نہ عجمی باشد و مزدک او لا عجمی است و او خلق را از آتش پرستی نہی کند و زردشت
را منکر باشد و مزدک ہم بزردشت اقتدای کند و ہم آتش پرستی می فرماید و او رخصت
ندہد کہ حرم کس کہ در دو یا کس مال بناحق لبتاند و بدزدی دست ببرید فرماید و مزدک
مال و زن مردم مباح کردہ است و آن پیغامبر را فرمان از آسمان آید و از سروش سخن
آید و مزدک از آتش می گوید مذہب مزدک ہیچ اصل ندارد و من فردا او را پیش ملک رسوا
کنم کہ او بر باطل است و می خواہد کہ خسروی از خانہ تو بیرون برد و گنجہا تو تلف کند و
ترا با کمتر کسی مقابل کند و پادشاہی بدست فرو گیرد قباد را سخن موبد خوش آمد و دلپذیر
بود دیگر قباد بیار گاہ آمد و مزدک بیامد و بر کرسی نشست و نوشیروان پیش تخت بایستاد
و موبدان و بزرگان حاضر آمدند آنگہ موبد نوشیروان بیامد و مزدک را گفت نخست
تو پرسی یا من مزدک گفت چون سائل تو خواہی بود و من مسئول پس تو اینجای کہ منم و

من آنچه آوردم که تو نیز مزدک خجل شد و گفت ملک مرا اینجا نشانده است تو سوال
کن تا من جواب دهم موبد گفت مال مباح کرده‌ای و این رباطها و پلها و آتشکده‌ها و
خیرات که بکنند نه از جهت آن جهان میکنند گفت بلی گفت چون مال میان یکدیگر مباح کردی
و خیرات حر کنند مزدان که ابود مزدک از جواب فرو ماند دیگر گفت تو زنان را مباح کرده‌ای
چون بیست مرد با یک زن گرد آیند و زن آبستن شود چون بزاید فرزند آن که باشد
مزدک فرو ماند دیگر گفت این ملک که بر تخت نشسته است پادشاه است و پسر ملک
فیروز است و پادشاهی از پدر میراث دارد و ملک فیروز همچنین از پدر میراث داشت
چون ده مرد با زن ملک گرد آیند و فرزندی بیارد آن فرزند از قبل که باشد نسل ملک
بریده باشد و چون نسل ملک بریده گشت نه از پادشاهی تخمه بماند و مهتری و کهتری
و توانگری و درویشی بسته است چون مرد درویش باشد او را از بهت ناگزیر در
بایست خدمت و مزدوری توانگری باید کرد و چون مال مباح کرد و مهتری و کهتری از
جهان برخیزد و پادشاهی باطل شود تو آمدی تا پادشاهی از خاندان ملوک عجم ببری مزدک
هیچ نگفت و خاموش بماند قباد گفت جوابش باز ده گفت جوابش آنست که هم اکنون
بفرمای تا گردنش بزنند قباد گفت بی حجت گردن کسی نتوان زد گفت از آتش پرسیم تا چه
فرماید که من از خویشتن سخن نگویم و مردمان که بسبب نوشیروان غمگین بودند شاد گشتند که
از کشتن برست و مزدک با قباد بد شد که او را گفت موبد را بکش و فرمان نبرد با خویشتن
گفت که امروز خویشتن را برهانم و مرا تبع بسیار است از رعیت و لشکری تدبیر آن کنم که
قباد را از میان بردارم پس نوشیروان را و همه مخالفان را بر آن نهاد که فردا با آتشکده
و بروید تا آتش چه فرماید و براینجمله پراکندند چون شب در آمد مزدک دو تن را از رهبانان
و هم مذهبان خویش در خواند و زر بخشید و وعده داد و گفت شما را بسپهسالاری برسانم و

سوگند ایشان داد که این سخن با کس نگویند و دو شمشیر بایشان داد و گفت که چون فردا
قباد بآتشکده با بزرگان و موبدان آید اگر آتش قباد را کشتن فرماید شما هر دو یک شمشیرها
برکشید و قباد را بکشید که هیچکس با شمشیر در آتشکده نیاید گفتند فرمان برداریم روز دیگر بزرگان
و موبدان بآتشکده شدند قباد برفت و موبد نوشیروان را گفت بگوی تا ده مردان از
خاصگیان تو شمشیر در جامه پنهان کنند و با تو در آتش کده شوند هر وقت که مزدک بآتشکده
خوانی شد نخست آن رهی را بیاموختی که در زیر سوراخ چه گوید خود بآتشکده شد و این
موبد را گفت تو از آتش بپرس تا با تو سخن گوید موبد نیز از آتش بپرسید جواب نیافت
پس مزدک گفت یا آتش میان ما حکمی بکن و براستی من گواهی ده از میان آتش آوازی
آمد که من از دی باز ضعیف شده ام نخست مرا از دل و جگر قباد دهید تا پس سخن گویم که
چه باید کرد مزدک راهنمایست شما را بر احتهاد جاودانی آن جهانی پس مزدک گفت آتش
راز ور دهید دو مرد شمشیر کشیده آهنگ قباد کردند موبد نوشیروان را گفت در باب پدر را
آن ده مرد شمشیر برکشیدند و پیش آن دو مرد باز شدند و نگذاشتند که او را بکشند و مزدک
همی گفت که آتش بفرمان یزدان میگوید مردم دو گروه شدند بعضی گفتند قباد را زنده یا
مرده در آتش افکنیم و گروهی گفتند درین تامل کنیم در آخر آن روز باز گشتند قباد گفت مرا از
من گناهی در وجود آمده است که آتش روزی از من میخواهد پس بآتش بدین جهان سوخته
شوم به که بدان جهان دیگر باره موبد با قباد خلوت کرد و از موبدان و پادشاهان گذشته
سخن گفت و از هر کسی دلیل آورد و حجت نمود که مزدک پیغامبر نیست و دشمن خاندان
ملوک است دلیل بر آن که اول قصد نوشیروان کرد چون ظفر نیافت قصد خون تو کرد اگر
من تدبیر کرده نبودمی امروز ترا هلاک کرده بودی و تو چه دل در آن می بندی که از
آتش آوازی می آید من چاره کنم تا این نیرنگ را نیز بگشاییم و ملک را معلوم می گردانم که

آتش سخن میگوید با کسی دیگر و ملک را چنان کرد که از کرده پشیمان شد گفت تو نوشیروان
را گرد مپندار او بر همه جهان فرمان دهد و هر چه رای او بیند تو از آن مگذر اگر خواهی که
ملک در خاندان تو بماند نهان دل هیچ با مزدک پیدا مکن پس موبد نوشیروان را گفت چاره آن
کن که از خدمتکاران مزدک یکی را بدست آری و او را بمال بفریبی تا احوال آتش را
معلوم گرداند و یکبارگی شک از دل پدرت خیزد نوشیروان یکی را بدست آورد تا او را با یکی
از رهبان دوستی گرفت و او را بجاده پیش نوشیروان آورد نوشیروان او را بخلوت بنشاند
و هزار دینار پیش نهاد و گفت تو از این پس دوست و برادر من باشی و هر چه ممکن از نیکوئی
در حق تو بکنم در این وقت از تو سخنی خواهم پرسیدن اگر راست گوئی این هزار دینار بتو
بخشم و از نزدیکان خویش گردانم و بدرجه بلند رسانم و اگر راست نگوئی سرت از تن
بردارم مرد بترسید و گفت اگر راست بگویم اینکه گفتی وفا کنی گفت بکنم و بیشتر از این
نوشیروان گفت بگوی که مزدک چه حیله کرده است که آتش با او سخن میگوید مرد گفت
اگر بگویم آن راز نهانی توانی داشت گفت توانم گفت بنزدیک آتشکده پارهٔ زمین است
دیواری بلند گرد آن کشیده و سوراخی سخت خورد میان آتش بریده هر وقت کسی را
آنجا میفرستد و او را بیاموزد که زیر آتش دهن بر سوراخ نهد و هر چه خواهد بگوید هر که بشنود
پندارد که آتش سخن شاد گشت دانست که حقیقی است آن هزار دینار بوی داد چون
شب بر آمد او را پیش پدر برد تا همه حال شرح داد قباد بتعجب ماند از محتالی مزدک
و تجاسر نمودن او پس یکبارگی شک از دل او برخاست کس فرستاد موبد را بیاورد و براو
آفرین کرد و احوال باز بگفت موبد گفت من ملک را گفتم که این مرد محتالست قباد گفت
اکنون معلوم گشت تدبیر هلاک او چیست موبد گفت بباید که او بداند که تو پشیمان گشتی بار
دیگر مجمعی بساز تا من با او مناظره کنم و لجاجت سپر بفکنم و بعجز خویش مقر می آیم و بازم

پارس دوم آنکه آنچ نوشیروان صواب بیند چنان باید کرد تا این مادت بریده کرد پس
قباد بعد از چند روز بزرگان را پیش خواند موبدانرا حاضر کرد و فرمود تا با موبد پارسی
یکی باشند دیگر روز حاضر شدند قباد بر تخت نشست و مزدک بر کرسی و هر یک واز موبدان
سخن گفتند موبد پارسی گفت مرا عجب آمد از سخن گفتن آتش مزدک گفت از قدرت این
عجب نیست نه بینی که حضرت موسی علیه السلام از پاره چوب اژدها نمود و از پاره
سنگ دوازده چشمه آب روان کرد و گفت یا رب فرعون را با همه لشکرش باب غرق
کن خدای تعالی غرق کرد و زمین را بفرمان او کرد تا گفت ای زمین قارون را فرو بر
و فرو برد و عیسی علیه السلام مرده را زنده کرد اینهمه آنست که در قدرت آدمی نیست
خدا می کند مرا نیز فرستاده است و آتش را بفرمان من کرده آنچ می گویم و آتش می گوید
بفرمان برید و الا عذاب خدای تعالی در شما رسد و همه را هلاک کند موبد پارسی بر پای
خواست و گفت مردی که او سخن از خدای تعالی و آتش گوید و آتش در فرمان او باشد
من جواب ندارم و عاجزم هاشم بیش از این دلیری نکنم من رفتم شما دانید پس موبد رفت
و راه پارس بر گرفت و قباد از بارگاه برخاست و موبدان باز گشتند و مزدک شاد
شد و با آتشکده رفت که هفت روز خدمت آتش کند چون شب در آمد قباد نوشیروان
را خواند و گفت موبد رفت و مرا بتو حوالت کرد که نفی کردن این مذهب را تو کفایت
باشی تدبیر این کار چیست نوشیروان گفت اگر خدایگان این شغل بمن باز گذارد و
با کس نگوید تدبیر این کار بکنم و بوجهی بسر برم چنانک مزدک و مزدکیانرا از جهان گم
کنم قباد گفت من این معنی جز با تو نخواهم گفت نوشیروان گفت موبد پارسی رفت و
اصحاب مزدک شاد شدند و قوی دل گشتند و هر چه ما بعد از این با ایشان سگالیم روا شود
و مزدک را کشتن آسانست لیکن تیغ او بسیار ند چون او را بکشیم مزدکیان بگریزند و پراکنده

شوند و مردمان را دعوت کنند و جایگاهی محکم بدست آرند و ما را و مملکت ما را کار دهند ما را تدبیری باید کرد چنانکه یکبار کشته شوند و یکتن از ایشان زنده نماند و جان از شمشیر ما نبرند قباد گفت چه رای می بینی اندرین کار نوشیروان گفت تدبیر آنست که چون مزدک از آتشکده بیرون آید و پیش ملک آید ملک مرتبت او بیفزاید و گرامی تر از آن دارد که داشتی با او در خلوت گوید که نوشیروان از آن روز باز که موبد سپر بیفکند بسیار رزم نرگشت و رای دارد که بتو بگرود و از آنچ گفت پشیمان شد چون سرهفته گذشت مزدک پیش قباد آمد او را گرامی کرد و تواضع نمود بحید و حدیث نوشیروان بر آن جمله بگفت مزدک گفت بیشتر مردمان چشم و گوش او باشارت می دارند چون او در این مذهب آید همه جهان این مذهب بگیرند و من آتش را شفیع کردم تا یزدان این مذهب او را روزی کند قباد گفت نیک کردی که ولی عهد منست و لشکر و رعیت او را دوست می دارند و هر وقت که او در این مذهب در آید هیچکس را بهانه نماند و من از برای او مناره سنگین بکنم و بر آنجا کوشکی زرین کنم چنانک از آفتاب روشن تر باشد چنانک گشتاسپ از بهر زردشت کوشکی بکرد مزدک گفت تو پندش ده تا من دعا کنم و امیدم واثقست که یزدان مستجاب کند چون شب در آمد هرچه رفته بود قباد با نوشیروان بگفت نوشیروان بخندید و گفت چون سرهفته بگذرد ملک مزدک را بخواند و او را بگوید که نوشیروان دوش خوابی دیده است و بترسیده و بامداد بگاه پیش من آمد و گفت در خواب چنین دیدم که آتشی عظیم قصد من کردی و من پناهی همی جستمی شخصی سخت خوب پیش من آمدی من او را گفتمی این آتش از من چه خواهد گفتی آتش با تو خشم دارد که تو او را دروغ زن کردی گفتم تو چه می دانی گفت سروش را از همه چیز آگاهی باشد از خواب در آمدم اکنون بآتشکده خواهد شد و چیزی مشک و عود و عنبر می برد

تا بسوزد و سه روز مر آتش را خدمت کند و یزدان را ستائش کند پس قباد با مزدک

همچنین بگفت نوشیروان همچنان کرد و مزدک عظیم شاد گشت چون یک هفته از این

حدیث بگذشت نوشیروان پدر را گفت مزدک را بگو که نوشیروان با من گفت که مرا درست

شد که این مذهب حقست و مزدک فرستادهٔ یزدان است ولیکن از آن میترسم که مردمان

بیشتر مخالف مذهب‌اند نباید که بر ما خروج کنند و بتغلب مملکت از ما برند کاشکی بدانمی که

این عدد مردم که در مذهب‌اند چنداست و چه کسانی اند اگر قوتی دارند و بسیار ‌اند من نیز در

آیم و اگر نه صبر کنم تا روز گیرند و بسیار شوند و هر چه ایشان را در باید از برگ و سلاح

بدهم آنگاه بقوتی تمام این مذهب آشکارا کنم و بشمشیر و بقهر در گردن مردم کنیم اگر

مزدک گوید عدد ما بسیار شده است گو عدد را جریده بکن و اسامی ایشان بنویس

تا هیچکس نماند که من ندانم مزدک همچنین کرد و پیش قباد آورد و بشمرده دوازده هزار

مرد بر آمد از شهری و لشکری قباد گفت من امشب نوشیروان را بخوانم و جریده بر او

عرض کنم و نشان آنکه او در این مذهب آمدنست که در حال بفرمایم تا کوس و بوق

بزنند. و آوازه چنان بیرون افکنم که چون تو برای خویش باشی و آواز بوق و

دهل بشنوی بدانی که نوشیروان ایمان آورد و چون مزدک بازگشت و شب در آمد

قباد نوشیروان را بخواند و جریده بوی نمود و گفت که با وی برین وجه نشان نهاده

ام نوشیروان بتو ایمان آورد و بسبب آنکه مردم و جریده بدید اگر پنج هزار بودی کفایت

نبود اکنون دوازده هزار مرد دارد باکی نبود اگر همه عالم خصم ما باشند چون هر سه باهم

باشیم باک نیست چون پاسی از شب بگذشت مزدک بانگ کوس و بوق شنید خرم شد

گفت نوشیروان بگروید دیگر روز مزدک بپارگاه آمد قباد هر چه نوشیروان گفته بود با مزدک

بگفت مزدک شاد شد چون از بارگاه بازگشت قباد بخلوت مزدک را بخواند و نوشیروان

بیامد و بسیار چیز از زر و ظرایف پیش مزدک نهاد و نثار کرد و گذشتها عذر خواست

و از هر گونه تدبیر کردند آخر الامر قرار بر آن افتاد که نوشیروان پدر را گفت تو خدایگان

جهانی و مزدک پیغامبر خداست سپهسالاری این قوم بمن ده تا چنان کنم که در همه جهان

کس نماند که این مذهب داشته باشد گفت فرمان تراست پس گفت تدبیر این کار آنست

که مزدک بدین شهرها و ناحیتها که بوی گرویده اند کس فرستد کو بیرکه از امروز تا سه

ماه دور و نزدیک بفلان هفته و فلان روز همه بسرای ما گرد آیند و ما تدبیر برگ

و ساز و سلیح ایشان می کنم چنانک هیچکس نداند که ما بچه مشغولیم و روز میعاد خوانی بنهند

پیش مردم و طعام بخورند پس بسرای دیگر تحویل کنند و مجلس شراب آیند و هر یک هفت

قدح شراب بخورند و پنجاه پنجاه بیست بیست خلعت من پوشانند و اسپ و ساز و

سلیح میدهند تا همه بخلعت پوشیده شوند پس هم درست خروج کنیم و مذهب آشکار کنیم

که در مذهب آید امان دهیم و هر که خلاف کند بکشیم قباد و مزدک گفتند صواب اینست

دهم برین اتفاق برخاستند مزدک بهمه جاها نامه کرد و دور و نزدیک را آگاه کرد که

باید که فلان ماه و فلان روز همه بحضرت حاضر آیند تا همه بخلعت و ساز و سلیح و

اسپ آراسته شوند که اکنون کار براد ماست و پادشاه پیش روست پس بر وعده

هر دو از ده هزار مرد حاضر آمدند و بسرای پادشاه شدند خوانی دیدند نهاده که هرگز

کس چنان ندیده بود قباد بر تخت نشست و مزدک بر کرسی و نوشیروان میان

بسته ایستاده یعنی که من میزبانم و مزدک بس شادمان بود و نوشیروان هر یک را به

خوان می نشاند تا همگنان نشستند و نان بخوردند و از این سرای در آن سرای دیگر

شدند مجلس شراب دیدند که چنان هیچ ندیده بودند قباد بر تخت نشست و مزدک بر کرسی

و ایشان را همچنان بترتیب بنشاندند و مطربان سماع بر کشیدند بنواهای خوش و ساقیان

شراب در آوردند چون دوری چند بگشت غلامان و فراشان در آمدند مردی دویست تختهای دیبا و لفافهای قصب بر دست نهادند و پیش مجلس بایستادند زمانی پس نوشیروان گفت جامها در آن سرای برند که اینجا انجمن هست تا بیتکان و سیکان آنجا می آیند و خلعت می پوشند و از آنجا می روند و می ایستند تا جمله پوشیده شود آنگاه ملک و مزدک با میدان آیند و چشم بر افکنند و نظاره کنند پس در آن خانه باز کنند و سلاحها بیارند و نوشیروان از پیش کس بدیها فرستاده بود و مردی سیصد حشر خواسته با بیلی که سرایها و باغها پاک کنند چون مردم از دیها بیامدند همه را در میدان کرد آورد و در درون استوار کرد پس ایشان را گفت خواهم که امروز و امشب بیاری چاه در این میدان کنده باشید هر یکی مقدار یک گز و دو گز و خاک چاه هم آنجا بگذارید و دربانان را فرموده که چون این چاه کنده باشند همه را باز دارند و نگهدارند که کسی از ایشان نرود و شبانه مردی چهار صد را و سلاح کرده بود و در میدان و در سرای پنهان داشته و گفته هر بیست و سی را که از آن مجلس در سرای فرستم شما ایشان را بدان دیگر میدان برید و هر یک را برهنه می کنید و سر در زیر چاه میکنید تا بناف و پاها در هوا و بخاک استوار میکنید چون جامه داران در آن سرای شدند و بیست اسپ با ساخت زر و سیم و شپرها و کمرها و شمشیرها بزر پیش آوردند نوشیروان فرمود که در آن سرای برید ببرند بیتکان و سیکان برمیگردد و در آن سرای می فرستاد و ایشان را بدان دیگر بمیدان می بردند و سرنگون در چاه میکردند و بخاک می انباشتند تا همه را بر این علامت هلاک کردند آنگه نوشیروان پیش پدر آمد و پدر و مزدک را گفت همه را بخلعت پوشانیدم و در میدان آراسته ایستاده اند برخیزید و نظاره کنید تا هر کس زینتی از این خوبتر ندیده اند قباد و مزدک هر دو برخاستند و در آن سرای شدند و از سرای

بمیدان شدند چون بمیدان آمدند نگاه کردند ہمہ میدان سرتا سر پاہا دیدند در ہوا

نوشیروان روی بمزدک کرد و گفت لشکریرا که پیش رو تو باشی خلعت ایشان ازین

بہتر تواند بود تو آمدی کہ مال و تن ما ہمہ بباد دہی و پادشاہی از خانۂ ما بیرون بری

باش تا ترا نیز خلعت فرمایم و در میان میدان دکانی بلند فرمودہ بود و چاہی بر آن

دکان کندہ فرمود تا مزدک را سرنگون در این چاہ کردند و بخاک بر انباشتند و

گفت ای مزدک در کرد دید کان خود بنگر و نظارہ میکن و پدر را گفت دیدی

رای فرزندگان اکنون مصلحت تو در آنست کہ تو یک چندی در خانہ بنشینی تا مردم

و لشکر بیارامند کہ این فساد از سست رای تو برخاست پدر را در خانہ نشاندند

و بفرمود تا مردم روستا کہ از بہر چاہ کندن آمدہ بودند دست باز داشتند و در

میدان بگشادند تا مردم شہر و ولایت و لشکر در آمدند و نظارہ کردند و نوشیروان

پدر را بند برنہاد و بزرگان را بخواند و بجحت بپادشاہی بنشست و دست

بداد و دہش برکشاد و این حکایت از وی یادگار بماند تا خداوندان عقل

بخوانند و یاد گیرند۔

سیاستِ نامہ

—— خواجہ نظام الملک طوسی

لوح ۹۴ صفحہ ۱۶۸

وَبَيْضَةِ خِدْرٍ لَا يُرَامُ خِبَاؤُهَا . . .

امرؤ القیس ——

وَبَيْضَةِ خِدْرٍ تَجُرُّ الذُّيُولَ

ابن ھانی ——

لوح ۹۵ صفحہ ۱۷۶

عبرانی ——— عہد نامۂ جدید

اعمال ۹ : ۳۶ ———

لوح ۹۶ صفحہ ۱۷۷

انّ معشر النساءِ محصوراتٌ مقصوراتٌ

قواعدُ بیوتِکُم حوامل اولادِکُم

رسول صلعم ———

لوح ۹۷ صفحہ ۱۸۰

گھر کی نار تیاگے اندھا پرناری سیلوں گھالے دھندا

گرو گوبند صاحب ———

لوح ۹۸ صفحہ ۱۸۱

جو عورتوں کی صحبت سے اجتناب کرتا ہے۔ نوجوان ہوتے ہوئے بھی

پاکدامن رہتا ہے۔ مشتبہات سے پرہیز کرتا ہے اسے دانا لوگ منی کہتے ہیں۔

گوتم بدھ ———

لوح ۹۹ صفحہ ۱۸۱

داستانِ ضحاک خوابگیری کردن ابلیس

شاهنامۂ فردوسی۔ ج اوّل ———

لوح ۱۰۰ صفحہ ۱۸۱

ولا تقرَبنّ جارةً، اِنّ سرّها عليك حرامٌ، فانكِحَن اَو تأبّدا

اعشیٰ ———

وجارۃ جنب البیت لا تبغ سرّھا   فانک لا تخفی علی اللہ خافیا
لا تفتش و تظہر

اعشیٰ ———

شتّان لا اُدنو لوصلہما   عرس الخلیل وجارۃ الجنب
اما الخلیل فلست فاجعہ   والجار اُوصانی بہ ربی

احوص (عبد اللہ بن محمد) ———

لوح ۱۰۱ صفحہ ۱۸۵

من سرّہ ان ینظر الی امرءۃ مع الحور العین فلینظر الی اُم رومان

(بنت عامر)   رسولؐ ———

لوح ۱۰۲ صفحہ ۱۸۵

جو عمل کرتا ہے لیکن اپنے جملہ اعمال کو اس ذات ابدی کی طرف تفویض کر دیتا ہے اور تعلقات (دنیوی) کو ترک کر دیتا ہے۔ وہ گناہوں سے ایسا ہی پاک رہتا ہے جیسے نیلوفر کی پتی پانی کی لہروں سے!

بھگوت گیتا - ادھیائے ۵ : ۱۰

(کرم سنیاس یوگ)
پراکرت جمگ   ترجمہ - محمد اجمل خاں ———

بود ہر کہ غالب بحسہائے خویش   نگردد دل او ز اندوہ ریش
بود بود باشش چو نیلوفراں   کہ باشد در آب و نباشد فراں

ترجمہ :- فیضی فیاضی ———

انساں جو تمام کام اپنے   ذات مطلق کو نذر کر کے
لاتا نہیں لب پہ اجر کا ذکر   رکھتا نہیں کچھ مآل کی فکر

اس کو نہیں خوفِ بحرِ عصیاں ۔ انساں اک ہے وہ پاک داماں
پتہ نہیں جس طرح کنول کا رہ کر پانی میں بھیگ سکتا

ترجمہ منوّر لکھنوی ————

10. Brahmany adhaya karmani
Sangam tyaktva karoti yah

lipyate na sa papena
padmapattram iva 'mbhasa

10. He who works, having given up attachment, resigning his actions to God, is not touched by sin, even as a lotus leaf (is untouched) by water.

The Gita requires us, not to renounce works but to do them, offering them to the Supreme in which alone is immortality. When We renounce our attachment to the finite ego and its likes and dislikes and place our actions in the Enternal, we acquire the True Renunciation which is consistent with free activity in the world. Such a renouncer acts not for his fleeting finite self but for the Self which is in us all!

——————Radha-Krishnan

(Teach me your mood, o patient stars!
Who climb each night to ancient sky,
Leaving on space no shade, no scars,
No trace of age, no fear to die.

EMERSON)

لوح ۱۰۳ صفحہ ۱۸۶

حدیث اُمِّ زرع : قالت عائشۃ: جلست احدیٰ عشرۃ امرأۃ

نتعاهدن وتعاقدن ان لا يكتمن من اخبار ازواجهن شيئاً —

فقالت الحادية عشرة: زوجي ابو زرع وما ابو زرع اناس من حلي

اذني وملاء من شحم عضدي وبجحني فبجحت الي نفسي وجدني

في اهل غنيمة بشق فجعلني في اهل صهيل واطيط ودائس و

منق فعنده اقول فلا اقبح وارقد فاتصبح واشرب فاتقنح

واكل فاتمنع۔

ام ابي زرع فما ام ابي زرع عكومها رداح وبيتها فساح

ابن ابي زرع فما ابن ابي زرع مضجعه كمسل شطبة وتشبعه

ذراع الجفرة بنت ابي زرع فما بنت ابي زرع طوع ابيها وطوع امها و

ملء كسائها وعقر جارتها۔

قبا هضيمة الحشا جائلة الوشاح عكناء فعماء نجلاء دعجاء رجاء

زجاء قنواء مؤنقة مفنقة برود الظل وفي الال كريمة الخل

جارية ابي زرع فما جارية ابي زرع لا تبث حديثنا تبثيثا

ولا تنفث ميرتنا تنقيثا ولا تملاء بيتنا تعشيشا قالت خرج ابو

زرع والاوطاب تمخض فلقي امراة معها ولدان لها كالفهدين

يلعبان من تحت خصرها برمانتين فطلقني فنكحها فنكحت بعده

رجلا سريا ركب شريا واخذ خطيا واراح على نعما ثريا واعطاني من

كل رائحة زوجا وقال كلي ام زرع وميري اهلك فلو جمعت كل

شيء اعطانيه ما بلغ اصغر آنية ابي زرع۔

— قالت عائشة فقال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم: كنت

لکِ کاَبی زرع لاُم زرع اِلا انہ طلقہا انی لا اُطلقکِ فقالت عائشۃ:
بابی انت وامی لاَنت خیرلی من اَبی زرع لاُم زرع

شمائل ترمذی ـــــــــــ

لوح ۱۰۴ صفحہ ۱۸۶

یقال ان اول حب وقع فی الاسلام حب النبیؐ لعائشۃؓ

غزالی (احیاء علوم الدین۔ ج ثانی) ـــــــــــ

لوح ۱۰۵ صفحہ ۱۸۸

یا اخی! قد اسلمنا وتابعنا محمدؐ فافعل ما بدالک!

فوثب عمر علی ختنہ (سعید بن زید بن عمرو) فوطئہ وطأ
شدیدا فجاءت اختہ فدفعتہ عن زوجہا فنفحہا نفحۃ بیدہ فدمی
وجہہا فقالت وہی غضبی اَراَیت یا عمر ان کان الحق فی غیر دینک
اَشہد اَن لا الٰہ الا اللہ واشہد اَن محمد رسول اللہ

صفۃ الصفوۃ ج اول ـــــــــــ

دخل (عمر) علیہا فشجہا فبکت وقالت یا ابن الخطاب ماکنت
صانعا فاصنعہ فقد اسلمت۔

صفۃ الصفوۃ ج ثانی ـــــــــــ

لوح ۱۰۶ صفحہ ۱۸۹

حرمتِ خمر کی آخری آیت : انما یرید الشیطان ان یوقع
بینکمُ العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ و
عن الصلوٰۃ فہل انتم منتہون؟ ـــــ المائدۃ ۵ : ۹۲

نازل ہوئی تو عمر فاروقؓ فوراً پکار اٹھے ؛

انتہینا ——————

لوح ۱۰۷ صفحہ ۱۹۰

القاضی لایصانع ولا یضارع ولا یتبع المطامع

فاروق اعظم ——————

ان التجارۃ من السلطان مضرۃ بالرعایا ومفسدۃ للجبایۃ

ابن خلدون (مقدمہ) ——————

لوح ۱۰۸ صفحہ ۱۹۷

داستان ضحاک با کاوۂ آہنگر

شاہنامہ فردوسی ج-۱ ——————

لوح ۱۰۹ صفحہ ۱۹۸

ع ذوالخمار اسود العنسی

صاحب صنعاء

—————— رسول اللہ صلعم نے نجران کے تمام باشندوں کو جن میں عرب اور غیر عرب سب ہی تھے اسود کے معاملے کے متعلق لکھا۔ وہ اس کے ساتھ شریک نہ ہوئے۔ اپنے دین پر قائم رہے۔ اور ایک جگہ سب اکٹھے ہو گئے۔ اس کا اسود پر بڑا اثر ہوا اور اسے اپنی موت نظر آنے لگی۔ مجھے (جُشنیش بن الدیلمی) ایک بات سوجھی۔ میں اس کی بیوی آزاد کے پاس گیا۔ میں نے اس سے کہا کہ اے بہن! تم جانتی ہو کہ اس شخص کی وجہ سے تمہاری قوم کو کیا مصیبت اٹھانی پڑی ہے اس نے تمہارے شوہر کو قتل کر دیا۔ تمہاری قوم والوں کو قتل و غارت کیا۔ جو باقی بچے ان کی اہانت کی اور تمہاری عورتوں کی رسوائی کی۔ کہو اس کے

خلاف ہمارا ساتھ دے سکتی ہو؟ اس نے کہا ہاں کس بات میں؟ میں نے کہا اس کے اخراج میں۔ آزاد نے کہا یا اس کے قتل میں؟ میں نے کہا اچھا قتل میں سہی۔ اس نے کہا ہاں میں اسی کے لئے آمادہ ہوں۔ بخدا اللہ کی تمام مخلوق میں سب سے زیادہ اسے برا سمجھتی ہوں۔ یہ نہ اللہ کے کسی حق کی حرمت کرتا ہے اور نہ کسی اللہ کی حرام کردہ شے سے اجتناب۔ جب تمہارا ارادہ ہو مجھے اطلاع دیدو۔ میں اس معاملہ کی تدبیر کردوں گی۔

۔۔۔۔۔۔ اب ہماری اس تمام جماعت کی یہ رائے ہوئی کہ میں پھر اس کی بیوی کے پاس جاؤں۔ اپنے منصوبے سے اسے آگاہ کردوں۔ تاکہ پھر جو اس کا خیال ہو وہ ہمیں بتلائے۔ میں اس عورت کے پاس آیا۔ میں نے پوچھا کہو کیا کہتی ہو۔ اس نے کہا کہ اسود بہت ہی چوکنا ہے۔ اس نے اپنی حفاظت کا پورا انتظام کر رکھا ہے۔ محل کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جہاں پہرہ نہ ہو۔ البتہ صرف یہ گھر ایسا ہے کہ اس کی پشت شارع عام کے فلاں مقام پر ہوتی ہے۔ لہٰذا جب رات ہو تم اس گھر کی دیوار میں نقب لگا کر اندر آجاؤ کیونکہ یہاں پہرے دار نہ ہوں گے اور اس کے قتل کرنے میں کوئی مزاحمت نہ ہوگی چراغ اور اسلحہ پہلے سے یہاں موجود رہیں گے۔

میں اس عورت کے پاس سے نکلا۔ اسود سے جو اپنے کسی مکان سے نکل رہا تھا میری مڈھ بھیڑ ہوگئی۔ اس نے ڈانٹ کر مجھ سے پوچھا کہ تم یہاں کیسے آئے؟ نیز اس نے میرے سر پر تھپیڑ مارا چونکہ وہ نہایت قوی بازو تھا۔ اس کی ضرب سے میں گر پڑا مگر اسی وقت اس کی عورت نے چیخ ماری۔ جس سے گھبرا کر اس نے میرا پیچھا چھوڑا ورنہ وہ مجھے ختم کردیتا۔ اس کی بیوی نے کہا کہ یہ شخص میرا چچیرا بھائی ہے۔ مجھ سے ملنے آیا تھا۔ تم نے اس کے ساتھ بدسلوکی کر کے میری توہین اور دل آزاری کی۔ اسود نے کہا اچھا خاموش رہو۔ تمہاری خاطر اسے معاف کیا۔ اس طرح اس

کی بیوی نے مجھے اس کے پنجے سے چھڑایا۔ میں اپنے دوستوں کے پاس آیا۔ میں نے کہا بس بھاگ کر جان بچاؤ۔ یہ واقعہ ہوا ہے۔ ہم ابھی اسی ادھیڑ بن میں پریشان تھے کہ اس کی بیوی کا آدمی میرے پاس آیا اس نے کہا کہ ہرگز نہ جانا۔ اور اس کا پیچھا نہ چھوڑنا۔ تمہارے چلے آنے کے بعد میں نے تاوقتیکہ اسود سے اطمینان حاصل نہیں کر لیا اس کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ اب وہ بالکل مطمئن ہو گیا ہے لہٰذا اپنا کام کر د۔ ہم نے فیروز سے کہا کہ اب تم اس کی عورت کے پاس جاؤ اور اسے اچھی طرح اس کام کے لئے پکا کر لو۔ میں تو اب اسود کی ممانعت کے بعد دوبارہ محل میں جا نہیں سکتا۔ فیروز اس کام کے لئے گئے۔ وہ مجھ سے کہیں زیادہ سمجھ دار بھی تھے۔ اسود کی بیوی نے ان کو اس کے قتل کی راہ بتائی انہوں نے کہا مگر باہر سے پختہ دیواروں میں ہم کیسے نقب زنی کر سکتے ہیں؟ ہمیں چاہیے کہ پہلے اندر سے نقب کے مقام کو دیوار کھود کر تیار کر لیں۔ تاکہ پھر آسانی سے باہر سے نقب کی جا سکے۔ چنانچہ وہ دونوں حجرے کے اندر گئے۔ اب فیروز اس کی بیوی کے پاس محض ایک ملنے والے کی حیثیت سے بیٹھ گئے۔ اتنے میں اسود وہاں آگیا اس نے اپنی بیوی کو اہانت آمیز پیرائے میں غیرت دلائی کہ تم ایک غیر محرم کے ساتھ بیٹھی ہو۔ اس نے کہا: کہ یہ اپنی قرابت اور دودھ میں شرکت کی وجہ سے میرے محرم ہیں۔ اسود نے فیروز کو ڈانٹا کہ نکل جا۔

انہوں نے ہم سے آکر ساری سرگذشت بیان کی۔ رات ہوئی ہم نے اپنی تجویز پر عمل کیا۔ اس کے لئے ہم نے اپنے تمام متبعین کو پہلے سے تیار کر لیا تھا۔ مگر ہم نے اس معاملے کے متعلق ہمدانیوں اور حمیریوں سے بھی مراسلت کا انتظار نہیں کیا اور اس کے گھر میں رات کو باہر سے نقب لگائی اور اندر پہنچے۔ وہاں ڈھکن کے نیچے

چراغ روشن تھا۔ فیروز چونکہ ہم سب میں زیادہ بہادر اور قوی تھے ہم نے ان کو آگے رکھا اور خود ان کے پیچھے ہوئے اور کہا کہ اب جو تمہاری سمجھ میں آئے ویسا کرو۔ وہ آگے چلے۔ اسود شہ نشین میں تھا۔ اب ہم اس کے اور پہرے والوں کے درمیان ہو گئے۔ جب فیروز اس شہ نشین کے دروازے پر آئے انہوں نے سنا کہ اسود بہت زور سے بک رہا ہے اور بڑبڑا رہا ہے اور اس کی بیوی وہاں بیٹھی ہوئی ہے۔ فیروز جب دروازے پر کھڑے ہوئے شیطان نے اسود کو جگا دیا۔ اور اس کی زبان سے شیطان بولنے لگا۔ وہ بیٹھے بیٹھے بڑبڑانے لگا۔ اور یہ بھی کہا کہ فیروز تم یہاں کیسے؟ اس اندیشے سے کہ وہ اگر پلٹ گئے تو وہ خود بھی مارے جائیں گے اور وہ عورت بھی ماری جائے گی۔ وہ خود فوراً اس سے گتھ گئے۔ وہ اونٹ کا سا دراز قد قامت تھا۔ فیروز نے اس کا سر پکڑ کر اسے قتل کر دیا۔ اس کی گردن کو کچل دیا۔ اور پھر اپنا گھٹنا اس کی پشت پر رکھ کر اسے بھی اس طرح کچلا کہ وہ تڑپ نہ سکے۔ اس سے فارغ ہو کر وہ باہر آنے کے اٹھے۔ اس کی بیوی نے چونکہ اب تک اسی خیال میں تھی کہ فیروز نے اسود کو قتل نہیں کیا ہے۔ ان کا دامن پکڑ لیا۔ اور کہا کہ مجھے کہاں چھوڑے جاتے ہو؟ فیروز نے کہا میں جاتا ہوں تاکہ اپنے رفیقوں کو اس کے قتل کی اطلاع دوں۔

فیروز ہمارے پاس آئے۔ ہم بھی ان کے ساتھ اندر گئے۔ ہم اس کا سر اتارنے لگے مگر شیطان نے اسے حرکت دے دی اور اس طرح تڑپا کہ کوئی اسے قابو میں نہ رکھ سکا۔ میں نے کہا کہ سب اس کے سینے پر بیٹھ جاؤ۔ دو شخص اس کے سینے پر بیٹھ گئے۔ اس کی بیوی نے اس کے سر کے بال پکڑ لیے۔ اس کے حلقوم سے خرخراہٹ کی آواز آئی۔ میں نے اس کے منہ پر توبڑا چڑھا دیا اور چھری سے اس کا

گلا کاٹ ڈالا۔ اس کے حلقوم سے ایسی شدید خرخراہٹ کی آواز آئی جیسے کسی زبردست بیل کو ذبح کرنے کے بعد اس کے حلقوم سے آتی ہے۔ میں نے ایسے زور کی خرخراہٹ کبھی اس سے پہلے نہ سنی تھی۔ اس آواز پر وہ سپاہی جو شہ نشین کے گرد پہرے پر متعین تھے دوڑ کر آئے۔ مگر اس کی بیوی نے ان کو یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ نبی صاحب پر اس وقت وحی آ رہی ہے یہ اسی کی آواز ہے اسود ٹھنڈا ہو گیا۔ ساری رات ہم نے وہیں جاگ کر اور باتیں کرتے ہوئے گزار دی......

طلوع صبح کے ساتھ داذویہ نے شعارِ مطہر (اذان) بلند آواز میں پکارا جس کو سن کر مسلمان اور کافر سب ہی پریشان ہو گئے۔ محل میں جس قدر پہرے دار تھے ان سب نے جمع ہو کر ہم کو گھیر لیا۔ اب میں نے صبح کی اذان دی۔ مسلمان کے شہسوار محل کے پہرے داروں کے مقابلے پر آ پہنچے۔ میں نے ان سے بلند آواز میں کہا:۔ "میں اعلان کرتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور عبہلہ کذاب تھا۔ پھر میں نے اس کا سر سب کے سامنے ڈال دیا......"

(اسود ایک کاہن تھا۔ شیطان اس کے ساتھ تھا اور اس کا ایک تابع بھی تھا۔ اس نے یمن میں خروج کیا۔ اس کے فرمانروا پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا۔ اس کی بیوی سے شادی کر لی۔ اور پورے یمن پر قابض ہو گیا۔)

ابن عمر سے مروی ہے کہ جس شب میں اسود مارا گیا۔ اسی وقت اس کے قتل کی اطلاع رسول اللہ صلعم کو بذریعہ وحی مل گئی۔ آپ نے صبح کو ہم سب کو بشارت دی کہ کل رات اسود قتل کر دیا گیا، اسے ایک مبارک آدمی نے جو ایک

مبارک خاندان کا فرد ہے قتل کیا ہے۔ ہم نے پوچھا وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا

فدفاز فیروز ــــ فیروز، فیروز کامیاب ہوئے۔

تاریخ طبری ــــــــــــــــــ

لوح ۱۱۰ صفحہ ۲۰۲

اہل جاہلیت کا اعتقاد تھا کہ جب مردے کی ہڈیاں گل سڑ جاتی ہیں تو اس کے سر میں سے اُلّو کی شکل کا ایک پرندہ نکلتا ہے۔

توبہ بن حمیر کہتا ہے:-

ولو ان لیلی الاخیلیۃ سلمت　　　علی و دونی تربۃ و صفائح

لسلمت تسلیم البشاشۃ اوزقا　　　الیھا صدی من جانب القبر صائح

(اگر لیلیٰ اخیلیہ مجھ کو اس وقت سلام کرے گی۔ جب میں قبر میں مٹی اور چوڑی سلوں کے درمیان دبا ہوا ہوں گا تو میں نہایت خوش ہو کر اس کے سلام کا جواب دوں گا یا اس کی طرف میری قبر میں سے بولنے والا اُلّو نکلے گا۔ اور چلائے گا)

کہتے ہیں کہ لیلیٰ اپنے شوہر کے ہمراہ توبہ کی قبر پر گزری اور اس کو سلام کیا۔ جب کچھ جواب نہ پایا تو اپنے شوہر سے کہا کہ توبہ نے اپنی مدۃ العمر میں کبھی جھوٹ نہیں بولا لیکن آج اس کا جھوٹ ظاہر ہوا۔ شوہر نے کہا یہ کیونکر؟ اس نے کہا کہ اس نے میری محبت میں یہ شعر کہے ہیں۔ اب میں نے اس کو سلام کیا لیکن یہ جواب نہیں دیتا۔ اتفاقاً کہیں اس کی قبر کے کسی گوشے میں ایک الو رہتا تھا جب اس نے لیلیٰ کے ہودج کی آواز سنی اور اونٹ کو دیکھا تو گھبرا کر چیخا اور بھاگا۔ لیلیٰ یہ سمجھی کہ یہ وہی اُلّو ہے جو آدمی کے سر میں سے نکلا کرتا ہے اور جس کا ذکر توبہ نے کیا ہے اسے دیکھ کر لیلیٰ ڈر کر زمین پر گر پڑی۔ اور اسی وقت مر گئی (بحوالہ الدر المنثور فی طبقات ربات الخدور ــــ

عرب ہیں اس کو ہمدا کہتے ہیں۔ حدیث میں ہامہ کی جو نفی آئی ہے اس سے مراد یہی صدا ہے ——— لاعدوی ولا ھامۃ ولا صفر ولا غول یہ بھی مشہور تھا کہ جب تک مرنے والے کا قصاص نہ لیا جائے ہمدا سے استونی استونی کی آواز آتی رہتی ہے یعنی مجھے خون پلادو۔

الھامۃ ——— فیما یزعم العرب طائر کالبوم یخرج من قبر القتیل اذا لم یؤخذ بثارہ فلا یزال یصیح ویقول اسقونی حتی یثار لہ

جاہلیت میں قبروں پر اونٹوں کو ذبح کرکے ان کے خون سے قبروں کو تر کرنے کا بھی رواج تھا۔ اسلام نے اس رسم کو لاعقر فی الاسلام کہہ کر باطل قرار دیا۔ بحوالہ بلوغ الارب فی احوال العرب ———

لوح ۱۱۱ صفحہ ۲۰۲

اسی صورت سے نکلتی ہے یہ ارواح مری
جس مصیبت سے ہے قالب میں ہماری ارواح

——— جان صاحب

ارواح رسولان زمن روئے گی اس کو
سرپیٹ کے زینب سی بہن روئے گی اس کو

——— انیس

ارواح بھٹکنا روح کا پریشان پھرنا۔ کوئی شخص کسی چیز کی حسرت میں نامراد مرجاتا ہے تو اس جگہ کہتے ہیں کہ اس کی ارواح بھٹکتی مرگی۔

——— بحوالہ نور اللغات و امیر اللغات

لوح ۱۱۱ صفحہ ۲۰۴

تن صافش کہ می غلطید در آب
چو غلطد قاقمے بر روئے سنجاب

(غسلِ شیریں، شیریں خسرو ——— نظامی گنجوی) ———

لوح ۱۱۲ صفحہ ۲۱۰

هل من سبیلٍ الی خمرٍ فاشربھا ام هل سبیلٌ الی نصرِ بن حجاج

فریعہ بنت ھمام (ام حجاج بن یوسف) ———

نصر بن حجاج بنی سلیم میں سے ایک بہت خوبصورت شخص تھا۔ عورتیں اس پر فریفتہ ہو جاتی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے اس کا سر مونڈ کر بصرہ کی طرف نکال دیا۔

فُرَیعہ اسی کے وصل کی آرزو کرتی تھی۔

عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کو لکھا: یا ابنَ المتمنیۃ!

——— اے آرزو کرنے والی کے بیٹے! عروہ بن زبیر نے حجاج سے کہا:

ان شئتَ اخبرتُک مَن لا اُمَّ لہ یا ابنَ المُتمنیۃِ! ———

لوح ۱۱۴ صفحہ ۲۱۰

——— ۷۵ھ میں عبدالملک ابن مروان نے حجاج بن یوسف کو عراق کا حاکم بنایا۔ حجاج کو جو اس وقت مدینہ میں تھا۔ اس تقرر کی اطلاع دی۔ اور عراق روانہ ہونے کا حکم دیا۔ حجاج وہاں سے ۱۲ آدمیوں کو ساتھ لے کر جو بہترین اونٹوں پر سوار تھے روانہ ہوا اور یکایک، پوچھٹنے کے وقت کوفہ پہنچا۔ اس زمانے میں بشر نے مہلب کو خوارج کے مقابلے کے لئے بھیجا تھا۔ حجاج سیدھا مسجد میں آیا۔ اور منبر پر چڑھ گیا۔ اس وقت اس کا چہرہ ریشمی عمامے سے بندھا ہوا تھا۔ جانے کے بعد ہی لوگوں

کو مجتمع کرنے کا حکم دیا۔ اس وقت جو لوگ موجود تھے انہوں نے اس کو اور اس کے

اصحاب کو خارجی سمجھا اس لیے حملے کا ارادہ کر رہے تھے۔ وہ منبر پر بیٹھا ہوا لوگوں کی

آمد کا منتظر تھا۔ جب تمام لوگ آ گئے وہ پھر بھی دیر تک خاموش رہا۔ محمد بن عمیر نے

جب یہ دیکھا تو چند کنکریاں اس پر مارنے کے لیے اٹھائیں اور کہنے لگا کتنا غبی اور

بُرا انسان ہے۔ خدا اس کو ہلاک کرے۔ واللہ میں اس کی حالت اس کی صورت کے

مطابق (مشتبہ) دیکھتا ہوں۔ جب حجاج نے بولنا شروع کیا تو محمد بن عمیر کے ہاتھ سے کنکریاں

گر گئیں اور وہ مبہوت ہو گیا۔ حجاج اپنے چہرے سے کپڑا اٹھا کر بولا:

انا ابن جلا و طلاع الثنایا   متی اضع العمامۃ تعرفونی

میں آفتاب کی طرح روشن ہوں۔ عزت کی گھاٹی پر چڑھتا ہوں۔ سر سے جب عمامہ

اتاروں گا تو تم لوگ خوب پہچان لو گے۔

خدا کی قسم میں لوگوں کی شرارتوں کو اصلی جگہ پر رکھتا ہوں۔ اور اس کا مواخذہ

کر کے اس کا بدلہ بالکل اس کے مساوی دیتا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ چند سرکش انسانوں

کے سر جو پھلوں کی طرح خوب پختہ ہو گئے ہیں ان کے توڑنے اور چننے کا زمانہ قریب آ گیا ہے

واللہ میں تمہیں ذلت و خواری کا گھونٹ پلاؤں گا اور تمہاری کج روی کو اتنا

درست کروں گا کہ تم سدھی ہوئی اونٹنیوں کی طرح دودھ دینے لگو گے۔۔۔۔ اتنی تلواریں

ماروں گا کہ عورتیں بیوہ ہو جائیں گی اور بچے یتیم ہو جائیں گے۔۔۔۔۔

بحوالہ ابن الاثیر ___________

الواح ۱۱۵ صفحہ ۲۱۳

ابن اسحٰق نے کہا: مجھے معلوم ہوا کہ صفیہ بنت عبدالمطلب، حمزہؓ کو جو ماں اور

باپ دونوں کی طرف سے ان کے حقیقی بھائی تھے دیکھنے کے لیے آگے بڑھیں۔ رسول اللہ صلعم

نے صفیہ کے فرزند زبیر بن عوام سے فرمایا: صفیہ سے جا کے ملو اور انہیں واپس کر دو۔ جو کچھ ان کے بھائی کے ساتھ گزرا ہے اسے وہ نہ دیکھیں۔

زبیر بن عوام نے اپنی ماں سے کہا: اماں جان! رسول اللہ صلعم حکم دیتے ہیں کہ آپ واپس چلی جائیں۔ صفیہ نے دریافت کیا: "یہ کیوں؟ مجھے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ میرے بھائی کا مثلہ کیا گیا اور یہ سب کچھ اللہ کے راستے میں ہوا ہے۔ جو کچھ ہوا ہے اللہ نے ہمیں اس پر رضا کی توفیق بخشی۔ خدا نے چاہا تو میں ضبط سے کام لوں گی اور صبر کروں گی!"

زبیر نے رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوری باتیں سنائیں۔ آپ نے فرمایا: اچھا ان کا راستہ چھوڑ دو۔ صفیہ حمزہ رض کی میت کے پاس آئیں، دیکھا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر دعائے مغفرت کی۔ پھر رسول اللہ صلعم نے دفن کا حکم دیا۔ سیرۃ ابن ہشام — ج ثانی

حضرت صفیہ رض حضرت حمزہ رض کی بہن شکست کی خبر سن کر مدینہ سے نکلیں۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے صاحبزادے حضرت زبیر رض کو بلا کر ارشاد کیا کہ حمزہ کی لاش نہ دیکھنے پائیں۔ حضرت زبیر رض نے آنحضرت صلعم کا پیغام سنایا۔ بولیں: کہ میں اپنے بھائی کا ماجرا سن چکی ہوں۔ لیکن خدا کی راہ میں یہ کوئی بڑی قربانی نہیں۔ آنحضرت صلعم نے اجازت دی۔ لاش پر گئیں۔ خون کا جوش تھا۔ اور عزیز بھائی کے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے لیکن انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ کر چپ ہو رہیں اور مغفرت کی دعا مانگی۔

——— تاریخ طبری۔ بحوالہ سیرۃ النبیؐ ج اول (شبلی)

..... ولما قتل أخوها حمزة وجدت عليه وجدا شديدا وأقبلت لتراه بأحد فقال رسول الله صلعم لابنها الزبير ألقها فارجعها لا ترى ما بأخيها

فلقیها الزبیر وقال: أی أمه إن رسول اللہ صلعم یأمرک أن ترجعی -

قالت: ولم وقد بلغنی أنه مثل بأخی وذاک فی ذات اللہ فما أرضانا بما

کان من ذلک لأصبرن ولأحتسبن إن شاء اللہ

توفیت سنة عشرین فی خلافة عمرؓ

—— الحماسة ج ثانی

لابی تمام حبیب بن اوس الطائی ——

لوح ۱۱۶ صفحہ ۲۱۳

حسان بن ثابت، صفیہ سے: یغفر اللہ لکِ یا بنةَ عبد المطلب! واللہ

لقد عرفتِ ما انا بصاحب ھذا

لوح ۱۱۷ صفحہ ۴

: عین جودی بالدموع السواجم

صفیہ بنت عبد المطلب ——

[یا عین جودی واذری الدمع وانھمری

مطرود بن کعب الخزاعی ——

یا عینُ جودی بدمع منک منسکب | وابکی خُبیباً مع الفتیان لم یؤب

حسان بن ثابت (نوحہ خبیب میں) ——

أعنییَّ جودا بدمع دُرر | علی طیب الخیم والمعتصر

برہ بنت عبد المطلب (نوحہ عبد المطلب) ——

أعنییَّ جودا ولا تبخلا | بدمعکما بعد نوم النیام

عاتکہ بنت عبد المطلب ——

اَلایا عین جُودِی واستھِلّی   وَبکّی ذالنّدی والمکرُماتِ

ام حکیم البیضا بنت عبد المطلب۔ ————

اُعینیّ جودا بالدّموع علی الصّدر ———— حذیفہ —

اُعینیّ جوُدا بدِمعٍ سربٍ   علی خیرِ خندف لم ینقلب

ہند بنت عتبہ بن ربیعہ

[بدر کے روز اپنے اپ کے مرثیے ہیں) ————]

لوح ۱۱۸ صفحہ ۲۱۸

.... وضاح الیمن (عبدالرحمٰن بن اسماعیل) ....

روی الأدباء قصة ھواہ بامُ البنین زوج الولید بن عبدالملک وھی فاتنة ساحرة، فلما سافرت إلی الحج وقف الغزلون عن التعرض لھا إلا وضاح الیمن، وکانت بینه وبینھا علائق حب کما زعموا انتھت بلقاء وانتھی اللقاء بأمر غریب وھو دخول خادم الخلیفة علیھا فأخفت الشاعر فی صندوق، فلم علم الخلیفة بالأمر تصنع الجھل واستھداھا الصندوق واحتفر بئراً ألقاہ فیھا وھال التراب علیه وانطوی خبر الشاعر فیما یتناقل الرواۃ (زیب النسا و عاقل خاں کی مشہور عام داستان)

لوح ۱۱۹ صفحہ ۲۲۱

عہد نامۂ عتیق ———— قضاۃ ۱۲ ———— ۱۶ ————

لوح ۱۲۰ صفحہ ۲۲۱

Clytaemnestra ———— whom Leda had borne to king Tyndareus of Sparta ———— sister of

Helen of Troy.

Agamemnon, son of Atreus, brother of Menelaus, king of Argos, attacked Tantalus, king of Pisa and after killing him in battle forcibly married his widow ———Clytaemnestra. Clytaemnestra bore Agamemnon one son Orestes and three daughters: Electra, Iphigeneia and Chrysothemis. Lovely Iphigeneia, fair as a statue, was sacrificed by her father during the War of Troy to appease the wrath of Artemis.

Clytaemnestra in the king's absence and in anger at the loss of her dear daughter Iphigeneia took as her lover Aegisthus, Thyeste's sole sur[illegible]ng son who was burning to revenge himself on Agamemnon.

The queen and her paramour carefully conceived and laid a plot to murder the king on his return.

Clytaemnestra greeted her travelworn husband with every appearance of delight, unrolled a purple carpet for him and led him to the bath house where youthful slave girls had prepared a warm bath. When Agamemnon had washed himself and set one foot out of the bath eager to partake of the sumptuous banquet set on the tables, Clytaemnestra came forward as if to wrap a towel about him but instead threw over his head a garment of net, woven by herself. Entangled in this like a fish Agamemnon perished at the hands of Aegisthus who struck him twice with a two edged sword.

He fell back into the silver sided bath where Clytaemnestra avenged her wrongs by beheading him with an axe. She then wiped off on his hair the blood which had splashed her to signify

that he had committed suicide.

The story is the subject matter of Agamemnon ——— the first of trilogy of Orestia by Aeschylus. (The second play, the Choephori, tells how Electra and Orestes, daughter and son of Agamemnon slew their mother, Clytaemnestra, and her lover to avenge their father's death. The third play, The Eumenides, records how Orestes, driven by the Furies, who are quasi-symbols of Conscience, ultimately was absolved of his guilt, and how the curse finally ceased to operate). Aeschylus' play is one of the most powerful tragedies of all time; it is famed for the symbolic imagery of its choral odes, for its masterly delineation of Clytaemnestra, and for the emotional tension of Cassandras' prophecy; it is, moreover, one of the most spectacular of ancient tragedies.

Homer's Odyssey also contains an account of Agamemnon's death.

Seneca, the Roman playwright, also wrote a play entitled Agamemnon. His chief source is Aeschylus, although he may have drawn material also from plays by Sophocles, Livius Andonicus and Accius. Seneca is however, at his best when analysing and depicting human passions and human sufferings.

لوح ۱۲۱ صفحہ ۲۲۲

Medea ——— Colchin princess, enchantress, lover and spouse of Jason. She first deceives her father Aeetis, king of Colchin and slays her brother, so that Jason may get the Golden Fleece.

Then she contrives the death of Pelias ——— wicked uncle of Jason and usurping king of Iolcos. But had to flee and seek asylum in Corinth with her husband and two sons. In Corinth, Jason proves fickle, deserts her and marries Glauce, the enchanting Theban ——— daughter of Creon, king of Corinth.

Medea feels hurt, betrayed and lonely. Her dreams are shattered and plans frustrated. She was an ambitious and jealous woman and her sole moving passion was her intense and ardent love for Jason for whom she had unflinchingly risked her life and honour. His unfaithfulness evokes a violent reaction and all her former love for him instantly turns into hate and she is all aflame to wreak vengeance on him.

In her fury, she hatches a gory plan and kills Creon and his newly wedded daughter through gifts of poisoned robe and chaplet.
(Imra-ul-Qais was also killed through poisoned robes:

إنَّ امرأ القيسِ جرى إلى مدى

فاعتاقهُ حِمامهُ دونَ المدى

——— ابن دريد

وكان من حديث امرئ القيس أن أباه طرده لما قال الشعر،
فكان ينتقل في أحياء العرب ويستتبع الصعاليك منهم فكان يغير بهم
(فلذلك سمي الملك الضليل) وكان أبوه ملك بني أسد فعسفهم عسفا
شديداً فتمالئوا على قتله فقتلوه. فلما بلغ امرأ القيس

الخبر وهو يشرب قال: ضيعني صغيراً وحملني ثقل الثأر كبيراً
اليوم خمر وغداً أمر. فأرسل مثلا. ثم جمع جمعا من بكر بن
وائل وغيرهم من صعاليك العرب، فخرج بهم يريد بني
أسد فخبرهم كاهنهم بخروجه إليهم فارتحلوا وبينهم
امرؤ القيس فوقع ببني كنانة فقتلهم قتلاً ذريعًا. وأقبل
أصحابه يقولون: يا ثارات الهمام يا ثارات الهمام، فقالت
عجوز منهم: واللات أيها الملك ما نحن بثأرك وإنما ثأرك
بنو أسد وقد ارتحلوا فرفع عنهم القتل. ثم توجه إلى قيصر
ملك الروم وجعل طريقه على تيماء حصن للسموأل ابن عاديا
فأودعه درعا وسلاحا وكان قد مشى معه صاحب يقال
له عمرو بن قميئة. فلما رأى عمرو بن قميئة الدرب، وهو
حاجز بين بلاد العرب وبين بلاد العجم بكى جزعا
لفراقه بلاد العرب ودخول بلاد العجم ففي ذلك قال
امرؤ القيس:

بكى صاحبي لما رأى الدرب دونه   وأيقن أنا لاحقان بقيصرا

فقلت له لا تبك عينك إنما   نحاول ملكا أو نموت فنعذرا

(وهو يومئذ جتينان)

ثم سار حتى وصل إلى قيصر في ملكه. فاستأذن عليه فأذن له.
فلما دخل عليه قرب مجلسه وأدنى مكانه، واتخذه نديما وحبله و
خلع عليه وأحسن إليه. ثم استعان به فوعده أن يرفده

بجيش - وكان امرؤ القيس جميل الوجه وكان لقيصر ابنة حسنة

جميلة فاشرفت يوماً من قصرها فرآها امرؤ القيس فى دخوله إلى

أبيها فتعلق بقلبه حبها وراسلها فأرسلت اليه فسار اليها فطرقها

ليلا فى ذلك حيث يقول:

فقلت يمين الله ابرح قاعدا ولو قطعوا رأسى لديك وأوصالى

وكان سبقه إلى قيصر رجل من أعدائه من بنى أسد يقال له

الطماح فوشى به إلى قيصر فتذمم أن يقتله - فوجه معه

جيشا ثم اتبعه رجلا ومعه حلة مسمومة منسوجة بالذهب

وقال له اقرأ عليه السلام، وقل له إن الملك قد بعث اليك

بحلة قد لبسها ليكرمك بها وادخله الحمام فاذا اخرج البسه اياها

فلما لبسها لفط بدنه وسقط جلده (فلذلك سمى "ذو القروح")

فكان يحمل فى محفة فى ذلك حيث يقول:

لقد طمح الطماح من بعد أرضه ليلبسنى من دائه ما تلبسا

وبدلت قرحا داميا بعد صحة لعل منايانا تحولن أبؤسا

فيا لك نعمى قد تحولت

فلو أنها نفس تموت سوية ولكنها نفس تساقط أنفسا

ثم نزل إلى جانب جبل وإلى جانبه قبر لبعض بنات ملوك

الروم وكان اسم ذلك الجبل عسيبا فأنشأ يقول:

أجارتنا إن الخطوب تنوب وإنى مقيم ما أقام عسيب

أجارتنا إنا غريبان هاهنا وكل غريب للغريب نسيب

فإن تصليني فالمودة بيننا وإن تبعديني فالمزار غريب

أجارتنا ما فات ليس يؤوب   وما هو آت في الزمان قريب

وليس غريبا من تنائت دياره   ولكن من وارى التراب غريب

فلا أُلقين بالموت قائل

كم طعنة مثعنجرة   وخطبة مسنحفرة

وجفنة من عثرة   متروكة بأنقرة

يا جفنة مسنحنفرة   وطعنة مثعنجرة

قد غودرت بأنقرة

رُبّ طعنةٍ مثعنجرة   وجفنةٍ منتحيرة

وقصيدةٍ محبّرة   تبقى غداً بأنقرة

رب جفنة مثعنجرة   وطعنة مسحنفر

وخطبة محبرة، تبقى   غداً بأنقرة!

يرثى بهذا نفسه. يقول - كم من خصلة جلية تجمعت قد

تركت في هذا الموضع إذ دفن فيه، فتضمنها قبره وأسلمه

أصبة ثم مات فهناك قبره -]

Finally she slays her own children to slake her unholy thirst and herself escapes in a dragon-chariot.

The romantic story of Jason and Medea has appealed to many dramatists from ancient times to the present. Euripides, Ennius, Accius, Ovid, and Seneca presented their conceptions of the

alliance and its tragic outcome. In modern times the story has been treated by De La Peruse (1553), Corneille (1635), Longepierre (1694), Pellegrin (1713), Glover (1792), Grillparzer in his trilogy Das Goldene Vliess (1818), and Mendes (1898). Maxwell Anderson's The Wingless Victory (1936) presents a situation not unlike that of the Medea—dramas — the story of Oparre, an Eastern princess, who saves her lover from death and returns with him to his country; the commonlaw, marriage, the repudiation of Oparre and the slaying of the children are features strikingly similar to the details of the legend of Medea.

Of the plays of antiquity dealing with Medea only those of Euripides and Seneca are extant. Seneca's play, however, lacks the emotional depth of Euripides' great tragedy. The tragedy of Medea is the tragedy of a woman to whom love is everything; when deserted by Jason to whom love is secondary, her desire for vengeance becomes all too powerful and makes her commit the most horrible of crimes.

لوح ۱۲۲ صفحہ ۲۲۲

کسریٰ سابور (شاہ پور) ذوالاکتاف نے ساطرون شاہ حضر سے جنگ کی اور دو سال اسے محاصرے میں رکھا۔ ایک روز ساطرون کی بیٹی نے قلعے پر سے جھانکا۔ تو اس نے شاپور کو اس حال میں دیکھا کہ جسم پر ریشمی لباس اور سر پر زمرد، یاقوت اور موتیوں سے جگمگاتا ہوا طلائی تاج ہے۔ وہ خوبصورت بھی تھا۔ دیکھتے ہی دل دے بیٹھی، اور اس کے پاس یہ خفیہ پیغام بھیجا کہ اگر میں تیرے لیے حضر کا دروازہ کھول دوں تو کیا تو مجھ سے شادی کرے گا؟

شاہ پور نے کہا: بے شک!

جب شام ہوئی تو ساطرون نے شراب پی اور مست ہو گیا وہ ہمیشہ مستی ہی میں رات گذارا کرتا تھا۔ بیٹی نے اس کے سر کے نیچے سے حضر کے دروازے کی کنجیاں نکال کر اپنے ایک عزیز کے ذریعے دروازہ کھلوا دیا۔ شاہ پور نے قلعہ میں گھس کر ساطرون کو قتل کر ڈالا۔ حضر کی اینٹ سے اینٹ بجا ڈالی۔ اور پھر ساطرون کی بیٹی کو ساتھ لے کر واپس چلا گیا اور پایۂ سلطنت پہنچ کر اس سے شادی کر لی۔

ایک رات وہ بستر پر سو رہی تھی کہ یکایک بے قرار ہو کر اٹھ بیٹھی۔ شاہ پور نے چراغ منگوایا اور بیوی کے بستر کی تلاشی لی۔ تو اس پر ناز بو کی ایک پتی (ورقۂ آس) ملی شاہ پور نے اس سے کہا: یہی وہ چیز ہے۔ جس نے تجھے بے خواب کر دیا ہے؟ اس نے کہا: ہاں! شاہ پور نے کہا: پھر تیرا باپ تیرے لئے کیا کرتا تھا؟ اس نے کہا۔ وہ میرے لئے دیبا کا بستر بچھاتا۔ حریر پہناتا۔ مجھے مغز استخوان (مخ) کھلاتا اور شراب پلایا کرتا تھا۔ اس نے کہا: کیا تو نے جو کچھ اپنے باپ سے کیا وہ اس کے احسانات کا بدلہ تھا؟ تو مجھ سے بھی بہت جلد اسی طرح کرے گی۔ آخر اس کے حکم سے اس کے سر کی چوٹیاں گھوڑے کی دُم سے باندھ کر گھوڑے کو سرپٹ دوڑایا گیا یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گئی۔ سیرۃ النبیؐ کامل — ابن ہشام ج اول ——

فکان حظ العروس اذ جشر الصبح
دماء تجری من سبائبها

علی بن زید ——

Candaules, king of Sardis (the Greeks call him Myrsilus), was descended from Alcaeus, son of Heracles. His father was Myrsus, and he was the last of the Heraclids to reign at Sardis.

Now Candaules conceived a passion for his own wife and thought she was the most beautiful woman on earth.

In the king's body-guard was a fellow he particularly liked whose name was Gyges, son of Dascylus. With him Candaules not only discussed his most important business, but even used to make him listen to eulogies of his wife's beauty. One day the king said to Gyges: "it appears you don't believe me when I tell you how lovely my wife is. Well, a man always believes his eyes better than his ears; so do as I tell you: contrive to see her naked." Gyges gave a cry of horror.

"Master", "he said," what an improper suggestion; Do you tell me to look at the queen when she has no clothes on?

No, No: off* with her shirt, off with her shame ——— you know what they say of women. Let us learn from experience. Right and wrong were distinguished long ago ——— and I'll tell you one thing that is right: a man should mind his own business. I do not doubt that your wife is the most beautiful of women; so for goodness' sake do not ask me to behave like a criminal."

Thus he did his utmost to decline king's invitation, because he was afraid of what might happen if

he accepted it.

The king however told him not to distress himself. "There is nothing to be afraid of", he said, "either from me or my wife. I am not laying a trap for you, and as for her I promise she will do you no harm. I'll manage so that she does'nt even know that you have seen her. Look, I'll hide you behind the open door of our bedroom. My wife will follow me in the bed. Near the door there is a chair. She will put her cloths on it. As she takes them off, one by one, you will be able to watch her with perfect ease. Then while she is walking away from the chair towards the bed with her back to you slip away through the door ——— and mind, she doesn't catch you".

Gyges, since he was unable to avoid it consented, and when bedtime came Candaules brought him to the room. Presently the queen arrived, and Gyges watched her walk in and put her clothes on the chair. Then just as she had turned her back and was going to the bed he slipped softly out of the room. Unluckily the queen saw him.
At once she realized what her husband had done. But she did not betray the shame felt by screaming, or even let it appear that she had noticed anything. Instead she silently resolved to have her revenge. For with the Lydians's as with most barbarian races, it is thought highly indecent even for a man to be seen naked. For the moment she ketp her mouth shut and did nothing; but at dawn the next morning she sent for Gyges after preparing the most trustworthy of her servants for what was to come. There was nothing unusual in his being asked to attend upon the queen. So Gyges answered the summons without any suspicion that she knew wha had occurred on the previous night.

"Gyges", she said as soon as he presented himself, "there are two course s open to you, and you may take your choice between them. Kill Candaules and seize the throne, with me as your wife, or die yourself on the spot, so that never again may your blind obedience to the king tempt you to see what you have no right to see. One of you must die. Either my husband the author of this wicked plot; or you, who have outraged propriety by seeing me naked".

For a time Gyges was too much astonished to speak. At last he found words and begged the queen not to force him to make so difficult a choice. But it was no good; he soon saw that he really was faced with the alternatives, either of murdering his master or of being murdered himself. He made his choice ——— to live.

"Tell me", he said, "since you drive me against my will to kill the king, how shall we set on him". "We will attack when he is asleep", was the answer, "and on the very spot where he showed me to you naked."

All was made ready for the attempt. The queen would not let Gyges go or give him any chance of escaping the dilemma; either Candaules or he must die. Night came and he followed her into the bedroom. She put a knife into his hand and hid him behind the same door as before. Then, when Candaules was asleep, he crept from behind the door and struck.

Thus Gyges usurped the throne and married the queen.

——— HERODOTUS
The Histories
Book one.

(* Chaucer in his "Wife of Bath's Prologue" has: — He sayde, a woman cast hir shame away, when she cast of hir smoke.)

لوح ۱۲۴ صفحہ ۲۲۳

الزبّاء ——— زینب ، زینوبی ، زینوبیا - ملکۂ تدمر

Palmyra اس نے سازش کرکے غالباً انتقاماً اپنے شوہر اذینہ

Septimius Odenathus کو قتل کروادیا۔ اور پھر اپنے بیٹے

کے نام پر حکومت کرنے لگی۔ اس کے عہد میں تدمر عربی اور یونانی ثقافت کا مرکز

بن گیا۔ اس اولوالعزم ملکہ نے اپنے علاقے کو ایشیائے کوچک، شام، عراق اور مصر تک وسعت

دی۔ اور پھر اپنے بیٹے کو بھی شہنشاہ کہنا شروع کردیا۔ اس پر رومی چونکے اور ۲۷۲ء

میں قیصر روم اورلیانوس Aurelian نے حملہ کرکے تدمر پر قبضہ

کرلیا اور اسے اسیر کرکے روم لے گیا۔ بعد میں اسے رہا کردیا گیا۔ اور باقیماندہ دن اس

نے طیبور کے گوشۂ گمنامی میں کاٹے۔ یہ ملکہ اپنے حسن و جمال اور سفاکی و بے رحمی میں

شہرۂ آفاق تھی۔

لوح ۱۲۵ صفحہ ۲۲۴

ھند بنت عتبہ :

نحن جزینا کم بیوم بدرِ	والحرب بعد الحرب ذات سُعُر
ما کان عن عتبۃ لی من صبرٍ	ولا اخی وعمّہ وبکری
شفیتُ نفسی وقضیتُ نذری	شَفَیْتَ وحشیُّ غلیلَ صدری
فشکرُ وحشیٍ علیّ عمری	حتی ترمَّ اعظمی فی قبری

ھند بنت اُثاثہ بن عباد بن مطلب

خزیتِ فی بدرٍ وبعد بدر	یا بنتَ وقّاعٍ عظیم الکفر
وذرکِ السوءُ فشرُّ نذر	

لَعَنَ الإلٰهُ وزوجهامعها   هِنْدَ الهُنُودِ طَوِيلَةَ البَظْرِ

هند الهنود هی هند بنت عتبة بن ربیعة أم سیدنا معاویة وزوجة أبی سفیان بن حرب کانت امرأة لها نفس وأنفة وأخبارها قبل اسلامها مشہورة فقد کانت تؤلب علی المسلمین ——— ثم أسلمت عام الفتح بعد اسلام زوجها۔ ولما أخذ سیدنا رسول اللہ البیعة علی النساء ومن شروطها أن لا یسرقن ولا یزنین قالت له هند وهل تزنی المرأة وتسرق یا رسول اللہ؟ فلما قال ولا یقتلن أولادهن قالت قد ربیناهم صغارا وقتلتهم أنت ببدر کبارا۔ توفیت هند فی خلافة الفاروق ———

لوح ۱۲۶ صفحہ ۲۲۵

۱- ہند- عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی - امیر معاویہ کی ماں- ابوسفیان کے ہمراہ

۲- ام حکیم بنت حارث بن ہشام بن مغیرہ- عکرمہ بن ابوجہل (عمر بن ہشام) کی بیوی- شوہر کے ہمراہ

۳- فاطمہ بنت ولید بن مغیرہ- خالد بن ولید کی بہن- حارث بن ہشام بن مغیرہ کے ہمراہ-

۴- برزہ- مسعود ثقفی رئیس طائف کی بیٹی عبداللہ بن صفوان بن امیہ کی ماں- صفوان بن امیہ کے ہمراہ-

۵- سلافہ بنت سعد بن شہید انصاریہ- طلحہ بن ابی طلحہ کے ہمراہ- ابوطلحہ عبداللہ بن عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار کی کنیت ہے- سلافہ بنت طلحہ — مسافع، جلاس اور کلاب کی ماں ہے وہ سب اور ان کا باپ احد

میں مارے گئے۔ (دیکھیے صفحہ ۷۲)

۶۔ رقیہ / ریطہ بنت منبہ بن الحجاج، عبداللہ بن عمرو کی ماں۔ عمرو بن العاص کی بیوی۔ شوہر کے ہمراہ۔

۷۔ خناس بنت مالک بن المضرب۔ مصعب ابن عمیر کی ماں۔ اپنے لڑکے ابی عزیز ابن عمیر کے ہمراہ۔

۸۔ عمرہ بنت علقمہ

لوح ۱۲۷ صفحہ ۲۲۵

نَحنُ بناتُ طارِق نمشی علی النمارق

مشی القطی البوارق والمسک فی المفارق

والدر فی المخانق إن تُقبِلوا نُعانِق

و نفرِشُ (بنبسط) النمارِق أو تدبِروا نُفارِق

فِراقَ غیرِ وامِق

ویھا بنی عبد الدار ویھا حماۃ الادبار

ضربا بکل تبار

وفی التنزیل: وما أدراک ما الطارق النجم الثاقب

لوح ۱۲۸ صفحہ ۲۳۰

قال ابن اسحاق: وقد حدثنی بعض اھل العلم ان رسول اللہ انما سمی علیاً ابا تراب انہ کان اذا عتب علی فاطمۃ فی شیٔ لم یکلمھا ولم یقل لھا شیئاً تکرھہ الا انہ یاخذ ترابًا فیضعہ علی راسہ قال فکان رسول اللہ اذا رای علیہ التراب عرف انہ عاتب علی فاطمۃ

فیقول مالک یا اُبا تراب، فاللہ اعلم ای ذلک کان

سیرۃ ابن ہشام ——————

لوح ۱۲۹ صفحہ ۲۳۱

انا ابن الذبیحین —————— رسول ؐ

یعنی میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں —— اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام اور عبداللہ بن عبدالمطلب ——————

—————— جب عبدالمطلب کو یہ معلوم ہُوا کہ خدا تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم دیا تھا تو اس نے یہ تصور کر کے کہ بیٹے کا ذبح کرنا بہت بڑے ثواب کا کام ہے یہ نذر مانی کہ اگر میرے دس لڑکے پیدا ہوں اور ان کو اپنی زندگی میں چلتا پھرتا جوان دیکھ لوں تو ان میں سے ایک کو اپنے پروردگار کے شکریہ میں خانۂ کعبہ کے نام پر ذبح کر دوں گا۔ جب ان کی نذر کی تعداد پوری ہو گئی اور انہوں نے اپنے دس بیٹوں کو چلتا پھرتا دیکھا تو ان سے کہا کہ بیٹو میں ایک نذر مان چکا ہوں جس کا تمہیں پہلے سے علم ہے اب کہو تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا: ابا جان! آپ مختار ہیں۔ جیسا آپ کی سمجھ میں آئے ویسا کیجیے۔ ہم ہر طرح آپ کے تابعدار ہیں۔ ہم کو کوئی عذر نہیں ہے۔ عبدالمطلب نے کہا تم سب اپنے اپنے پانسے لاؤ اور ان پر اپنے نام لکھ دو۔ انہوں نے اپنے اپنے پانسے پر اپنا اپنا نام لکھ کر سب پانسے عبدالمطلب کو دیدیئے۔ عبدالمطلب نے پانسے اپنے ہاتھ میں لے کر یہ رجز پڑھا

عاھدتہ و انا موفٍ عھدہ ۔۔۔ واللہ لا یحمی شئ حمدہ

اذا کان مولای وکنت عبدہ ۔۔۔ نذرت نذرًا لا احب ردہ

ولا احب ان اعیش بعدہ

(میں نے خدا سے عہد کیا ہے اور میں ضرور اپنا عہد پورا کروں گا۔ اور

اللہ کی پوری پوری تعریف کوئی نہیں کر سکتا۔ وہ میرا مولا ہے۔ اور میں

اس کا بندہ۔ میں نے ایک نذر مانی ہے جس کو میں ٹالنا نہیں چاہتا اور

یہ بھی نہیں چاہتا کہ اس کے پورا کرنے کے بعد میں زندہ رہوں)

پھر پانسے ڈالنے کے لئے ابن قداح کو بلایا جو اس کام پر مقرر تھا اور پانسے اس کے ہاتھ میں دے کر کہا: کہ یہ پانسے ڈال لیکن ذرا جلدی نہ کرنا! عبدالمطلب کو اپنے بیٹوں میں عبداللہ کے ساتھ سب سے زیادہ محبت تھی۔ ابن قداح نے جب پانسے ڈالے تو عبداللہ کے نام کا پانسا نکلا۔ عبدالمطلب نے چھری اپنے ہاتھ میں لی اور عبداللہ کو خانۂ کعبہ میں لائے۔ اور ان کو اساف و نائلہ کے درمیان لٹا کر یہ رجز پڑھا:

والله لا یقدر شئی قدرہ — عاھدتہ وانا موف نذرہ

وان یؤخرہ یقبل عذرہ — ھذا بنیّ قد ارید نحرہ

(میں نے خدا سے عہد کیا ہے۔ اور میں اپنی نذر پوری کروں گا۔ اور

خدا کی پوری پوری قدر کوئی نہیں کر سکتا۔ یہ میرا بیٹا ہے جسے میں ذبح

کرنا چاہتا ہوں اگر خدا اسے بچائے گا تو اس کا عذر قبول کرے گا)

یہ رجز پڑھ کر عبدالمطلب، عبداللہ کو ذبح کرنا چاہتے تھے کہ اتنے میں ان کے بیٹے ابوطالب نے جو عبداللہ کے سگے بھائی تھے جلدی سے کود کر ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور یہ رجز پڑھا:

کلا ورب البیت ذی الانصاب — ما ذبح عبداللہ بالتلعاب

یا شیب ان الریح ذو عقاب — ان لنا مرۃ فی الخطاب

اخوال صدق کاسود الغاب

رتم جو چاہتے ہو یہ ہرگز نہ ہوگا۔ اس خانۂ کعبہ کے پروردگار کی قسم جس
میں بت کھڑے ہیں۔ عبداللہ یوں کھیل کھیل میں ذبح نہیں کیا جا سکتا۔
اے شیب!

[عبدالمطلب کا نام ـــــــــ ان کا نام عامر اور لقب شیبہ ہے۔ شیبہ کا ترجمہ
زال یا بوڑھا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ لقب صرف تفاول کے لئے تھا کہ عمر دراز پائیں۔ اور
زیادہ صحیح یہ ہے کہ جب پیدا ہوئے تو اس وقت ان کی چندیا میں چند بال سفید تھے
جب ان کے والد ہاشم کا انتقال ہوا۔ یہ اپنے ننھیال یثرب میں تھے ان کا چچا مطلب
ان کو یثرب سے جا کر لے آیا۔ اور بیٹوں سے بڑھ کر ناز ونعم سے ان کی پرورش
کی۔ اس احسانمندی کی قبولیت واظہار میں یہ بھی تمام عمر عبدالمطلب (مطلب کا غلام)
کہلاتے رہے۔ اصلی نام اور لقب پر یہ آخری لقب اس قدر غالب آ گیا تھا۔ کہ
عبدالمطلب ہی اصل نام سمجھا جاتا ہے۔ ان کو شیبۃ الحمد اور فیاض
سید قریش اور شریف قریش بھی کہا جاتا ہے۔

رحمۃ اللعالمین ج دوم]

بدلہ لینے والی ہوا چل رہی ہے۔ ہماری طرف سے جھگڑنے کے لئے پچھے ماموں
ہیں جو شجاعت میں بن کے شیر ہیں)

ابوطالب کا یہ رجز جب ان کے ماموں بنی مخزوم نے سنا تو انہوں نے کہا کہ
ہمارا بھانجا سچ کہتا ہے اور فوراً کود کر عبدالمطلب کے پاس آئے اور کہا کہ اے
ابوالحارث! ہم اپنے بھانجے کو ہرگز ذبح نہیں کرنے دیں گے۔ یہ تم کو اختیار ہے کہ اس
کے سوا اپنے بیٹوں میں سے جس کو چاہو ذبح کرو۔ عبدالمطلب نے کہا میں نے ذبح کرنے
کی نذر مانی تھی اور پانسا اس کے نام نکلا ہے اب میں اس کو بغیر ذبح کئے نہیں رہ سکتا

انہوں نے کہا کہ جب تک ہم میں سے ایک جان بھی باقی ہے اس وقت تک تو آپ ہرگز اس کو ذبح نہیں کر سکتے۔ اگر آپ کو منظور ہے تو ہم اپنا بیانہ سارا مال اس کے فدیہ میں دینے کے لئے تیار ہیں اس کے بعد مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم نے یہ رجز پڑھا:

یا عجباً من فعل عبد المطلب   وذبحہ ابناً کتمثال الذھب

کلا وبیت اللہ مستور الحجب   ما ذبح عبداللہ فینا باللعب

فدون ما یبغی خطوب تضطرب

(عبدالمطلب کے فعل سے بڑا تعجب ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو جو سونے کی مورت ہے ذبح کرتا ہے۔ قسم ہے خدا کے گھر کی جس پر پردے پڑے ہوئے ہیں یہ ہرگز نہیں ہوگا۔ یوں کھیل کھیل میں ہماری آنکھوں کے سامنے عبداللہ ذبح نہیں کیا جا سکتا جو عبدالمطلب چاہتا ہے اس سے ورے بڑی بڑی رکاوٹیں اور مصیبتیں ہیں)

پھر سردار قریش عبدالمطلب کی طرف دوڑے اور کہا کہ اے ابو الحارث! یہ بات جس کا آپ نے قصد کیا ہے کوئی معمولی بات نہیں ہے بلکہ بہت بڑی بات ہے اگر آپ اپنے بیٹے کو ذبح کر دیں گے تو اس کے بعد آپ کی زندگی تلخ ہو جائے گی۔ ہماری رائے یہ ہے کہ ابھی آپ اس کام میں جلدی نہ کریں اور اپنے ارادے پر قائم رہیں۔ ہم آپ کو بنی سعد کی کاہنہ عورت کے پاس لئے چلتے ہیں وہ جس بات کا آپ کو حکم دے۔ آپ اس کے مطابق کریں۔

چونکہ عرب میں عموماً سب لوگ کہانت کو حق جانتے تھے اس لئے عبدالمطلب اس پر راضی ہو گئے اور کہا کہ تمہاری یہ تجویز مجھے منظور ہے پھر عبدالمطلب بنی مخزوم

کی ایک جماعت کے ہمراہ ملک شام کو روانہ ہوئے اور کاہنہ کے پاس پہنچے۔ کاہنہ سے عبدالمطلب نے اپنا سارا حال بیان کیا اور یہ رجز پڑھا:

یا رب انی فاعل لما ترد ان شئت الھمت للصواب والرشد

یا سایق الخیر الی کل بلد قد زدت فی المال واکثرت العدد

(پروردگار میں وہی کروں گا جو تو چاہے گا اگر تو چاہے تو ٹھیک اور حق بات کا ہمیں الہام کر دے اے وہ ذات جو ہر شہر کی طرف خیر کو ہنکا کر لے جاتی ہے تو نے ہی میرا مال اور آدمی بڑھائے ہیں)

کاہنہ نے کہا آج مجھے فرصت نہیں ہے آج تو تم چلے جاؤ کل میرے پاس آنا۔ناچار اس کے پاس سے اپنی فرودگاہ میں لوٹ آئے اور اگلے روز پھر اس کے پاس گئے اور اس سے سارا حال بیان کیا۔اس نے پوچھا تمہارے ہاں آدمی کی دیت کتنی مقرر ہے؟ انہوں نے کہا دس اونٹ۔ اس نے کہا تو اب تم واپس اپنے شہر کو جاؤ اور وہاں جا کر دس اونٹوں اور اس لڑکے کے درمیان جس کے ذبح کرنے کا تم ارادہ کرتے ہو پانسے ڈالو۔اگر پانسا اونٹوں پر پڑے تو انہیں اس کے عوض ذبح کر دو اور اگر تمہارے لڑکے پر پڑے تو دس دس اونٹ بڑھاتے جاؤ اور پانسے ڈالتے جاؤ یہاں تک کہ کسی مقدار پر تمہارا پروردگار تم سے راضی ہو جائے۔

کاہنہ کا یہ فیصلہ سن کر وہ لوگ مکے واپس آئے اور سب نے مل کر عبدالمطلب سے کہا کہ اے ابوالحارث! تم کو ابراہیم علیہ السلام کا اتباع کرنا چاہیے۔تمہیں معلوم ہے کہ انہوں نے کس طرح اپنے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کے بدلے دنبہ قربان کیا۔تم اسمٰعیل کی اولاد میں سردار ہو تمہیں ضرور ان کا اتباع کرنا چاہیئے۔اپنے بیٹے کے ذبح کرنے کا خیال دل سے دور کر دو اور اس کے بدلے اپنا مال قربان کر دو۔

اگلے روز عبد المطلب اپنے بیٹے عبداللہ اور دس اونٹوں کو اپنے ساتھ لے کر مذبح میں پہنچے۔ اور پانسا ڈالنے والے کو بلایا اور ایک پانسا اپنے بیٹے کے نام پر کیا پھر پانسا ڈالنے والے کو پانسے دے کر کہا کہ پانسا ڈال! لیکن اطمینان سے ڈالنا جلدی نہ کرنا۔ جب اس نے پانسا ڈالا تو عبداللہ کے نام نکلا۔ عبدالمطلب نے دس اونٹ بڑھا دیئے۔ اس نے پھر پانسا ڈالا تو پھر عبداللہ کے نام نکلا۔ عبدالمطلب نے دس اونٹ اور بڑھا دیئے اسی طرح ہر مرتبہ عبداللہ کے نام پانسا پڑتا رہا اور عبدالمطلب ہر دفعہ دس اونٹ بڑھاتے رہے یہاں تک کہ پورے سو اونٹ ہو گئے۔ جب سو اونٹوں اور عبداللہ کے نام پانسا ڈالا گیا تو پانسا اونٹوں کے نام نکلا۔ اس وقت تمام قریش نے خوش ہو کر تکبیر کا نعرہ مارا۔ اور قریش نے عبدالمطلب سے کہا کہ ابو الحارث! خدا کا شکر کرو کہ تمہارا پروردگار بھی راضی ہو گیا اور تمہارا بیٹا بھی ذبح ہونے سے بچ گیا عبدالمطلب نے کہا ابھی میں اس بات کو نہیں مانتا۔ جب تک میں تین بار پانسہ نہ ڈال لوں! غرض عبدالمطلب نے دوبارہ پانسا ڈلوایا۔ لیکن وہ بھی اونٹوں کے نام نکلا۔ پھر تیسری بار پانسا ڈلوایا تو وہ بھی اونٹوں ہی کے نام نکلا۔ اس وقت عبدالمطلب کو یقین ہو گیا کہ ان کا پروردگار ان کے بیٹے کا فدیہ لینے سے راضی ہو گیا۔ پھر انہوں نے یہ رجز پڑھا۔

دعوت ربی مخلصا وجهرا	یا رب لا تنحر بنی نحرا
وفاد بالمال تجدلی وفرا	اعطیک من کل سوام عشرا
عفوا ولا تشمت عیونا خزرا	بالواضح الوجه المغشی بدرا
فالحمد للہ الاجل شکرا	فلست والبیت المغطی سترا
مبدلا نعمة ربی کفرا	ما دمت حیا او ازور القبرا

رمیں نے خلوص کے ساتھ اور بآواز بلند اپنے پروردگار سے التجا کی کہ اے

میرے پروردگار میرا بیٹا ذبح نہ ہو اور اس کے فدیے میں مال قبول کرے۔ میرے پاس بہت سا مال موجود ہے۔ میں تجھے ہر قسم کے چرنے والے جانوروں میں سے دس دس دوں گا

پروردگار معاف فرما اور ایک حسین جمیل روشن رو کو جس کے آگے چودھویں کا چاند بھی ماند ہے ذبح کرا کر ہمارے دشمنوں کو خوش نہ کر۔ سو اللہ بزرگ و برتر کا شکر ہے جس نے ہماری سن لی۔ قسم ہے خانہ کعبہ کی جس پر پردے پڑے ہوتے ہیں جب تک میں زندہ رہوں گا اور قبر میں نہ جا سوؤں گا اس وقت تک اپنے پروردگار کی نعمت کو کفر سے نہیں بدلوں گا)

پھر عبدالمطلب نے اپنے عمدہ اور بیش قیمت اونٹوں میں سے عبداللہ کے فدیہ میں سو اُونٹ قربان کئے اور جہاں وہ قربان کئے تھے وہیں چھوڑ دیئے گئے تاکہ جو کوئی آئے ان کا گوشت کھائے اور جس قدر ضرورت ہو اپنے گھر لے جائے۔ نوبت بہ نوبت ہر جگہ کے آدمی آنے لگے۔ اور ان کا گوشت بھون کر کھانے اور گھر کو لے جاتے۔ کسی کو ممانعت نہ تھی۔ اس روز سے آدمی کی دیت سو اُونٹ قرار پا گئی ورنہ اس سے پہلے دس اُونٹ تھی۔

پھر عبدالمطلب اپنے بیٹے عبداللہ کو اپنے ساتھ لے کر شاداں و فرحاں گھر کو لوٹے اور اس روز سے عبداللہ کو لوگ ذبیح کہنے لگے اور یہ ان کا لقب پڑ گیا۔

بحوالہ بلوغ الارب فی معرفۃ احوال العرب

محمود شکری الآلوسی

لوح ۱۳۰ صفحہ ۲۳۳

ان الذی کان نورا یستضاء بہٖ　　　بکربلاء قتیل غیر مدفون

سبط النبی جزاک اللہ صالحۃ | عنا وجنبت خسران الموازین
قد کنت لی جبلاً صعبا الوذ بہ | وکنت تصحبنا بالرحم والدین
من للیتامی ومن للسائلین ومن | یعنی ویاوی الیہ کل مسکین
واللہ لا ابتغی صہراً بُعَیدکم | حتی اغیب بین الرمل والطین

بصہرکم

—— رباب بنت امرئ القیس الکلبی

اُمّ سکینۃ بنت الحسین - زوجہ امام حسین

—— کتاب الاغانی (الجزا الرابع عشر)

للامام ابی الفرج الاصبہانی ——

[قد کنت لی جبلاً الوذ بظلہ | فترکتنی اضحی باجرد ضاح

فاطمہ بنت الاجحم الخزاعیۃ] ——

لوح ۱۲۱ صفحہ ۲۳۳

کدت یوم الرحیل اقضی حیاتی | لیتنی مت قبل یوم الرحیل
لااطیق الکلام من شدۃ الخوف | ودمعی یسیل کل مسیل

عمر بن ابی ربیعۃ ——

لوح ۱۳۲ صفحہ ۲۳۵

ماذا تقولون ان قال النبی لکم | ماذا فعلتم وانتم خیر الامم
بعترتی وباھلی بعد مفتقدی | منھم اساری وقتلی ضرجوا بدم
ماکان ھذا جزائی اذ نصحت لکم | ان تخلفونی بسوءٍ فی ذوی رحمی

بنت عقیل بن ابی طالب ——

لوح ۱۳۳ صفحہ ۲۳۶

جاریہ : یا سیدی فاین ماکان یظھر لی من محبتک ایای ؟

عمر بن عبد العزیز : واللہ ان محبتک لباقیۃ کما ھی ولکن لاحاجۃ لی من النساء فقد جاءنی امر شغلنی عنک وعن غیرک

لوح ۱۳۴ صفحہ ۲۳۸

عمر بن عبد العزیز بن مروان بن الحکم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

یکنی ابا حفص وامہ ام عاصم بنت عاصم بن عمر بن الخطابؓ

کتاب الاغانی ۔ ج ثامن ــــــــــــــــ

لوح ۱۳۵ صفحہ ۲۳۸

یالیت کان بیننا وبین الخلافۃ بُعد المشرقین فواللہ ما راینا سروراً منذ ادخلنا فیھا

فاطمہ زوجہ عمر بن عبد العزیز

بنت عبد الملک بن مروان ــــــــــــــــ

لوح ۱۳۶ صفحہ ۲۴۰

کیونکہ میرے کھانے کی جگہ میری آہیں ہیں

کتاب ایوب ۔ ۳ : ۲۴ ۔

میرے آنسو دن رات میری خوراک ہیں

زبور ۴۲ : ۳ ــــــــــــــــ

لوح ۱۳۷ صفحہ ۲۴۱

کانّ بالنّار ما بالماء من بلل حزناً وبالماء ما بالنّار من ضرم

ع يَحسَبُ الصبّ انّ الحُبّ مُنكتمٌ ... مَا بَينَ مُنسَجِمٍ مِنهُ وَمُضطَرِمِ

بوصیری (قصیدہ بُردہ) ——————

لوح ۱۳۸ صفحہ ۲۴۲

والشعرآءُ یتبعھم الغاوٗن

الم ترانّھُم فی کلّ وادٍ یھیمون

وانّھم یقولون مالا یفعلون

القرآن ۲۶ : ۲۲۵ - ۲۲۷ ——————

لوح ۱۳۹ صفحہ ۲۴۲

شیاطین الشُعراء: من مذاھب العرب فی الجاھلیۃ ان لکل شاعر شیطانًا او جنیًّا یسکنہ ویوحی الیہ الشعر۔ وفی ذالک قول القائل:

انی وان کنت صغیرا لسن ... فان فی العین نبرا عنی

فان شیطانی امیر الجنّ ... یذھب بی فی الشعر کل فنّ

ویوافق رأیھم افلاطون القائل ان الشعر وحی الآلھۃ وان للشاعر شیطانہ۔ ومن روائع الادب العربی فی وصف شیطان الوحی ما جاء فی کتاب الاغانی تحت عنوان ابراھیم الموصلی وابلیس (: الجزء الخامس)

—————— ما من آدمیّ الا ومعہ شیطانٌ قیل ومعک؟ قال نعم ولکنّ اللہ اعاننی علیہ فاسلم (اپنے شیطان کو پیمبر نے مسلمان کر لیا)

—————— رسولؐ

کان شیطانُ آدم کافِراً وشیطانی مُسلِما

—————— رسولؐ

اس مُرکل جن کو جو اشعار القاء کرتا تھا ہاجس (ملہم) بھی کہتے تھے۔

امرؤالقیس کہتا ہے:

وشعرٍ کسّدتُ وشعرٍ وقفتُ ۔۔۔ وشعرٍ کتمتُ وشعرٍ رویتُ

تُخیّرُنی الجنُّ اشعارھا ۔۔۔ فما شئتُ من شعرھنّ اصطفیتُ

اور

أنا الشاعرُ المرھوبُ حولی توابعی ۔۔۔ من الجنّ تروی ما أقولُ وتعزِفُ

إذا قلتُ ابیاتاً جیاداً حفظتُھا ۔۔۔ وذالک انّی للقوافی مُشقِّفُ

حسان بن ثابت کہتے ہیں:

ولی صاحب من بنی الشیصبان ۔۔۔ فطوراً اقول وطوراً ھو

(جناتِ بنی شیصبان میں سے میرا ایک رفیق ہے۔ سو کبھی میں شعر کہتا ہوں اور کبھی وہ)

ابوالنجم کہتا ہے:

فی وکل شاعر من البشر ۔۔۔ شیطانہ انثیٰ وشیطانی ذکر

(مجھ میں اور شاعروں میں یہ فرق ہے کہ ان کے شیطان مادہ ہیں اور میرا شیطان نر ہے)

اعشیٰ کہتا ہے:

دعوت خلیلی مسحلا ودعوا لہ ۔۔۔ جھنام جدعا للھجین المذمم

میں اپنے دوست مِسحَل (اعشیٰ کا جن) کو بلایا اور انہوں نے کمینے اور دو غلے قابل مذمت شخص کی ناک کٹوانے کے لئے جہنام (فرد بن قطن کا جن) کو بلایا)

جریر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ زمانۂ جاہلیت میں میں سفر میں تھا۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ میں اپنے اونٹ پر سوار ہو کر اسے پانی پلانے ایک۔

تالاب پر ے گیا۔ جب میں تالاب کے قریب پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے پاس کچھ آدمی جمع ہیں جو نہایت بدشکل ہیں۔ میں اپنے اونٹ کو پانی پلانے لگا۔ اسی اثنا میں ان کے پاس ایک اور شخص آیا جس کی شکل ان سب سے بری تھی انہوں نے اسے دیکھ کر کہا کہ یہ شخص شاعر ہے۔ پھر اس سے کہا کہ اے ابو فلاں! اس شخص کو جو اپنے اونٹ کو پانی پلا رہا ہے اپنے کچھ اشعار سنا اس نے ایک قصیدہ پڑھنا شروع کیا جس کا مطلع یہ ہے:-

ودع هريرة ان الركب مرتحل وهل تطيق وداعا ايها الرجل

(اے ہریرہ اب ہمیں رخصت کر کیونکہ قافلہ کوچ کرنے والا ہے۔ اور اے شخص تو جو اس سے رخصت ہونا چاہتا ہے تو کیا تو اس سے رخصت ہونے کی طاقت رکھتا ہے)

جریر قسم کھا کر کہتے ہیں کہ بخدا مجھے اس نے اس قصیدے کی ہر ایک بیت پڑھ کر سنا دی۔ اور اس میں سے ایک بیت بھی کم نہ کی۔ جب میں اول سے آخر تک سارا قصیدہ اس کی زبان سے سن چکا تو میں نے اس سے کہا کہ یہ قصیدہ کس نے کہا ہے؟ اس نے کہا کہ اور کون کہتا میں نے ہی کہا ہے۔ اس پر میں نے اس سے کہا کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تو جھوٹا بنے گا تو میں تجھے یہ خبر دیتا کہ یہ قصیدہ ہم کو اعشیٰ قیس بن ثعلبہ پچھلے سال نجران میں سنا چکا ہے۔ اس نے کہا کہ تو بالکل سچ کہتا ہے۔ لیکن اس کی زبان پر میں نے ہی تو اس کو القا کیا تھا میں اس کا ماجس مسحل ہوں۔

اعشیٰ کا خود اپنا بیان ہے کہ میں نے قیس بن معدیکرب کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا پھر میں اس سے ملنے اور اس کو اپنا قصیدہ سنانے کی غرض سے حضرموت کو روانہ ہوا۔ جب یمن کی سرحد میں پہنچا تو رستہ بھول گیا کیونکہ میں وہ رستہ اس سے پہلے کبھی نہیں

چلا تھا۔ اس پر عجیب اتفاق یہ ہوا کہ بارش ہونے لگی۔ میں نے ادھر اُدھر اپنی نظر دوڑائی تاکہ کوئی پناہ کی جگہ نظر آئے۔ اسی تلاش میں میری نظر بالوں کے ایک خیمے پر پڑی میں سیدھا اس کی طرف چل دیا۔ جب میں خیمے کے پاس پہنچا۔ تو میں نے اس کے دروازے پر ایک بڈھا بیٹھا دیکھا میں نے اس کو سلام کیا اس نے میرے سلام کا جواب دیا اور میری اونٹنی کو ایک دوسرے خیمے میں داخل کر دیا جو اس خیمے کے ایک جانب لگا ہوا تھا۔ میں اپنا کجاوہ کھول کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے مجھ سے پوچھا کہ تو کون ہے اور کہاں جانا چاہتا ہے؟ میں نے کہا کہ میں اعشیٰ ہوں اور قیس بن معدیکرب کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا کہ خدا تجھے سلامت رکھے تیری نسبت میرا گمان ایسا ہے کہ شاید تو نے قیس بن معدیکرب کی مدح میں کوئی قصیدہ کہا ہے اور اسے پیش کرنا چاہتا ہے۔ میں نے کہا ہاں تمہارا گمان صحیح ہے میں نے اس کی شان میں ایک قصیدہ کہا ہے۔ اس نے کہا کہ وہ قصیدہ مجھے سنا۔ میں نے اس کو قصیدے کا یہ مطلع سنایا۔

رحلت سمیۃ غدوۃ اجمالھا غضبًا علیک فما تقول بدالھا

(سمیہ نے تجھ سے ناراض ہو کر صبح ہی صبح اونٹ کس لیے۔ اے دل

اب تیری اس بارے میں کیا رائے ہے بھلا یہ اُسے کیا سُوجھی؟)

یہ مطلع سن کر اس نے مجھ سے کہا کہ بس کر اور اشعار سنانے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ پھر مجھ سے کہا کہ کیا یہ قصیدہ تیرا ہے؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا سُمیّہ جس کے نام کے ساتھ تو نے تشبیب کی ہے کون ہے؟ میں نے کہا کہ میں اُسے نہیں جانتا یہ ایک نام ہے جو میرے دل میں القا کیا گیا تھا اس پر اس نے آواز دی کہ اے سُمیّہ باہر نکل۔ ناگاہ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک پانچ برس کی لڑکی نکلی اور

ہمارے سامنے آکھڑی ہوئی اور کہا ابا جان کیا حکم ہے؟ اس نے کہا کہ اپنے چچا کو میرا وہ قصیدہ سنا جو میں نے قیس بن معد یکرب کی مدح میں کہا ہے۔ اور اس کے اوّل میں میں نے تیرے نام کے ساتھ تشبیب کی ہے۔ اس نے وہ قصیدہ پڑھنا شروع کیا اور اول سے آخر تک سارا سنا دیا اس میں سے ایک حرف کی بھی کمی نہ کی جب وہ سارا قصیدہ سنا چکی تو اس نے اس سے کہا کہ اب چلی جا۔

اس کے چلے جانے کے بعد پھر وہ میری طرف مخاطب ہوا۔ اور کہا کہ اس قصیدے کے سوا تو نے کبھی اور کوئی قصیدہ کہا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ میرے اور میرے ایک چچازاد بھائی کے درمیان جس کا نام یزید بن مسہر اور کنیت ابو ثابت ہے تُخ تُخ تھی جیسے اکثر چچازاد بھائیوں کے درمیان ہوا کرتی ہے۔ اس پر اس نے میری ہجو کی اور میں نے اس کی ہجو کی۔ لیکن میں اس سے فوقیت لے گیا اور اس پر غالب آیا۔ چنانچہ میں نے اسے بالکل ساکت کر دیا۔ اس نے کہا وہ قصیدہ مجھے بھی سنا میں نے اس کو قصیدہ سنانا شروع کیا؛ اور یہ مطلع پڑھا:

ودع ھریرۃ ان الرکب مرتحل وھل تطیق وداعا ایھا الرجل؟

جب میں نے اسے یہ مطلع سنایا تو اس نے کہا کہ بس کر اور کچھ ضرورت نہیں۔ مجھے یہ بتلا کہ یہ ہریرہ کون ہے جس کے نام سے تو نے قصیدہ میں تشبیب کی ہے میں نے کہا میں اسے بھی نہیں جانتا۔ جو سمیہ کا حال تھا وہی اس کا حال ہے اس پر اس نے آواز دی کہ اے ہریرہ باہر نکل۔ ناگاہ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک لڑکی جس کی عمر پہلی ہی کے قریب تھی نکلی اور ہمارے سامنے آکر کھڑی ہو گئی بڈھے نے اس سے کہا کہ اپنے چچا کو میرا وہ قصیدہ سنا جس میں میں نے ابو ثابت یزید بن مسہر کی ہجو کی ہے اور اس میں تیرے نام کے ساتھ تشبیب کی ہے اس نے قصیدہ پڑھنا شروع کیا اور اس کو اول سے آخر

تک سارا سنا دیا۔ اس میں سے ایک حرف بھی کم نہ کیا اس وقت مجھے سخت ندامت ہوئی شرم سے میرا سر نیچے جھک گیا اور مجھ پر لرزہ چڑھ گیا۔ اس نے جب میری یہ کیفیت دیکھی تو مجھے دلاسا دیا اور کہا کہ اے ابو بصیر! تو گھبرا نہیں۔ اپنا دل تری رکھ میں تیرا ہاجس مسحل بن اثاثہ ہوں۔ میں ہی تیری زبان پر اشعار القا کرتا ہوں۔ جب اس نے یہ کہا تو اس وقت میرے دل کو تسکین ہوئی اور اپنے آپ میں آیا۔ اس عرصے میں مینہ بند ہو گیا۔ پھر اس نے مجھے رستہ تبلایا اور جس طرف میں جانا چاہتا تھا وہ سمت مجھے دکھلا کر کہا کہ دہنے بائیں نہ مڑنا سیدھا چلا جا۔ بلاد قیس ہی میں جا پہنچے گا

کتاب الاغانی ————————

"جن" کا تصور بدھ مت میں۔

..... بھگوان بدھ پنچ [illegible] ں کو اپدیش دینے کے ارادے سے گیا سے وارنسی جا [illegible] تھے کہ راستے [illegible] ں انہیں اُپک نامی ایک آجیوک فرقے کا سادھو ملا اور ان سے بولا:

اے محترم! گوتم! تمہارا چہرہ بے حد مطمئن اور پُر نور ہے۔ تم کس گورو کے چیلے ہو؟

بھگوان: میں نے اپنا دھرم مارگ خود ہی کھوج نکالا ہے

اُپک: کیا تم مافوق البشر ہو گئے ہو؟ کیا تمہیں "جن" کہا جا سکتا ہے؟

بھگوان: اے اُپک! میں نے تمام بُرے میلانات پر فتح پائی ہے۔ اس لیے میں جن ہوں۔

بحوالہ مہاوگ اور ادیہ پریہ سن ست ————————

لوح ۱۴۰ صفحہ ۲۴۲

ان ورد المخدود والاعین النجل وماتی الثغور من الحوان و

اسود الصدغین فی واضح الخد وھا فی الصدور من رمان ترکتنی

لدی الغوانی صریعا ـــــ فھذا ادعی صریع الغوانی

مسلم بن ولید ملقب بہ صریع الغوانی ـــــــــ

صریع غوانٍ راقھن ورُقنہ لدن شبّ حتی شاب سود الذوائب

لوح ۱۴۱ صفحہ ۲۴۲

مرا دیست بہ کفر آشنا کہ چندیں بار بکعبہ بردم و بازش برہمن آوردم

چندر بھان برہمن ـــــــــ

لوح ۱۴۲ صفحہ ۲۴۳

خیر النساءِ الغلمۃُ علی زوجھا العفیفۃ بفرجھا ـــــ

جمیعٌ علی زوجھا حصانٌ من غیرہ ــ رسولؐ ـــــ

اس کی ضد:

شرارُ نساءِ کمُ المحصانُ علی زوجھا الھلوکُ علی غیرہ

رسولؐ ـــــــــ

وبیضِ حصانَ الفرجِ غیرِ ذمیمۃٍ وموموقۃٌ فینا کذاک وو امقہ

اعشیٰ ـ قال لامرأتہ الھزانیۃ حین طلقھا ـــــ

ولما بلغ قولہ

حصانٌ رزانٌ ما تضنُ بریبۃٍ وتُصبحُ غرثیٰ من لحومِ الغوافل

حسان بن ثابت (واقعہ افک کے بعد) ـــــــــ

قالت عائشۃ: لکنک یا حسان اِما تصبح غرثان من لحومھن

رواہ مسلم ـــــــــ

لوح ۱۴۳ صفحہ ۲۴۳

اطلبوا الخیر عند حسان الوجوہ

رسولؐ

لوح ۱۴۴ صفحہ ۲۴۴

عن عائشۃ ان الحارث بن ہشام سال رسول اللہ صلعم فقال یارسول اللہ! کیف یاتیک الوحی؟ فقال رسول اللہ صلعم احیانا یاتینی فی مثل صلصلۃ الجرس وھو اشدہ علی فیفصم عنی وقد وعیت ما قال واحیانا یتمثل لی الملک۔

کذا فی الصحیحین

لوح ۱۴۵ صفحہ ۲۴۵

نبی کریمؐ، معاذ ابن جبل عامل یمن سے: بما تقضی؟

معاذ — بکتاب اللہ!

نبی کریمؐ — فان لم تجد؟

معاذ — بسنۃ رسول اللہ

نبی کریمؐ — وان لم تجد؟

معاذ — اجتھدُ برائی!

لوح ۱۴۶ صفحہ ۴۲۷

کان عُمَرُ بن ابی رَبیعۃَ۔ یَحُومُ ولا یَرِدُ —

عمر بن ابی ربیعہ (شاعر حسن و رندان) منڈلاتا تھا۔ لیکن پانی پیتا نہ تھا۔ یعنی شعروں میں حافظ کی طرح رندی و سرمستی اور فسق و فجور کی باتیں کرتا۔ لیکن ان کا مرتکب نہ ہوتا۔